صوفیائے نقشبند

سید امین الدین

مقبول اکیڈمی
ادبی مارکیٹ — چوک انارکلی — لاہور

مرتبہ

حکیم سید امین الدین احمد

مقبول اکیڈمی
ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

طبع اوّل ـــــ ۱۹۷۳ء
طابع ـــــ ملک مقبول احمد
مطبع ـــــ شرکت پرنٹنگ پریس
قیمت ـــــ بارہ روپے

مقبول اکیڈمی، لاہور

صوفیۂ نقشبند

یعنی

نقشبندی اولیاء کرام کے حالات زندگی، اقوال و فرمودات، رشد و ہدایت کے طریقے اور ان کی کرامات و کمالات کا مجموعہ جو آج کے روحانی انتشار کے دور میں انسان کے قلبی سکون و اطمینان کا سامان ہے۔

حکیم سید امین الدین احمد

انتساب

اپنے محترم مرحوم والدین کے نام جن کی تربیت اور فیضان سے مجھ کو خداوند تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی۔ میری دعا ہے کہ اللہ جل سبحانہ ان دونوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

تقریظ

جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری

تصوف و احسان جناب حکیم سید امین الدین احمد مدظلہ خلف الرشید استاذ الاطبا ر مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد دہلوی مغفور و مبرور کا خاندانی ورثہ ہے اور صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرنا اور پھر لکھ کر دوسروں تک پہنچانا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ حکیم صاحب کے مولفہ تذکرہ صوفیہ نقشبند کو میں نے اکثر مقامات سے پڑھا اور خصوصاً شیر ربانی حضرت شرقپوری علیہ الرحمۃ کے ذکر جمیل کا مطالعہ کر کے بے حد مسرور ہوا۔

جناب مولف نے نقشبندی سلسلہ کے بزرگوں کے حالات و کمالات عشق و محبت کے انداز میں لکھ دیئے ہیں اور ان نفوس قدسیہ کی تعلیمات و معمولات اور دینی خدمات کو نمایاں طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے حالات لکھنے اور پڑھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان کی پاک اور لائق تقلید تعلیمات کو مشعل راہ بنا کر ہدایت حاصل کی جائے اور اپنے نفس کو مزکیٰ بنانے کے بعد دیگر مقاماتِ عالیہ طے کیئے جائیں۔ آج جب کہ ہر طرف تاریکی ہی تاریکی ہے، قدم قدم پہ کفر و الحاد اور داعیان الحاد سے واسطہ پڑتا ہے اور حق پرست و حق نما ڈھونڈنے سے بھی مشکل سے ملتا ہے، اولیائے کرام رحمہم اللہ کے حالات زندگی کا مطالعہ تریاقِ اکبر کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ ان کا ذکر ان کی صحبت کا بدل ہے ؏

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

میری دلی دعا ہے کہ جناب حکیم صاحب زید مجدہٗ کی یہ تالیف قبول عام کا درجہ حاصل کرے اور اس کا مطالعہ کرنے والوں کو عمل کی توفیق عطا ہو۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

لاہور
۱۲؍رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

محمد موسیٰ عفی عنہ

فہرست مضامین

باب اول

باب دوم

بیرون پاک و ہند صوفیہ نقشبند کے حالات

باب سوم

ہندوستان کے صوفیۂ نقشبند کے حالات

باب چہارم

پاکستان کے صوفیۂ نقشبند کے حالات

تو مگو اندر جہاں یک بایزیدؒ بود و بس

ہر کہ واصل شد بہ جاناں بایزیدؒ دیگر است

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لَا یَحْزَنُوْا کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

(اقبالؔ)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علی سیّد المرسلین وعلی اٰلہٖ واصحابہٖ واھلِ بیتہٖ اجمعین و ملائکۃ المقربین وعلی اولیاء الکاملینؕ امّا بعد فقال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لَقَدْ مَنَّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیاتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبینٍ ۝

ترجمہ:۔ "بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر عظیم احسان فرمایا ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں ان کے خدا کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔" (القرآن)

مندرجہ بالا آیت شریفہ سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو رہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت کا ایک اہم مقصد منجملہ اور امور کے تزکیۂ نفس و اخلاق بیان کیا گیا ہے۔ اسی کا نام سلوک ہے جس کو تصوف کہیں یا ولایت، معرفت کہیں یا حقیقت۔ یہی خصوصیت مذہب کی روح، اخلاق کی جان اور ایمان کا کمال ہے جس کی اساس شریعت ہے اور جس کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ مختصر یہ ہے کہ تصوف نام ہے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے مجموعے کا۔ شریعت ایک دستور العمل ہے۔ اس دستور پر عمل کرنے کو طریقت کہتے ہیں۔ اس عمل سے جس راز سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اس کا نام حقیقت ہے اور اس آگاہی کو معرفت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی نظام تزکیۂ نفس و اخلاق اور سلوک کے پروردہ وہ حضرات ہیں جن کو اولیائے کرام کہا جاتا ہے اور جن کی ساری زندگی میں کتاب و سنت کی عملی تصویر نظر آتی ہے۔

یہی وہ باکمال ہستیاں ہیں جن کی شان میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلاشبہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم ہے۔ سید المرسلین خاتم النبین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی شان میں فرمایا کہ اولیائے کرام میری قبا کے نیچے محفوظ و مامون ہیں۔ دوسری جگہ پر حدیث شریف میں ارشاد ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ اِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ یعنی "مرد مومن کی فراست سے ڈرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔" یہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے قلوب کو حق جل شانہٗ کا مقام کہا گیا ہے اور جن کے بارے میں مولانا رومؒ نے فرمایا ہے ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا | او رنشیند در حضورِ اولیا

تزکیہ نفس اس لیے ضروری ہے کہ جب تک انسان کا نفس پاکیزہ اور مطہر نہ ہو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا دل پر سکہ نہ بیٹھ جائے، اس کی روح میں رفعت و طہارت پیدا نہ ہو اور دل میں خشوع و خضوع نہ ہو عبادت کا حقیقی مقصد پورا نہیں ہو سکتا چونکہ عبادت کا تعلق بنیادی طور پر انسان کے قلب سے ہوتا ہے۔

تزکیہ نفس اور صفائی قلب کے لئے اولیائے کرام ذکر الٰہی کی تعلیم دیتے ہیں چونکہ یادِ الٰہی سرمایہ دین، سرمایہ ایمان اور روحِ اسلام ہے۔ ارکان دین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سب کی غایت ذکر اللہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر روح کی غذا ہے۔ آدمی مجموعہ ہے روح اور جسم کا۔ جس طرح بقائے جسم کے لئے کھانے پینے کی ضرورت ہے اسی طرح بقائے روح کے لئے ذکر الٰہی کی ضرورت ہے۔ کلام پاک میں بے شمار آیات ذکر الٰہی کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں۔

۱۔ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ — ۱۔ پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

۲۔ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلٰى جُنُوبِكُمْ — ۲۔ جب تم نماز پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، لیٹے ہوئے۔

۳۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ — ۳۔ مومن وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی عظمت سے متاثر ہوتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں لاتعداد جگہوں پر ذکر الہٰی کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۱: مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ — جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

۲: جب نوافل کے ذریعہ میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں قریب ہو جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے چلتا ہے اور جو کچھ وہ مجھ سے مانگتا ہے میں اس کو دیتا ہوں۔ یہ کس قدر بڑا انعام ہے کہ ذکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں فنائیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ نور باطن سے دیکھتا اور سنتا ہے اور ہر کام باطن کی روشنی میں کرتا ہے اور یہ بہت بڑی دولت ہے جو ذکر الہٰی کی کثرت اور برکت سے حاصل ہوتی ہے۔

آج جب کہ انسانیت حیران و پریشان و سرگرداں ہے۔ وہ کبھی تو اپنی مشکلات کا حل اور اپنے مرض کا علاج کسی "ازم" میں ڈھونڈتی اور کبھی "جمہوریت" یا پناہ تلاش کرتی ہے لیکن دراصل انسانیت کی نجات، فلاح اور بہبود اولیائے کرام، صوفیائے عظام اور بزرگان واجب الاحترام کے کردار، تعلیمات، سیرت اور احوال میں مضمر ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ بزرگان دین کے حالات ترتیب دیئے جائیں تاکہ ہمارے نوجوان اپنی سیرت کی تربیت اور شخصیت کی تعمیر میں ان سے مدد لے سکیں۔

اسلامی تصوف کے مختلف سلاسل ہیں اور ہر سلسلہ کے مختلف طریقے ہیں۔ اور ان تمام سلسلوں کا مقصد ایک ہی ہے یعنی حبِ الہٰی، قربِ الہٰی اور رضاءِ الہٰی۔ ان میں چار سلسلے یعنی چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ اور نقشبندیہ زیادہ مشہور ہیں۔ چشتی

صوفیا سے بڑے بڑے شہنشاہوں نے فیض حاصل کیا۔ سہروردی سلسلے کے صوفیار وقت کے بڑے بڑے خود مختار بادشاہوں اور امراء سے روحانیت کا اعتراف کرانے میں کامیاب ہوئے اور ان سے قریب رہ کر ان کی اصلاح اور اخلاقی رہنمائی کی ۔ قادری بزرگوں نے تو بادشاہوں سے علیحدگی اور دوری کو ہی سکونِ قلب کا ذریعہ سمجھا۔ مگر نقشبندی صوفیار کے نزدیک چونکہ بادشاہ کی زندگی عوامی زندگی پر گہرا اثر ڈالتی ہے اس لئے ان کے روحانی مقاصد میں یہ چیز بڑی نمایاں نظر آتی ہے کہ حاکم وقت کی اصلاح کر کے عوام کے بہبود کی راہیں ہموار کی جائیں جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں" اصلاح بادشاہ اصلاح عالم است" اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "بادشاہِ وقت عوام میں وہی مقام رکھتا ہے جو روح کو انسانی جسم میں حاصل ہے۔ اگر روح ناپاک ہو جائے تو سارا جسم ناپاک ہو جائے گا۔"

میرا ارادہ بہ شرطِ زندگی اور بہ تائیدِ ایزدی چاروں سلسلوں کے اولیائے کرام کے حالات ترتیب دینے کا ہے ۔ زیرِ نظر کتاب میں نقشبندی بزرگان دین کے حالات مرتب کئے گئے ہیں اور میں نے اس کتاب کا نام "صوفیۂ نقشبند" رکھا ہے ۔ اس مجموعے میں جن نقشبندی اولیائے عظام کے حالات قلمبند کئے گئے ہیں ان کے علاوہ اس طریقے کے بے شمار سلسلوں اور خانوادوں کا تذکرہ اس کتاب میں موجود نہیں ہے جن کو انشاء اللہ آئندہ فرصت میں ترتیب دینے کا ارادہ ہے۔

میں نے اس کتاب کو چار بابوں میں تقسیم کیا ہے ۔ پہلے باب میں سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ذکرِ پاک صرف تبرک اور افتتاح مضمون کے طور پر کیا گیا ہے اور اس باب میں اولیائے کرام کے اس سلسلہ عالیہ کے بانی اور پیش رو

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر مبارک ہے جو بوجہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بہ سبب اتباع کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحابہ کرام میں ایک بلند درجہ رکھتے ہیں اور جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت وجلوت کی صحبتوں کا فخر حاصل ہے اور جن سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اکتساب فیض کیا ہے۔ دوسرے باب میں ان بزرگوں کا تذکرہ ہے جو بیرونِ پاک و ہند سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیسرے باب میں ہندوستان کے اور چوتھے باب میں پاکستان کے اس سلسلہ عالیہ کے اصفیاء کے حالات درج کئے گئے ہیں۔

اس تذکرہ میں بزرگان دین کے حالات کی ترتیب الواب اور سنین وفات کے لحاظ سے کی گئی ہے۔

تبلیغِ دینِ متین کے سلسلہ میں میری پہلی تصنیف "اوامر و نواہی"[1] کے نام سے طبع ہوئی جس میں احکام الٰہی کے بارے میں آیاتِ ربانی کو مع ترجمہ جمع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ان احکام سے متعلق احادیث طیبہ مع ترجمہ مجتمع کی گئی ہیں۔ اس کے بعد دوسری تصنیف "تذکرہ علی ہجویری"[2] کے نام سے شائع ہوئی ہے جس میں حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند وعظیم شخصیت کے حالاتِ زندگی بالتفصیل بیان کئے گئے ہیں اور اس تیسری تالیف میں نقشبندی صوفیائے عظام کے حالات زندگی، ان کے اقوال و فرمودات، ان کے رشد و ہدایت کے طریقے اور معمولات، ان کے کمالات و کرامات غرض کہ ان کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کے تمام گوشوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا

لے ملنے کا پتہ ملک دین محمد کشمیری بازار لاہور۔

لے ملنے کا پتہ شعاع ادب چوک انارکلی لاہور

ہے تاکہ آج کے روحانی انتشار کے دور میں انسان کے لئے قلبی سکون کا سامان میسر آسکے۔

میرے جن مخلص اور کرم فرما احباب نے اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں میری اعانت و امداد فرمائی ہے ان سب کا اور خصوصاً اپنے مخلص کرمفرما فاضل محب جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری کا بے حد ممنون ہوں اور صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

آمین

مجھ کو اپنی کم علمی کی بنا پر اس بات کا احساس بھی ہے اور اعتراف بھی کہ اس مجموعہ میں بہت سی غلطیاں اور نقائص ہوں گے لہٰذا قارئین کرام سے ملتمس ہوں کہ ان اغلاط کو بنظر اصلاح ملاحظہ فرمائیں اور اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن کی طباعت کے وقت ان سے استفادہ کیا جاسکے۔

آخر میں اس ذاتِ کبریا کے دربار میں دستِ بدعا ہوں کہ وہ اس کتاب کو مجھ عاصی کے لئے باقیات الصالحات کے طور پر قبول فرمائے اور مجھ کو اور جملہ طالبین حق کو ان تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

ختم شد ۱۴۔ ماہ شعبان ۱۳۹۰ھ
مطابق ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۷۰ء

احقر الانام
(حکیم) سیّد امین الدین احمد عفی عنہ
خلف
عالیجناب مولانا حکیم سید شہاب الدین احمد صاحب
دہلوی مرحوم ۲۲۹۔ شادباغ لاہور

ماخذ

۱۔ حدیقۃ الاولیاء مصنف مفتی غلام سرور لاہوری
۲۔ العتیق مصنف مولوی عبدالحفیظ صاحب چاہ گرم آبہ علی گڑھ
۳۔ صدیق اکبر مصنف مولوی سعید احمد اکبر آبادی پرنسپل مدرسہ عالیہ کلکتہ ندوۃ المصنفین
اردو بازار جامع مسجد دہلی
۴۔ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ مولفہ علامہ نور بخش توکلی
۵۔ حالات مشائخ نقشبند مولفہ مولوی محمد حسن
۶۔ انوار لاثانی مصنفہ صوفی محمد رفیق صاحب
۷۔ مشائخ نقشبندیہ مرتبہ حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ صاحب مدظلہٗ (طبع عبارت)
۸۔ تذکرہ اولیائے نقشبند المعروف بہ سیرتِ پاک شیر ربانی مؤلفہ محمد امین شرقپوری
۹۔ بزرگانِ لاہور مصنفہ پیر غلام دستگیر نامی
۱۰۔ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں مصنفہ محمد دین کلیم
۱۱۔ انوار مرتضوی مصنفہ حکیم حافظ مولوی عبدالرسول صاحب بیربل شریف
۱۲۔ خزینہ معرفت مصنفہ صوفی محمد ابراہیم
۱۳۔ اولیائے نقشبند
۱۴۔ خلافتِ راشدہ۔ پروفیسر عبدالقیوم ایم اے گورنمنٹ کالج لاہور۔ انڈس پبلشنگ ہاؤس
۱۷۔ اردو بازار لاہور۔

۱۔ ماہنامہ سلسبیل "شیخ الطریقت نمبر" بابت ماہ اگست ستمبر ۶۸ء و ماہ اکتوبر ۱۹۶۶ء

۱۔ ماہنامہ آئینہ لاہور بابت نومبر سنہ ء۔

۱۔ انقلاب الحقیقت از حضرت صاحبزادہ محمد عمر بریلوی

۱۔ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار (فارسی) از مولوی امام بخش

۱۔ تاریخ آئینہ تصوف

۲۔ ذکر خیر از مولانا محبوب عالم بیدویؒ

۲۔ الکاویہ علی الغاویہ جلد دوم از حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری۔

بابِ اوّل

۱۔ ذکرِ پاک سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ نعت شریف (از مؤلف)

۳۔ ذکرِ مبارک امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یسٓیں وہی طٰہٰ

(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

وہ ذاتِ اقدس جس نے عبد کا رشتہ معبودِ حقیقی سے ملایا ــ جن کے ادنیٰ اشارے سے نظامِ کائنات درخشندہ اور تابندہ ہو گیا ــ جنہوں نے بتوں کی پرستش کرنے والوں کو مالکِ حقیقی سے روشناس کرایا ــ بادشاہ دو جہاں ہونے کے باوجود جن کے گھر میں چولہا تک نہیں جلتا تھا ــ بیواؤں اور یتیموں کے غمگسار ــ عاصیوں اور گنہگاروں کے سہارا ــ وہ محبوبِ خدا جنہوں نے شبِ معراج قلیل ترین مدت میں اسرارِ کائنات اور رموزِ خداوندی کا معائنہ اور مشاہدہ فرمایا ــ جنہوں نے عرب کے بت پرست جاہلوں کو اپنے خلقِ عظیم سے انسانِ کامل بنا دیا ــ وہ مجسمۂ نور جن کے نور نے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر دیا ــ وہ ساقیٔ کوثر جنہوں نے زمانہ کو تباہی اور بربادی کے غار سے نکال کر نورِ معرفت کے دریا سے سیراب کر دیا ــ وہ رہبرِ اعظم جنہوں نے اپنے غلاموں کو صرف ایک خدا سے ڈرنا سکھایا ــ وہ ہادیٔ عالم جنہوں نے کفر و شرک کی بنیادیں ہلا دیں ــ وہ توحید کے علمبردار جن پر نبوت ختم کر دی گئی ــ وہ سراپا نور جن کے وادیٔ فاران میں تشریف لانے سے

دنیا کا ذرہ ذرہ چمک اٹھا ـــــ وہ نبی آخر الزمان جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دعائیں مانگیں ؎

فرش والے تیری شوکت کا عُلو کیا جانیں

خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

وہ پیغمبر انس و جان، سرور دو جہاں جن کی شان میں خود رب العلمین جل شانہٗ وعز اسمہٗ نے لہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرما کر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم پر فضیلت بخشی ـــــ وہ راحت خستہ دلاں، رحمت عاصیاں جن پر لہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا کی رحمت کی بارش کی گئی ـــــ وہ مہر سپہر پیغمبری، ماہ سمائے دلبری جن کی شان میں خدائے لم یزل نے لہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ارشاد فرمایا ـــــ وہ مرہم ناسور جگر، آرام دلہائے مضطر جن کو لہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کے القاب سے نوازا گیا ـــــ وہ سرور کائنات، فخر

ترجمہ لہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ لہ بیشک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو لہ ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا لہ تمہارے پاس عظیم الشان رسول جو تم ہی میں سے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے تم لوگوں کی نفع رسانی کے کمال درجہ طالب و شائق ہیں وہ مومنوں سے بہت پیار کرنے والے اور ان پر ہمیشہ رحم کرنیوالے ہیں۔

موجودات، منبع برکات، مجمع حسنات جن کو ؁ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔ وہ خلیل جلیل رحمٰن، دلیل سبیلِ عرفان جن کو ؂ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی نعمت سے نوازا گیا۔ وہ مشعلِ بزمِ صفا، چراغ خانہ وفا، امام رُسل و انبیاء، باعث قیام ارض و سماء، وہ جانِ اجتبا، شانِ اصطفیٰ، سید انبیاء، مسندِ اصفیا جن کو ؃ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کی دولت بخشی گئی ــــ وہ گلشنِ نبوت، بوئے چمن فتوت، شمس فلک شہامت، قمر چرخ کرامت، مفتاح خزائن رحمت مصباح محافل راحت جن کو ؄ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کی ثروت سے مالا مال فرمایا گیا ــــ وہ جمال چہرہ خوبی، کمال مرتبۂ محبوبی، عالم علوم باطنی، واقف اسرار نہانی جن کو ؅ وَيُزَكِّيْهِمْ کے ارشادِ گرامی سے فضیلت بخشی گئی، ــــ وہ رسول الثقلین، نبی الحرمین جن پر ؆ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کی مہر لگائی گئی۔ وہ شفیع المذنبین، انیس الغریبین، رحمۃ للعالمین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین، شمس العارفین جن کے بارے میں خالق کون و مکان نے ؇ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ

ترجمہ ۱؎ ہم نے آپ کو جملہ انواع انسانی کے لئے بھیجا ہے۔ ۲؎ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا ہے۔ ۳؎ کیا ہم نے آپ کے سینے کو نہیں کھول دیا۔ ۴؎ جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے ۵؎ وہ رسول مسلمانوں کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک کرتے ہیں ۶؎ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاجود پر نبوت کو ختم کر دیا گیا ۷؎ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں اور جو پھندے ان پڑے تھے وہ کھول دیتے ہیں۔

وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ کی آیت مقدسہ نازل فرمائی۔

وہ کان عرفان، جان احسان، نور رحمان، فضل یزداں، شمع عرفاں، رجم شیطان، شاہ عالم، ماہ اعظم، نور انوار قدم، صاحب فضل وکرم، شاہ اسریٰ، ماہ اقصیٰ، شان شوکت، آن رفعت، شمس رحمت، ماہ راحت، کالی کملی والے، والیل کی زلفوں والے والشمس کے رخ انور والے بی بی آمنہ کے راج دلارے، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے محبوب شوہر — خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشفق باپ، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چچازاد بھائی، سید اشباب اہل الجنہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقدس نانا کی شان کون بیان کرسکتا ہے — اگرچہ آپ کی سیرت کے بارے میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن آپ کی مدح وثنا، اور تعریف وتوصیف کوئی بیان نہیں کرسکتا ہے

کیا جانے کوئی عظمت ورفعت رسول کی
اللہ جانتا ہے حقیقت رسول کی!

سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ اللعلمین سرور انبیاء محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت[1] باسعادت بوقت صبح صادق بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول عام الفیل[2] میں مکہ معظمہ میں ہوئی — آپ کی والدہ ماجدہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام

[2] یعنی وہ سال جس میں ابرہتہ الاشرم حاکم یمن نے ہاتھیوں کی فوج سے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔

کا اسم گرامی حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور والد ماجد کا اسم شریف حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھا۔ چالیس سال کی عمر تک آپ غار حرا میں مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے — چالیس برس کی عمر میں آپ پر قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اس کے بعد خداوند قدوس کے ارشاد کے مطابق آپ نے اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت دی — ابتدا میں کفار نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں مگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرض کی ادائیگی میں ثابت قدم رہے اور تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں رہ کر اسلام کی تبلیغ فرمائی — جب مخالفت حد سے بڑھ گئی تو حضور نے اپنے جان نثاروں کے ساتھ مدینہ شریف کو ہجرت فرمائی اس وقت آپ کی عمر ترپن سال کی تھی — وہاں بھی کفار نے آرام نہ لینے دیا اور اسلام سے دشمنی کے باعث بر سر پیکار ہوئے۔ آپ بھی ارشاد خداوندی کے مطابق مدافعت کے لئے تیار ہو گئے — آخر خداوند پاک نے اپنا وعدہ پورا فرمایا — مسلمانوں کو کفار کے مقابلہ میں فتح و نصرت بخشی اور ایک دن وہ آگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فاتح اور ظفر مند ہو کر مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ تمام قبائل عرب نے اطاعت قبول کی اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے —

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ تمام اولیاء اللہ، غوث، اقطاب و ابدال آپ کی وساطت سے ہی فیضان الٰہی حاصل کرتے ہیں اور یہ تمام ستارے اسی آفتاب کی بدولت روشن ہیں آپ ہی کی فیضان صحبت سے ایسی ایسی ہستیاں پیدا ہوئیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا

بجایا اور معرفت وعرفان کے دریا بہادیئے۔

آپ نے تریسٹھ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاوّل کو بروز دوشنبہ وصال فرمایا
آپ کا روضہ اطہر مدینہ منورہ میں زیارت گاہ خلائق و ملائک ہے ؎

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ مے آید جنید و بایزید ایں جا

نذرانہ عقیدت بہ بارگاہِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وسلم

(از مؤلف حکیم سید امین الدین احمد عفی عنہ)

دل میں الفت آپ کی ہے رحمۃ للعٰلمین
اک سرور سرمدی ہے رحمۃ للعٰلمین

غیر ممکن ہے کہ ہم آزادِ بند غم نہ ہوں
آپ سے وابستگی ہے رحمۃ للعٰلمین

حشر کے دن سایۂ دامانِ رحمت ہو نصیب
آرزو اپنی یہی ہے رحمۃ للعٰلمین

پی رہا ہے اسقدر ہی میکدے سے آپکے
جسکو جتنی تشنگی ہے رحمۃ للعٰلمین!

دید کرنا، در پہ مرنا، جان دینا، لوٹنا
ہر تمنا قیمتی ہے رحمۃ للعٰلمین

آپ کے جلوؤں کی تابانی کا صدقہ چارسو
روشنی ہی روشنی ہے رحمۃ للعٰلمین

خواب ہی میں آپ آجائیں خدا کیواسطے
مجھکو شوق دیدنی ہے رحمۃ للعٰلمین

گوہر مقصود سے بھر دیجئے دامن مرا
آپ کے ہاں کیا کمی ہے رحمۃ للعٰلمین

حق سے ملنا چاہتا ہے اب امینؔ ہوشمند
جستجو اب آپ کی ہے رحمۃ للعٰلمین

سیدنا امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام و نسب آپ کا اسمِ گرامی عبد اللہ۔ کنیت ابوبکر لقب صدیق تھا۔ قریش کے معزز خاندانِ تیمی سے تھے اور اس طور پر حضرت ابوبکر کا شجرہ ساتویں پشت میں (مرہ) تک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ تھی فتح مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو حضرت ابوبکر اپنے والد ابو قحافہ کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اسوقت ان کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید ہو چکے تھے رحمت عالمؐ نے دیکھا تو فرمایا تم نے ان کو کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس جاتا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے تشریف لے جانے سے ان کا آپ کے پاس آنا بہتر ہے۔ اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور مشرف باسلام کیا انھوں نے بڑی طویل عمر پائی اور ۱۴ھ میں ۹۷ برس کی عمر میں وفات پائی اس طرح ابو قحافہ پہلے شخص ہیں جو ایک خلیفہ کے وارث ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سلمیٰ اور کنیت ام الخیر تھی خاندانی رشتہ سے اپنے شوہر کی چچازاد بہن بھی ہوتی تھیں حضرت ام الخیر بنت صخرا اپنے شوہر سے بھی پہلے اسلام لے آئی تھیں۔ انہوں نے بھی طویل عمر پائی حضرت ابوبکرؓ کے بعد اور ابو قحافہؓ سے پہلے وفات پائی۔

عتیق اور صدیق کہلانے کی وجہ طبری نے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر تین بھائی تھے اور ان کے نام عتیق، معتق، عُتیق، تھے لیکن جامع الترمذی میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکرؓ جناب رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیکھ کر فرمایا انت عتیق اللہ من النار (تم اللہ کی طرف سے دوزخ سے آزاد ہو)

ابن اثیر نے یہ وجہ لکھی ہے قیل لہ عتیق لِرِقَّۃِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ یعنی حسن وجمال کی خوبی کے باعث آپ کو عتیق کہتے تھے لغوی معنی کے اعتبار سے یہ دونوں توجیہات درست معلوم ہوتی ہیں کیونکہ عتیق کے معنی ہیں آزاد او خوبصورت کے۔

صدیق کہلانے کی وجہ صدیق آپ کا دوسرا لقب تھا جس کی وجہ یہ تھی جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ میری قوم میں اس واقعہ کی تصدیق کون کرے گا تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے، وہ صدیق ہیں مستدرک نے حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ مشرکین مکہ والد ماجد کے پاس آئے اور کہنے لگے تمہارا دوست کہتا ہے کہ گذشتہ شب آسمانوں کی سیر کر کے آیا ہے۔ والد ماجد نے فرمایا کیا تم کہتے ہو یا حضور نے ایسا فرمایا ہے؟ وہ بولے ہاں ہاں تمہارا دوست یوں کہتا ہے، آپ نے فرمایا سرکار دوعالم بالکل سچے ہیں اگر وہ صبح و شام آسمانوں کی اطلاعات دیں تو بلا تردد تصدیق کر دوں گا چنانچہ اس کے بعد آپ لقب صدیق سے مشہور ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں پرورش پائی وہیں جوان ہوئے اپنی برادی میں سب سے زیادہ مالدار تھے قبول اسلام کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے جو تمام تبلیغ و اشاعت دین اسلام پر خرچ کر دیئے —— آپ کا پیشہ تجارت تھا اس سلسلہ میں آپ کئی بار ملک شام و یمن میں تشریف لے گئے پہلا سفر اٹھارہ برس کی عمر میں کیا۔ زمانہ جاہلیت میں بڑے پیمانے پر کپڑے کی تجارت کرتے تھے

اپنی قوم میں صاحب عزت و مرتبت تھے عرب قبائل میں باقاعدہ کوئی بادشاہ نہیں ہوتا تھا قریش سب سے ممتاز تھے اس لئے اس قبیلہ کی مختلف شاخوں نے مختلف خدمات اپنے ذمہ لے رکھی تھیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ عقل و فہم، اصابت رائے اور حلم و بردباری میں مشہور تھے اس لئے اشناق کی خدمات ان کے سپرد تھی یعنی اگر کوئی واقعۂ قتل ہو جاتا تھا تو قاتل سے دیت یا خون بہا لینے کا معاملہ حضرت ابوبکرؓ سے متعلق ہوتا تھا اگر آپ قاتل کی طرف سے ضامن بن جاتے تو اس کا اعتبار ہوتا

تھا کسی اور کی ضمانت معتبر نہیں تھی علم الانساب و اخبار کے ماہر تھے ایک روائت ہے کہ شعر بھی کہتے تھے مگر قبول اسلام کے بعد شعر گوئی ترک کر دی تھی، ابن سعد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرثیہ میں آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی فطرت چونکہ سعید تھی اس لئے آپ عہد جاہلیت میں بھی اخلاق حمیدہ کے متصف تھے اس زمانہ میں بھی کبھی آپ نے ام الخبائث سے منہ نہیں لگایا اور شراب نوشی سے نفرت تھی جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ابونعیم کے حوالہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "لقد حرّم ابوبکر الخمر علی نفسہ فی الجاھلیۃ"

حضرت ابوبکرؓ نے عہد جاہلیت میں بھی شراب اپنے اوپر حرام کر رکھی تھی، ابن عساکر نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک بار صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت کیا کہ آپ نے کبھی زمانہ جاہلیت میں شراب پی ہے آپ نے فرمایا بخدا میں نے کبھی شراب نوشی نہیں کی چونکہ شراب نوشی سے عزت و آبرو ختم اور مروت جاتی رہتی ہے اس واقعہ کی اطلاع جب حضورؐ کو ہوئی تو آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ سچے ہیں ابوبکرؓ سچے ہیں قمار کی مجلس میں شریک نہیں ہوئے کسی بت کے آگے سر کبھی خمیدہ نہیں ہوا حالانکہ شراب جوا، اور بت پرستی عربوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے علاوہ غریبوں کی خبر گیری بے کسوں اور اپاہجوں کی مدد، مسافر نوازی اور مہمان داری، آپ کے خاص اوصاف تھے شرف اسلام سے مشرف ہوئے تو ان اوصاف پر اور جلا ہوئی اور آپ

مکارم، محامدِ اخلاق کے پیکر اتم بن گئے۔

ولادت باسعادت آپ ام القریٰ مکہ معظمہ میں عام فیل سے (یعنی وہ سال جس میں ابرہتہ الاشرم حاکم یمن نے ہاتھیوں کی فوج لے کر مکہ پر چڑھائی کی تھی) دو سال چھ ماہ بعد اور آغاز ہجری سے پچاس سال اور چھ ماہ قبل ۵۷۳ء بروز دوشنبہ پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سرور عالمؐ سے ڈھائی سال عمر میں چھوٹے تھے (بحوالہ شیخ ابن حجر مصنف اصابہ)

قبولِ اسلام کتب تواریخ شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے سن شعور سے جناب رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور حتی الامکان سفر و حضر میں ہمرکاب رہتے تھے۔ اور شرفِ اسلام سے کافی عرصہ پیشتر رابطہ اتحاد قائم تھا۔ حافظ ابن حجر نے میمون بن مہران کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نور رسول اللہؐ پر بحیرۂ راہب کے واقعہ کے بعد ہی سے ایمان لے آئے تھے۔ اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ غالباً حضرت ابوبکر بھی سفر شام میں آنحضرتؐ کے ہمراہ تھے۔ اس کے علاوہ آنحضرتؐ اور حضرت خدیجہؓ میں نکاح کی گفتگو ہوئی تھی اس میں بھی حضرت ابوبکرؓ شامل تھے۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان دوستانہ تعلقات بہت دیرانہ تھے۔ اسلام کے بعد یہ تعلق اتنا گہرا ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

ہم پر کوئی دن ایسا نہ گزرا جبکہ آنحضرت ہمارے گھر صبح و شام نہ آتے ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ کے قبولِ اسلام کے متعلق روایت ہے کہ آنحضرتؐ پر پہلی مرتبہ جب وحی نازل ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ اس وقت تجارت کی غرض سے یمن گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو سردارانِ قریش ملنے گئے حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کوئی نئی بات؟ ان لوگوں نے کہا ہاں ایک نئی بات ہے کہ ابوطالب کا یتیم بچہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کا دل تڑپ اٹھا۔ سردارانِ قریش رخصت ہو گئے تو آپ سیدھے خدمتِ نبوی

میں حاضر ہوئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعثت کے بارے میں سوال کیا اور اس جلسہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ ابونعیم و ابن عساکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما دعوت احدا الی الاسلام الا کانت لہ عنہ کبوۃ وتردد ونظر الا ابابکر ما علم عنہ حین ذکرتہ وما تردد فیہ (فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کو میں نے اسلام کی طرف بلایا اور اس نے ابتداء میں تردد و توقف نہ کیا ہو مگر ابوبکر کہ جب میں نے ان کو دعوت اسلام دی بلا تامل ایمان لائے (ابن ہشام)

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ نے دلائل و آثار کو پہلے ہی سے تحقیق کر لیا تھا اور اس معاملہ میں کوئی وسوسہ باقی نہیں رہا تھا اس لئے جس وقت حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر اسلام پیش کیا آپ نے فوراً قبول فرما لیا۔

حضرت ابوبکرؓ کے قبول اسلام سے متعلق بعض پیش گوئیاں، خواب صادقہ اور ہدایت الٰہیہ۔

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ملک یمن کی طرف گیا تو مجھ کو قبیلہ ازد سے ایک شخص کے مکان پر ٹھہرنے کا اتفاق ہوا یہ شخص بڑا عالم و فاضل تھا اور اس کی عمر ساڑھے تین سو سال کی تھی اس نے

کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم مکہ کے رہنے والے ہو اور قبیلہ بنی تیم سے ہو، میں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اس نے کہا میں تم سے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے اس بڈھے نے کہا تم اپنے شکم کو برہنہ کر دیں نے کہا کیوں اس نے کہا مجھے یقیناً معلوم ہے کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہو گا اور دو شخص اس کی معاونت کریں گے ایک نوجوان ہو گا دوسرا مسن، نوجوان شخص شدائد اور بڑی سے بڑی سختیوں کو برداشت کرے گا ان کو دفع کرے گا مسن شخص گورا دبلا پتلا آدمی ہے اور شکم پر تل ہے اس کی بائیں ران پر بھی ایک نشان ہے۔ بس مجھے اب وہ تل دیکھنا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق نے اپنے شکم کا تل جو ناف سے اوپر تھا دکھایا تب اس نے کہا واللہ وہ مسن شخص تمہیں ہو۔

خواب صادقہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ملک شام تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک نور اترا اور کعبہ کی چھت پر گرا اور اس نور کا تھوڑا حصہ اہل مکہ کے گھروں میں پہنچا اور بالآخر وہ نور فراہم ہو کر پہلے کی مثل یکجا ہو گیا بعدہٗ وہ کل نور میرے گھر میں آگیا اور میں نے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ صبح کے وقت میں نے ایک یہودی عالم سے اس کی تعبیر دریافت کی مگر وہ نہ بتا سکا کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ ملک شام گیا اور بحیرا راہب کے پاس گیا اور اس سے خواب کی تعبیر پوچھی بحیرا نے خواب کا حال سن کر دریافت کیا تو کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ میں نے اپنا تعارف کرایا تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم میں ایک پیغمبر پیدا کرے گا اور تو اس کی زندگی میں وزیر ہو گا اور بعد وفات کے

خلیفہ ہوگا بعدہٗ حضرت صدیقؓ مکہ واپس آگئے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز بعد بعثت کے، حضرت ابوبکرؓ کو دعوت اسلام دی تو آپ نے نبوت کا ثبوت طلب کیا اور حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کا خواب دیکھنا یہودی عالم بحیرا کا جواب دینا کل واقعات بیان فرما دیئے حضرت ابوبکرؓ نے سنتے ہی اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ پڑھ کر بیعت اسلام کی۔

سب سے پہلا مسلمان

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ سب سے پہلا مسلمان کون ہے اس بحث میں مختلف روائتیں ہیں بعض روایتوں میں حضرت علیؓ اور بعض میں زید بن حارثہؓ کو یہ شرف دیا گیا ہے محدثین نے تطبیق اس طرح دی ہے جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ بچوں میں حضرت علیؓ، اور غلاموں میں زید بن حارثہؓ سب سے پہلے اسلام لائے: چنانچہ عمار بن یاسرؓ کا بیان ہے کہ میں نے جب پہلی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس وقت آپ کے ساتھ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور ایک ابوبکرؓ تھے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ان پانچ غلاموں اور عورتوں کے نام یہ بتائے ہیں بلالؓ، زید بن حارثہؓ، عامر بن فہیرہؓ، ابوفکیہہؓ، یاسرؓ۔ خدیجہؓ اور سمیہؓ والدہ عمار بن یاسرؓ۔ لیکن ابھی ایک اشکال یہ بھی باقی رہتا ہے کہ حضرت سعد بن وقاصؓ کا دعویٰ اپنے متعلق

یہ ہے کہ جس روز میں نے اسلام قبول کیا اس روز کوئی بھی اسلام نہیں لایا تھا اور میں سات دن اس طرح رہا کہ میں تین مسلمانوں میں سے ایک تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعدؓ کا اسلام حضرت ابوبکرؓ کے اسلام پر مقدم تھا۔

علامہ کرمانی نے اس اشکال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اسی دن صبح کو اسلام لائے ہوں اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے شام کو اسلام قبول کیا ہو اور ان کو حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانے کی خبر نہ ہو۔

مسلسل رفاقت

علمائے سیر و محدثین کا اس امر کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ قبول اسلام سے لیکر تا وصالِ نبویؐ سفر و حضر میں ہمیشہ حضور کے ساتھ رہے البتہ حج و جہاد میں بعض اوقات آپ کی اجازت سے صحبت میں نہ رہ سکے اس کے علاوہ جملہ اوقات آپ کے ساتھ رہے۔

ہجرت کی رات اہل و عیال کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کے لئے رسول اللہؐ کی رفاقت اختیار کی۔ غارِ ثور میں پہلے داخل ہو کر اس کی صفائی کی اور پھر اپنے محبوب و محترم کو داخل کیا۔ اس سفر مقدس میں تمام حضرات کو مول لیکر جان نثاری کا حق ادا کیا۔ جب تک غارِ ثور میں رہے آپ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر لائیں اور حضورؐ کو کھلاتی رہیں۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ رات کو غار کے منہ پر پہرہ دیتے رہے اور دن کو قریش مکہ کی مجالس میں بیٹھکر اسلام کے خلاف منصوبے معلوم کر کے رات کو آکر رسول اللہؐ کو آگاہ کرتے اور آپ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ اسی جنگل میں آپ کی سواری کے اونٹ چراتے اور شام کو اونٹنی کا دودھ دوہ کر پیش کرتے گویا

کہ آپ کا پورا پورا کا پورا خاندان جناب محمدؐ الرسول اللہ کا خدمت گزار اور وفادار تھا (مدارج النبوت ارشاد عبد الحق محدث دہلویؒ) اس کے علاوہ جنگ بدر میں حضورؐ کی پاسبانی کا فریضہ سرانجام دیا اور آج بھی روضۃ من ریاض الجنۃ میں حضورؐ کے ساتھ آرام فرما ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چند خصوصیات

نگاہ نبوی نے جن خوش قسمت انسانوں کو اپنے التفات سے نوازا ہے ان میں ایک سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں جن کو مردوں میں پہلا مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہے ــــ آپ اتنی جامع شخصیت ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کے بعد آپؓ کی افضلیت پر امت کا اجماع ہے ــــ آپ کے خاندان کو یہ شرف حاصل ہے۔ کہ آپ کی مسلسل چار پشتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک سے فیض حاصل کیا۔ وہ اس طرح کہ آپ کے والد محترم حضرت عثمان ابو قحافہؓ صحابی، آپؓ خود صحابی، آپ کے بیٹے محمدؓ[1]، عبد الرحمٰن[2]، عبد اللہ[3] اور آپ کے پوتے ابو عتیقؓ صحابی ــــ اسلام میں سب مردوں سے پہلے حافظ قرآن اور خواتین میں سے آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حافظ قرآن ــــ سب سے پہلے آپ ہی نے قرآن مجید جمع کیا ــــ غزوہ تبوک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زمانہ کے لحاظ سے آخری، تیاری اور سامان کے لحاظ سے سب سے بڑا۔ اور حریف کی شوکت کے اعتبار سے سب سے اہم غزوہ تھا اس غزوہ میں لشکر اسلامی

کا سب سے بڑا منصب "صاحب اللواء" حضرت ابو بکرؓ کو ہی عطا ہوا۔

۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی کو اپنا قائم مقام اور امیر حج مقرر فرما کر مکہ معظمہ بھیجا اور حکم دیا کہ منٰی میں اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد خدا کے گھر میں اس کے باغیوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کو آپ ہی کی زیر سیادت سورۂ براۃ کی آیات جو اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھیں سنانے کے لئے مامور فرمایا، چنانچہ یہ حج حج ابو بکرؓ کے نام سے ہی تاریخ میں مشہور رہے ۔۔ مرض وفات میں جماعت صحابہ کی امامت کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو ترجیح دی اور جب حضرت صدیقؓ کی عدم موجودگی کی وجہ سے بعض صحابہ نے حضرت عمرؓ کو آگے بڑھا دیا اور ان کی آواز جو کافی بلند تھی حضور کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے غصہ ہو کر فرمایا نہیں، نہیں، نہیں، ابن ابی قحافہ (حضرت ابو بکرؓ) ہی نماز پڑھائیں۔ جس قوم میں ابو بکرؓ موجود ہوں کسی اور کو امامت زیب نہیں دیتی (ابو داؤد و ترمذی) یہ وہ اوصاف ہیں جو سوائے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے کسی صحابی رسولؐ کو حاصل نہیں

ابتلا و آزمائش

حضرت ابو بکرؓ نے اسلام کی پہلی صدائے توحید پر اس وقت لبیک کہا جبکہ مکہ کی پوری سرزمین اس دعوت ربانی کی مخالفت اور اس کے داعی اور حامی کی دشمنی کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ جیسی با اثر اور ذی وجاہت شخصیت بھی جب اس دین حق اور اس کے داعی کی نصرت وحمایت کے لئے سامنے آگئی تو مخالفوں اور دشمنوں کی

آتش غیض و غضب بھڑک اٹھی۔

شیخ المحب الطبری نے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے۔ کہ جب ابتدائے اسلام میں مکہ میں آنحضرتؐ کے پاس ۳۹ مسلمان ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اصرار کیا کہ اپنے آپ کو ظاہر کیا جائے مگر آنحضرتؐ نے فرمایا ہم ابھی تھوڑے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر اصرار کیا اور آنحضرتؐ نے پھر انکار فرمایا یہاں تک کہ آں حضرتؐ آمادہ ہو گئے۔ اب جتنے مسلمان تھے مسجد میں آکر بیٹھ گئے ابوبکرؓ خطبہ دینے کھڑے ہوئے آنحضرتؐ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں مشرکوں کو خبر ہو گئی۔ انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو نہایت ظالمانہ طریقہ پر زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ عتبہ بن ربیعہ ایک نہایت ظالم اور شقی شخص تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو اس بے دردی کے ساتھ مارنا شروع کر دیا کہ ناک چپٹی ہو کر چہرے سے مل گئی۔ بنو تیم کو جو حضرت ابوبکرؓ کا قبیلہ تھا خبر ہوئی تو دوڑے ہوئے مسجد میں آئے اور مشرکوں کو وہاں سے ہٹا کر حضرت ابوبکرؓ کو ان کے گھر لے گئے ان لوگوں کو اب حضرت ابوبکرؓ کی موت میں کوئی شک نہیں رہا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بے ہوش پڑے ہوئے تھے تھوڑی دیر میں ان کو ہوش آیا اور بنو تیم اور ان کے والد ابو قحافہؓ نے ان سے بات کرنی چاہی تو انہوں نے پوچھا رسول اللہؐ کا حال کیا ہے بنو تیم کو اس پر غصہ آگیا اور وہ ان کو ملامت کرتے ہوئے چل دیئے اب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی والدہ ام الخیرؓ سے یہی سوال کیا کہ رسول اللہؐ کیسے ہیں؟ مگر ان کو بھی معلوم نہیں تھا آخر حضرت عمرؓ کی بہن ام جمیلؓ آئیں اور ان سے جب یہ معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ

بخیر و عافیت ہیں اور دار ارقم میں ہیں تو اطمینان ہوا مگر ساتھ ہی یہ فرمایا میں اس وقت تک کچھ نہیں کھاؤں گا اور پیوں گا جب تک خود چل کر محمدؐ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لوں گا۔ میں نے اس کی قسم کھالی ہے چنانچہ اسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ ام جمیلؓ اور اپنی والدہ ام الخیرؓ کے سہارے سے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چہرہ انور دیکھتے ہی گر پڑے اور اسے بوسہ دیا آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی یہ حالت دیکھی تو آپ کا بھی دل بھر آیا آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی والدہ ام الخیرؓ نے بھی اسی دن اسلام قبول کیا۔

اسلام کے لیے ایثار و قربانی

یہ دور پیروان اسلام کے لئے نہایت پر آشوب اور حد درجہ صبر آزما تھا خود آنحضرتؐ اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کے جان نثاروں کو اس قدر شدید تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں کہ آج ان کے تصور سے بھی جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ لیکن اسلام وہ نشہ نہیں تھا جسکو جسمانی تکلیفوں کی ترشی اتار سکتی۔ حضرت ابوبکرؓ کو اپنی تو چنداں فکر نہیں تھی البتہ اس بات کا برابر خیال رکھتے تھے کہ حضور سرور عالمؐ کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے جب کبھی کوئی واقعہ پیش آتا فوراً موقعہ پر پہنچ جاتے اور آپ کی مدد کرتے چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ کعبہ میں تقریر کر رہے تھے کہ مشرکین آپؐ پر حملہ آور ہو گئے اور اس قدر گستاخی کی کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے حضرت ابوبکرؓ نے بڑھ کر کہا کم بختو! کیا تم صرف اس لئے ان کو قتل کر دو گے کہ یہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں

ایک دفعہ آنحضرتؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی

محیط ادھر آ گیا اس نے اپنی چادر آنحضرتؐ کی گردن میں ڈال کر اس کو اس طرح بل دیئے سردارِ دو عالم کا دم گھٹنے لگا اتنے میں حضرت ابوبکرؓ بھی پہنچ گئے عقبہ کو کاندھوں کے بل دھکا دے کر وہاں سے ہٹا دیا اور بولے ارے ظالمو! کیا تم اس کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔

مسند بزار میں حضرت علیؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ قریش نے آپؐ کو گھیر رکھا تھا کوئی آپؐ کو پکڑ کر کھینچتا کوئی دھکا دیتا اور سب یہ کہہ رہے تھے کہ تو وہی ہے جس نے سب خداؤں کو ملا کر ایک کر دیا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ منظر اس قدر بھیانک تھا کہ ہم میں سے کسی کو آنحضرتؐ کے پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی البتہ حضرت ابوبکرؓ آگے بڑھے اور انھوں نے قریشیوں میں سے کسی کو دھکا دیا کسی کو پیچھے ہٹایا یہ سب کچھ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے بدبختو! کیا تم اس کو قتل کرو گے جو اللہ کو اپنا رب کہتا ہے

غلاموں پر قریش کے مظالم اور حضرت ابوبکرؓ کی دادرسی

دعوتِ اسلام کے اس پر آشوب دور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ آنحضرتؐ کے دستِ راست اور قوت بازو تھے جنہوں نے زندگی کا ہر سانس دعوت ربانی کی نشر و اشاعت اور اس کے استحکام و تقویت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ایک طرف تو وہ ناموران قریش کو اسلام کی تبلیغ کرتے تھے دوسری جانب غریب و بیکس غلاموں کی دادرسی اور گلو خلاصی اپنے مال سے کرتے تھے جو دعوتِ حق قبول

کر لینے کے جرم میں قریش کے ظلم وستم کا سب سے بڑا نشانہ تھے۔

حضرت بلال حبشیؓ اسلام کے سب سے پہلے موذن نسلاً حبشی اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ امیہ ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ عرب کی زمین آگ کا تنور بن جاتی تھی۔ حضرت بلالؓ کو اسی تو سے پر لٹا دیتا اور پھر پتھر کی ایک چٹان سینے پر رکھ دیتا تاکہ جنبش نہ کر سکیں اور ان سے کہتا کہ اسلام سے توبہ کرو ورنہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جاؤ گے۔ لیکن بایں ہمہ حضرت بلالؓ فرماتے احد احد یعنی خدا ایک ہے پھر یہ شقی ان کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیتا جو اسی حالت میں ان کو سڑکوں پر گھسیٹتے پھرتے لیکن اس عالم درد وکرب میں بھی زبان مبارک سے احد احد ہی نکلتا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ مظالم دیکھے تو امیہ بن خلف سے حضرت بلالؓ کو خرید کر اللہ کے لئے آزاد کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا۔ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا۔

عامر بن فہیرہؓ طفیل بن عبداللہ جو حضرت عائشہؓ کے ماں شریک بھائی تھے ان کے غلام تھے حضرت بلالؓ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا ان کو بھی سخت شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ نہایت استقلال اور پامردی کے ساتھ اسلام پر قائم رہے حضرت ابوبکرؓ کو جب ان پر کئے گئے مصائب و آلام کا علم ہوا تو ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت ابوفکیہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے جب اسلام کی صدا

کفر شکن مکہ میں بلند ہوئی تو فوراً مسلمان ہو گئے تھے ان پر بھی سخت مظالم کئے جاتے تھے صفوان آتش خیز دوپہر میں تپتے ہوئے ریت پر منہ کے بل اوندھا لٹا دیتا اور پھر کمر پر ایک بھاری پتھر رکھ دیتا تاکہ جنبش نہ کر سکیں حضرت ابو فکیہؓ تاب نہ لاکر بے ہوش ہو جاتے تھے ایک روز ان کو اس قدر بیدردی سے مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہو گئے حضرت ابو بکرؓ کا ادھر سے گزر ہوا آپ سے یہ حالت دیکھی نہ گئی فوراً ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت لُبَینہؓ حضرت عمر فاروقؓ کے گھرانے کی باندی تھیں ابھی حضرت عمرؓ اسلام نہیں لائے تھے کہ یہ مشرف باسلام ہو چکی تھیں ان کو اس بیدردی سے مارتے تھے کہ جب مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے کہ میں ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔ لیکن حضرت لبینہؓ نہایت استقلال و پامردی سے جواب دتیں "اگر تم نے اسلام قبول نہیں کیا تو اللہ اس کا بدلہ لے گا۔

حضرت زنیرہؓ یہ بھی حضرت عمرؓ کے گھرانے کی باندی تھیں۔ اسلام سے قبل حضرت عمرؓ ان کو بھی بہت ستاتے تھے ابوجہل نے ان کو ایک مرتبہ ایسا مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں جب حضرت ابو بکرؓ کو ان کے مصائب و شدائد کا علم ہوا تو ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت نہدیہؓ اور ام عبیسؓ یہ دونوں بھی کنیزیں تھیں قبول اسلام کے جرم میں ان پر بھی سخت جبر و تشدد کیا جاتا تھا آخر صدیقی جود و کرم کے دست غریب نواز نے ان ستم رسیدوں

کو بھی غلامی سے نجات دلائی حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ سورہ واللیل کی آخری پانچ آئتیں حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں چونکہ آپ نے تقریباً سات غلاموں جن پر ان کے آقا مظالم کرتے تھے خرید کر آزاد فرمایا (طبرانی)

حضرت ابوبکر جب اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے لیکن جب مدینہ پہنچے تو صرف پانچ ہزار درہم رہ گئے تھے۔ باقی سب رقم اللہ کے راستے میں خرچ کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے حضرت ابوبکر پر سلام بھیجا

غزوۂ تبوک میں حضورؐ نے اپنے جانثاروں سے چندہ کی اپیل کی تو صحابہ کرامؓ نے اپنی حسب استطاعت خدمات پیش کیں۔ حضرت عثمان نے دس ہزار مجاہدین کے لئے ساز و سامان، دس ہزار نقد اور نو سو اونٹ اور سو گھوڑے بمعہ ساز و سامان کے پیش کئے۔ حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ میں نے چاہا کہ اس بار حضرت ابوبکر سے سبقت لے جاؤں چنانچہ میں نے اپنے گھر کا آدھا مال لا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ شمع نبوت کا پروانہ اپنے گھر کا سارا اثاثہ لیکر حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ پر سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ آپؐ صدیق اکبرؓ سے پوچھئے کہ وہ اس عالم فقر میں اللہ سے راضی ہیں یا ناراض ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ اس پیغام کی لذت سے وجد میں آکر کہنے لگے میں اپنے رب سے راضی ہوں میں اپنے رب [illegible] راضی ہوں میں اپنے رب سے راضی ہوں۔

فریضہ خدمت خلق

مدینہ طیبہ کے مضافات میں ایک نابینا عورت رہا کرتی تھی اس کی خدمت کے لئے کوئی قریبی رشتہ دار نہ تھا حضرت عمرؓ کا معمول تھا کہ وہ ہر روز صبح و شام حاضر ہو کر اس کے گھر جھاڑو دیا کرتے تھے۔ پانی بھرتے اور دیگر کام کر دیتے۔ ایک دن آپ تشریف لائے تو کیا دیکھا کہ وہ سارا کام کوئی شخص پہلے ہی کر گیا ہے دوسرے اور تیسرے روز بھی ایسا ہی ہوا چنانچہ ایک روز آپ بہت سویرے تشریف لائے تاکہ یہ دیکھ سکوں کہ یہ پراسرار شخص کون ہے تھوڑی دیر کے بعد حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق تشریف لائے اور بڑھیا کا سارا کام کر دیا۔ حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت متحیر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی جانشین

حاکم نے حضرت انسؓ کی زبانی روایت کی ہے کہ بنو مصطلق نے مجھے بارگاہ نبوی میں بھیجا کہ دریافت کر کے آؤ کہ ہم آپ کے بعد صدقات کس کے پاس جمع کرائیں؟ حضور نے فرمایا میرے بعد تم اپنے صدقات ابوبکرؓ کے پاس جمع کراؤ۔ اسی طرح ایک حدیث میں ابن عساکر نے عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت حضور نبی کریمؐ سے کوئی بات دریافت کرنے آئی تو حضور نے فرمایا اب جاؤ پھر آنا۔ اس عورت نے کہا کہ میرے دوبارہ آنے پر آپ موجود نہ ہوئے تو پھر آپ نے فرمایا کہ تم ابوبکرؓ کے پاس چلی جانا کیوں کہ میرے بعد وہی میرے جانشین ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک طرف تو تجہیز و تکفین کی تیاریاں

ہو رہی تھیں اور دوسری طرف منافقین کی ریشہ دوانیوں نے یہ گل کھلایا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جو ان کا دارالشورہ یا دارالندوہ تھا جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی پر بحث کرنے لگے۔ انصار یہ چاہتے تھے کہ سعد بن عبادہؓ جو مشہور صحابی ہیں اور غزوات میں انصار کا علم انہیں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ انہیں کو جانشین بنایا جائے بعض کا یہ خیال تھا کہ بجائے ایک امیر کے دو امیر بنائے جائیں ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے۔

دوسری صورت تو کسی طرح بھی قابل عمل نہ تھی لیکن اب مشکل یہ تھی کہ قریش عرب میں بڑے با اقتدار اور باعزت تھے اور موروثی طور پر ان میں ریاست و امارت کی خصوصیات بہ نسبت دوسروں کے زیادہ پائی جاتی تھیں نیز حضور پاکؐ کے اس ارشاد نے الائمۃ من القریش یعنی امام تو قریش ہی میں پیدا ہوتے ہیں اس خصوصیت اور امتیاز نے مہر تصدیق ثبت کر دی تھی وہ امارت سے محروم ہو جاتے۔ اس کے علاوہ انصار نے جو حضور اقدسؐ کی اور اسلام کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی تھیں وہ بڑی عظیم اور ناقابل فراموش تھیں۔

اس صورت پر قابو پانا اسلام کی وحدت اجتماعی کے لئے نہایت ضروری تھا اور خلافت کے مسئلہ کو دور اندیشی اور کامیابی کے ساتھ حل کرنے پر ہی اس کی بقا کا دارومدار تھا۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب اس ہنگامہ ارائی کی اطلاع ملی تو آپ سب کچھ چھوڑ کر فوراً حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراحؓ کے ہمراہ سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لے گئے وہاں پر بڑا ہنگامہ اور شور و غل برپا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی جس میں آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد پہلے مہاجرین کے فضائل اور اسلام کے لئے ان کی غیر معمولی قربانیوں اور رشتۂ قرابت کا ذکر فرمایا اس کے بعد آپ نے انصار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے انصار جو کچھ تم اپنے متعلق کہتے ہو بیشک تم اسی کے اہل ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرتؐ کے ساتھ بھی تمہارا بڑا گہرا تعلق تھا آپ کی بعض معزز ازواج مطہرات تمہی میں سے تھیں لیکن عرب اس معاملہ میں سوائے قبیلہ قریش کے اور کسی کی اطاعت قبول نہیں کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ لو ان میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو اس پر شور و غل زیادہ بڑھ گیا اور انصار کی طرف سے حباب بن منذر نے سخت کلامی کی تو حضرت عمرؓ نے پیش قدمی کر کے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ نہیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ کیونکہ آپ ہم سب سے بہتر ہیں ہمارے سردار ہیں اور آنحضرتؐ سب سے زیادہ آپ ہی سے محبت کرتے تھے یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کی حضرت عمرؓ کا بیعت کرنا تھا کہ مہاجرین اور انصار سب نے ہاتھ بڑھا دیئے۔

سقیفہ بن ساعدہ کے ہنگامے سے فارغ ہونے کے بعد کاشانۂ اقدس پر حاضر ہوئے اور آنحضرتؐ کی تدفین میں شریک ہوئے۔ یہاں صحابہ کرام میں اختلاف تھا کہ کہاں دفن کیا جائے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے اور وہ یہ ہے۔

ماقبض اللہ نبیاً الا فی   اللہ کسی نبی کی روح اس جگہ قبض کرتا

موضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔ جہاں اس کو دفن ہونا محبوب ہوتا ہے
اس کے بعد آپ نے فرمایا" ادفنوا فی موضع فراشہ" تم لوگ بھی رسول اللہؐ کو آپؐ کی
اسی خواب گاہ میں دفن کرو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بیعت عامہ سقیفہ بنی ساعدہ میں تو چند لوگوں نے بیعت کی تھی آنحضرتؐ
کی وفات کے دوسرے روز یعنی بروز سہ شنبہ ۱۳ ربیع
الاوّل ۱۱ھ ہجری مطابق ۲۸ مئی ۶۳۲ء مسجد نبوی میں بیعت عامہ کا انتظام کیا گیا
سب مسلمان جمع ہوئے پہلے حضرت عمرؓ نے ممبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ میں
امید کرتا تھا کہ رسول اللہؐ ہم لوگوں کے بعد تک زندہ رہیں گے لیکن اب اگر محمدؐ
وفات پا گئے ہیں تو خیر! تمہارے سامنے ایک ایسا نور رکھ دیا ہے جس سے تم وہی
ہدایت حاصل کر سکتے ہو جو رسول اللہؐ سے حاصل کرتے تھے بلاشبہ ابوبکرؓ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور غار کے رفیق ہیں مسلمانوں میں سب سے
تم لوگوں کے معاملات کی سربراہی کے لئے وہی ہیں لہٰذا کھڑے ہو اور ان سے
بیعت کرو حضرت عمرؓ کی تقریر کے بعد حضرت عمرؓ کے بار بار اصرار پر حضرت ابوبکرؓ
منبر پر تشریف لائے اور مسلمانوں نے آپ سے بیعت کی یہ بیعت عامہ تھی
اس کے بعد آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس کے متعلق ابن سعدؒ نے روایت کی
ہے کہ ایسا خطبہ پھر کسی کی زبان سے سننے میں نہیں آیا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ر
اور درود وسلام کے بعد آپ نے فرمایا۔ **ترجمہ** لوگو! میں تمہارا امیر
بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں پس اگر میں اچھا کروں تو تم میری
مدد کرنا اور اگر برا کروں تو مجھ کو سیدھا کر دو سچائی ایک امانت ہے جھوٹ خیانت

ہے تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے میں اسکا شکوہ دور کروں گا۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں اس سے حق لوں گا جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس پر ذلت کو مسلط کر دیتا ہے اور جس قوم میں بری باتیں عام ہو جاتی ہیں اللہ ان پر مصیبت کو مستولی کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تم پر میری کوئی اطاعت فرض نہیں۔ اچھا اب جاؤ نماز پڑھو اللہ تم پر رحم فرمائے۔

کارنامہائے خلافت

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس وقت عنان خلافت سنبھالی یہ مسلمانوں کے لئے نہایت ہی نازک اور بڑا صبر آزما وقت تھا سب سے بڑا زخم جو ان کے قلب و جگر پر لگا تھا وہ آنحضرتؐ کا حادثہ وفات تھا۔ جس نے ان کی نگاہوں میں دنیا کو تاریک کر دیا تھا۔ خود مدینہ میں منافقوں کا ایسا گروہ موجود تھا جو فتنہ انگیزی کے لئے بہانے ڈھونڈتا رہتا تھا جھوٹے مدعیان نبوت اور مرتدین عن الاسلام کے فتنہ نے خود آنحضرتؐ کی حیات طیبہ میں سر اٹھانا شروع کر دیا تھا۔ اب وہ لوگ اس چنگاری کو ہوا دیکر جہنم بنا دینے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ مختصر یہ کہ دشواریوں اور دقتوں کا ایک پہاڑ تھا جو خلیفۃ الرسول اللہ کی آنکھوں کے سامنے کھڑا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہی ہم مسلمانوں کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ اگر اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ کو عطا فرما کر ہم پر احسان نہ کرتا تو ہم ہلاک ہو جاتے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہؐ کی وفات ہوئی اور میرے باپ پر ایسے

حوادث اور مصائب ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی نازل ہوتے تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتے ایک طرف مدینہ میں نفاق موجود تھا اور دوسری جانب عرب مرتد ہونے لگے تھے۔

رسول اللہؐ کی وفات کے بعد جن فتنوں نے سر اٹھایا ان میں سے سب سے بڑا فتنہ یہ تھا کہ بعض قبیلوں نے اسلام سے منہ موڑ لیا اور بعض نے مسلمان رہتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا کئی لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے عوام کو ورغلایا اور اسلام کے خلاف اکسانا شروع کر دیا۔

لشکر اسامہ کی روانگی اور فتح و نصرت کے ساتھ واپسی

آپ نے سے پہلا کام یہ کیا کہ رسول اللہؐ نے اپنی وفات سے کچھ روز پیشتر جنگ موتہ کے شہداء کا انتقام لینے کے لئے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی قیادت میں لشکر کی تیاری کا حکم صادر فرمایا تھا۔ لیکن آپ کی شدید علالت اور پھر وفات کی وجہ سے لشکر کی روانگی میں تاخیر ہو گئی تھی آپ نے عنان حکومت سنبھالتے ہی اس لشکر کی روانگی کا حکم صادر فرمایا نوجوان سپہ سالار کی زیر قیادت اسلامی لشکر مئی جون کی چلچلاتی دھوپ اور شدت کی گرمی میں صحراؤں کے سینے چیرتا ہوا مسلسل بیس دن کے سفر کے بعد اس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں جنگ موتہ ہوئی تھی اور جس جگہ حضرت زیدؓ اور حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ شہید ہوئے تھے لشکر نے وہاں پڑاؤ کر کے ابل پر حملہ کر دیا خوب گھمسان کی جنگ ہوئی قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا اور مسلمان شہسواروں نے دشمنانِ اسلام کو تہس

نہس کر دیا دشمنوں کے علاقے کو تاخت و تاراج کر کے فتح و کامرانی کے ساتھ مدینے واپس تشریف لے آئے۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر کی کامیابی اور فتح مندی سے مسلمانوں کی فوجی طاقت اور سیاسی تدبر کی دھاک بیرونی قوتوں اور اندرونی دشمنوں کے دلوں پر بیٹھ گئی۔

منکرین زکوٰۃ سے جہاد مرتد قبائل نے محصلین زکوٰۃ کو اپنے علاقوں سے نکال دیا اور بعض کو شہید بھی کر دیا قبائل کے ارتداد کی خبریں مدینے پہنچی تو مسلمان بہت پریشان ہوئے۔ جب قبائلی لشکر جمع ہو کر مدینے پر دھاوا بولنے لگے تو مسلمانوں کا دارالخلافہ مدینہ خطرے میں پڑ گیا۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کی زیر نگرانی فوجی دستے مقرر فرما کر شہر کے دروازوں پر چوکیاں بٹھا دیں مدینہ کے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جنگ کے لئے تیار ہو کر مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں تین دن بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ قبائلیوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا حضرت ابوبکرؓ نے مختصر جماعت کے ساتھ بڑی بامردی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا۔ اور ذوالقصہ کے مقام تک تعاقب کر کے دشمنوں کو بری طرح شکست دی۔ مرتد قبائل کی اس ہزیمت نے دوسرے قبائل کے حوصلے پست کر دیئے اور بغاوت اور سرکشی نے اطاعت کی شکل اختیار کر لی، ہر قبیلے کے مسلمان مالِ زکوٰۃ لیکر حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

مدعیانِ نبوت کی سرکوبی مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے آپؓ نے

حضرت اسامہؓ کے لشکر کو از سرِ نو ترتیب دیا۔ فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کر کے مہاجرین اور انصار کی سرکردگی میں آراستہ فرمایا اور انصار کو شہر مدینہ کی حفاظت کے لئے مامور فرمایا۔ اور مہاجرین کے دستوں کو مختلف علاقوں کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ نے سپہ سالاروں کو ہدایت فرمائی کہ تلوار اٹھانے سے پہلے اسلام کی دعوت دیں اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان سے تعرض نہ کریں۔ ان ہدایات کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے لشکر مختلف اطراف و جوانب میں فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے۔ چنانچہ طلیحہ بن خویلد، سجاح، مسیلمہ کذاب اور بحرین حضر موت، عمان اور مہرہ کے دیگر مرتدین کی سرکوبی حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں اس طرح ہوئی کہ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں میں سے ایک ایک کا قلع قمع ہو گیا۔ مندرجہ بالا واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کی وفات کے بعد عرب قبیلوں کا اسلام سے انحراف خطرناک صورت اختیار کر گیا تھا اور حکومت مدینہ کی بغاوت اور شورش نے اسلامی حکومت کے وجود اور مسلمانوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ کے سیاسی تدبر، ایمانی بصیرت اور اسلامی جوش نے مسلمانوں کو موت کے منہ سے بچا لیا۔ ان کے استقلال اور مستعدی نے تمام خطروں کا خاتمہ کر دیا ان کی استقامت، دینی بصیرت اور اصابت رائے کی بدولت اسلامی سلطنت پارہ پارہ ہو جانے سے بچ گئی۔

عہد صدیقی کی فتوحات اندرونی شورشوں اور بغاوتوں کو دور کر کے ملکی انتظامات مستحکم کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے

بیرونی دشمنوں کی جانب توجہ دی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان دنیا کے بہت سے ممالک پر قابض ہو گئے۔

سب سے پہلے مسلمانوں کو دو بڑی سلطنتوں سے سابقہ پڑا ایک تو ایران کی سلطنت جس کے تاجدار کو کسریٰ کہتے تھے۔ اور دوسری روم کی سلطنت جس کے بادشاہ کو قیصر کہتے تھے۔ ایران میں ساسانی خاندان کی بڑی طاقتور حکومت تھی ان کی رعایا آتش پرست تھی اور عرب ان کو مجوسی کہتے تھے۔ ساسانیوں کی حکومت کی سرحدیں ایک طرف تو افغانستان اور ترکستان سے ملتی تھیں اور دوسری طرف رومی سلطنت کے ساتھ عرب اور ایران کی سرحد پر عراق میں ایک چھوٹی سی ریاست آباد تھی۔ جس کا پایہ تخت حیرہ تھا۔ حیرہ کی حکومت عربوں اور ساسانیوں کی سلطنتوں کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی تھی ـــ سلطنت روم بھی بڑی وسیع تھی۔ قسطنطنیہ رومیوں کا پایہ تخت تھا۔ قیصر روم اور اس کی رعایا عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ فلسطین، ایشیائے کوچک، شام اور مصر کے ممالک بھی رومی سلطنت کے زیر نگین تھے۔ عرب کی سرحد پر رومیوں نے بنو غسان کی ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر کے اپنی حمایت میں لے رکھی تھی۔

جنگ عراق، اسباب فوج کشی

اس جنگ کے وجوہ یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ مثنیٰ ابن حارث شیبانی جو کچھ مدت سے اپنی قوم کے ہمراہ اطرافِ عراق میں شاہ ایران کی اجازت سے رہا کرتا تھا۔ اس پر لشکر عجم نے زیادتی کی وہ ۱۲ھ میں مدینہ طیبہ آکر مشرف باسلام ہو گیا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کو ذیر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپؓ نے اس

کے علوئے خاندان اور ذاتی قابلیت کی بنا پر اس کو کوفہ کی روانگی کی اجازت دے دی۔ اطراف و نواح کے باشندے جو سلاطین عجم کی طرف سے بہت تکالیف برداشت کر رہے تھے۔ بارادہ انتقام مثنیٰ کے ہمراہ ہو گئے۔ اور سب نے ملکر کوفہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ شاہ ایران کو جب یہ اطلاع ملی تو انھوں نے ایک لشکر جرار ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے مشورہ سے حضرت خالدؓ بن ولید کو بجانب عراق کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اور مثنیٰ کو اطلاع دی کہ خالدؓ بن ولید کو تمہاری مدد کے واسطے روانہ کیا جاتا ہے زمانہ جنگ میں وہ تمہارے سردار ہوں گے۔

ماہ محرم ۱۲ ہجری میں حضرت خالدؓ بن ولید ایک لشکر جرار کے ہمراہ سوادِ کوفہ اور عراق روانہ ہوئے۔ اس وقت کوفہ کا حاکم ابن صلوبا اور حیرہ کا قبیصہ بن ذہب طائی تھا۔ ان دونوں نے سال بہ سال زر کثیر بطور جزیہ دینا قبول کر کے حضرت خالدؓ سے صلح کر لی۔ بعد ازاں حضرت خالدؓ نے ابلہ کی جانب کوچ کیا۔ اور ہرمز والی ابلہ کو جو کسریٰ کی طرف سے مقرر تھا۔ ایک جنگ عظیم کے بعد قتل کر ڈالا جس کے نتیجہ میں بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جس میں ہرمز کا ایک لاکھ درہم کا قیمتی تاج اور ایک ہاتھی بھی تھا۔ حضرت خالدؓ نے مال غنیمت کا خمس یہ تاج اور ہاتھی دار الخلافہ مدینے کو روانہ کر دیا اور باقی مال غنیمت غازیوں میں تقسیم کر دیا جب اس ہزیمت کی خبر قارن کو پہنچی جو کسریٰ کی طرف سے اہواز کا حاکم تھا تو وہ پچاس ہزار فوج اپنے ہمراہ لے کر حضرت خالدؓ سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ یہ بڑا سخت مقابلہ تھا نتیجۃً مسلمانوں کو فتح ہوئی

اس جنگ میں تیس ہزار کافر مارے گئے۔ اور کثیر مالِ غنیمت غازیوں کے ہاتھ آیا جب یہ مال خمس مدینہ پہنچا تو اہل مدینہ بہت خوش ہوئے اور حضرت خالدؓ کو دعا دی۔ اس مال کے ساتھ کچھ قیدی بھی تھے۔ جن میں حضرت حسنؒ بصری کے والد بھی تھے۔ اس جنگ کے بعد شاہ ایران نے کچھ فوج بطور کمک کے فاران کو بھیجی اور مقامات دلجہ اور لیس میں دونوں جگہ مسلمانوں نے ان کو شکست دی اور اس قدر کفار مارے گئے کہ خون کی ندی بہنے لگی۔ اور ان فتوحات کی خبر مع مال خمس کے مدینہ طیبہ بھیجی گئی۔ اس کے بعد انبار، عین التمر، دومۃ الجندل، اور چند دیگر بڑے بڑے مشہور قلعے فتح ہو گئے۔

۱۲ھ میں شاہ ایران اردشیر فوت ہو گیا اور ملکِ عجم میں حکومت کی حالت بہت کمزور ہو گئی۔ اس وقت حضرت خالدؓ بن ولید نے کسریٰ کو ایک خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ تم اسلام قبول کر لو یا جزیہ ادا کرو اگر دونوں میں سے کوئی بات پسند نہ کرو گے تو ایسا لشکر تمہاری جانب روانہ کروں گا۔ جو موت کو اس طرح پسند کرتا ہے جس طرح تم زندگی کو چاہتے ہو۔ کسریٰ نے یہ خط ملنے کے بعد ایک لشکر مقابلہ کے لئے روانہ کیا مگر حضرت خالدؓ اس وقت حدود شام پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ یرموک کے مقام پر دونوں جانب سے صفیں آراستہ ہوئیں جب رومیوں نے حملہ کیا تو حضرت خالدؓ نے چار سو جانباز مجاہدوں کے ساتھ رومیوں کے حملہ کا جواب دیا بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ سرفروشوں نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے مسلمان عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، رومیوں نے بھی خوب ڈٹ

کر مقابلہ کیا بالآخر مسلمانوں کے عزم آہنی کے سامنے ان کی قوت جواب دے گئی۔ اور وہ بھاگنے کی بجائے ایک ایک کر کے کٹ مرے اس معرکہ میں فریقین کا بہت جانی نقصان ہوا تین ہزار مسلمان شہید ہوئے اور تقریباً ایک لاکھ رومی مارے گئے۔ یرموک کی شکست نے رومیوں کے حوصلے پست کر دئے اس کے بعد ان کے پاؤں کہیں جم نہ سکے اس فتح نے مسلمانوں کے لئے رومی سلطنت کی تسخیر کے دروازے کھول دیئے۔

ابھی جنگ یرموک پوری طرح ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی خبر پہنچ گئی۔

مرض الموت اور وفات بعض مورخین کا خیال ہے کہ ایک یہودی نے وصال سے ایک سال قبل حضرت صدیق اکبرؓ کو زہر آلود کھانا بھیجا تھا۔ جو آپ نے اور حارث بن کلدہ نے کھایا حارث چونکہ طبیب تھا اس نے فوراً کھانے کی کیفیت معلوم کر کے کہا کہ اے خلیفہ رسول خدا اس کھانے میں زہر ملا ہوا ہے جس کا اثر ایک سال بعد ہوگا چنانچہ آپ اسی روز سے علیل ہو گئے اور ایک سال کے بعد انتقال فرمایا۔ بعض روائتوں میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے شدید سردی میں غسل فرمایا۔ اس کے بعد بخار ہو گیا۔ اور پندرہ دن علیل رہ کر انتقال فرمایا۔ ضعف اتنا شدید ہو گیا تھا کہ باہر نماز کے لئے بھی نہیں جا سکتے تھے تو حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں۔

اس وقت بڑا اہم معاملہ جانشینی کا تھا۔ آپ کا ذاتی رجحان حضرت عمرؓ

کی طرف تھا۔ لیکن اکابر صحابہ سے مشورہ کئے بغیر اس بات کا اعلان مناسب نہیں سمجھتے تھے چنانچہ آپ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت اسید بن حضیرؓ، سعید بن زیدؓ اور دیگر اکابر مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا اور آپ کے فیصلہ کو مستحسن قرار دیا۔ حضرت طلحہؓ بن عبد اللہ کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو انھوں نے صدیق اکبرؓ سے کہا کہ اے خلیفہ رسولؐ آپ عمرؓ فاروق کے غصہ کو جانتے ہیں اس کے باوجود آپ ان کو اپنا جانشین نامزد کر رہے ہیں تو کل اپنے پروردگار کو جب وہ آپ سے بازپرس کرے گا تو آپ کیا جواب دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر خدا مجھ سے سوال کرے گا تو میں جواب دوں گا کہ خدایا میں نے تیری مخلوق پر بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حالت مرض میں ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ مکان سے باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے تم پر سب سے بہتر شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔ سب نے جواب دیا کہ ہمکو منظور ہے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ سوائے حضرت عمرؓ فاروق کے اگر آپ کسی اور کو خلیفہ بنانے ہوں تو ہم کو منظور ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ میں نے عمرؓ کو ہی خلیفہ بنایا ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ سے خلافت نامہ تحریر کرا کر ان کو حکم دیا کہ لوگوں کو سنا دیں جب حضرت عثمان غنیؓ نے پروانۂ خلافت پڑھ کر سنایا تو سب نے بطیب خاطر اس کو قبول کیا اور بیک آواز کہا۔

سمعنا واطعنا ۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو بلا کر فرمایا کہ میں نے تم کو رسول ﷺ اللہ کے اصحاب پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت فرمائی۔

آپ نے حضرت عائشہ رضؓ سے دریافت فرمایا کہ مجھ کو خلیفہ ہونے کے بعد سے بیت المال سے کل کتنا وظیفہ ملا ہے حساب کر کے بتایا گیا کل چھ ہزار درہم اشنا[ی] سکہ کے حساب سے کم و بیش ڈیڑھ ہزار روپیہ ، حکم دیا کہ میری فلاں زمین بیچ کر یہ رقم بیت المال میں واپس کر دی جائے ۔

آپ نے حضرت عائشہ رضؓ سے دریافت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا انھوں نے جواب دیا کہ تین کپڑوں میں ، حضرت ابو بکر رضؓ جو اسوقت دو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بس میرے یہ دونوں کپڑے ہیں ہی ایک اور کپڑا بازار سے خرید کر مجھ کو کفن دینا اور اپنی بیوی حضرت اسمار بنت عمیس رضؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھ کو غسل تم ہی دینا ۔ انہوں نے کہا مجھ سے یہ نہ ہوسکے گا ۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا عبد الرحمٰن رضؓ بن ابی بکر تمہاری مدد کرے گا ۔ وہ پانی ڈالتا رہے گا ۔ اس کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ آج کون سا دن ہے لوگوں نے کہا دوشنبہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے روز ہوئی تھی اور میں بھی امید کرتا ہوں کہ میری وفات بھی آج ہی کے دن ہوگی پھر آپ نے وصیت کی کہ میری قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بنائی جائے ۔ ان وصیتوں کے بعد آپ پر سکرات موت طاری ہو

گئی اور فرمایا وجاءت سکرۃ الموت بالحق اور آپؓ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی۔ رب توفنی مسلما والحقنی بالصالحین اور ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ مغرب اور عشاء کے درمیان ایک ہچکی آئی، خلافت و امامت کا آفتاب عالم تاب دنیا سے روپوش ہوگیا۔ آپ کی وصیت کے مطابق شب ہی میں حضرت اسماءؓ بنت عمیسؓ نے غسل دیا۔ حضرت عمر نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور پھر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ نے قبر میں اتر کر اس طرح آنحضرتؐ کے مرقد انور کے پہلو میں لٹا دیا کہ آپ کا سر حضور اقدسؐ کے شانہ مبارک تک آتا تھا۔

باب دوم

بیرون پاک و ہند صوفیہ نقشبند کے حالات

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیدائش و ابتدائی حالات

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپؓ بروز یکشنبہ بوقت زوال حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار ایک سترہ برس بعد جب کہ آفتاب برج اسد میں تھا، بمقام اندلس پیدا ہوئے۔[۱] اصل آپ کی فارس ہے آپ کا والد آتش پرست تھا۔ پہلے[۲] آپ دین مجوسی سے بیزار ہو کر دین موسوی میں داخل ہوئے۔ بعدازاں نصاریٰ اختیار کیا۔ اور شام و روم میں ان راہبان نصاریٰ کی خدمت میں رہے اور اس راہ میں تکالیف برداشت کیں قریباً دس دفعہ نوبت بہ نوبت فروخت ہوئے آخر راہب جس کے پاس آپ تھے جب وہ مرنے لگا تو اس نے آپ کو بشارت دی کہ مدینہ میں پیغمبرِ آخر الزماں کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے تو ان کا دین اختیار کرنا۔ اس لئے راہب مذکور کے مرنے کے بعد آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں ایک شخص نے غلامی کی تہمت میں گرفتار کر لیا۔ اور آپ بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن سہل کے ہاتھ فروخت ہوئے جب رسول اکرم

---

[۱] بہ روایت ظہرت نامہ بحوالہ تاریخ اجزت الودود [۲] حذیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار

صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے تو ہجرت کے پہلے ہی سال دین اسلام اختیار کیا اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت کی اور پانچویں سال ہجرت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سونا دلواکر آپ کو یہودی سے آزاد کرایا اس کے بعد آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہنے لگے۔

بتاریخ[1] ۱۹ ربیع الاول ۱۲ھ میں بروز سہ شنبہ بوقت عصر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت وخلافت و امامت وحوالت کلی حاصل کی ـــ اور بتاریخ ۹ شوال ۳۲ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بمقام مدینہ شریف حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خلافت پائی۔

فضائل و مناقب (حیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ سابقین چار ہیں:۔(۱) میں سابق عرب ہوں (۲) صہیب رضی اللہ عنہ سابق روم ہیں (۳) سلمان رضی اللہ عنہ فارس سے اور (۴) بلال رضی اللہ عنہ حبش سے۔

آپ غزوہ خندق اور غزوات مابعدہ میں شامل ہوئے غزوہ احزاب میں جب خندق کھودنے لگے تو حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام نے خندق مسلمانوں میں تقسیم فرمادی حضرت سلمانؓ کے متعلق مہاجرین و انصار میں اختلاف پیدا ہوا ہر ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ سلمانؓ ہم سے ہیں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] (آئینۂ تصوف) از مکتوب لطاب شہاب المعرفت ذوقی القدرت)

وسلم نے ارشاد فرمایا سلمان من اھل البیت (سلمان میرے اہل بیت سے ہیں)
آپ بجائے صحابہ کرام اور اصحاب صفہ میں سے ہیں ــــ تمام[1] امت اس بات پر متفق ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اصحاب اہل صفہ تھے۔ جن کی بود و باش ہمیشہ مسجد میں تھی اور ہمیشہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اور دنیا سے بالکل قطع تعلق کئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی عزت و عظمت اتنی ہے کہ ان کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا" اے نبی ان لوگوں کو اپنی مجلس سے مت نکالو جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں"۔ اور کتاب اللہ ان کے فضائل پر شاہد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان کے فضائل کے متعلق بہت ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول خدا سے روایت کرتے ہیں کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اصحاب صفہ پر ہوا آپ نے دیکھا کہ وہ اپنے فقر و مجاہدے کے باوجود خوش و خرم ہیں آپ نے فرمایا کہ تمہیں اور تمہاری اتباع کرنے والے تمام موجودہ آئندہ لوگوں کو خوش خبری ہو کہ وہ سب میرے رفیق جنت ہوں گے اور وہ خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ لوگ ہیں ــــ آپ ان تین صحابیوں میں سے ہیں جن کا بہشت مشتاق ہے۔ آپ ان چار صحابیوں میں سے ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے۔ اور اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی دوستی کا ارشاد فرماتا ہے ــــ آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ رح بن جبل نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ ان کے پاس علم تلاش کرو۔

[1] کشف المحجوب

زہد و معیشت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے ایام خلافت میں حاکم مدائن مقرر کر دیا تھا۔ اور پانچ ہزار درہم سالانہ آپ کو وظیفہ ملتا تھا وہ آپ راہ خدا میں خرچ کر دیتے۔ اور بوریا بافی سے اپنا گذارا کرتے تھے آپ کا کوئی گھر نہیں تھا۔ درختوں اور دیواروں کے سایہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا آپ کی سکونت کے لئے گھر بنا دیتا ہوں۔ فرمایا مجھے گھر کی ضرورت نہیں۔ اس نے اصرار کیا اور کہا کہ جس قسم کا گھر آپ کی طبیعت کے موافق ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ فرمایا کہ بیان کر۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے لئے ایسا گھر بنا دیتا ہوں کہ جب آپ کھڑے ہوں تو سر مبارک اس کی چھت سے لگے اور جب پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں، فرمایا درست ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی گھر تیار کر دیا۔

آپ کے پاس ایک دھاری دار کمبل تھا جس کا کچھ حصہ آپ اوڑھ لیتے تھے، اور کچھ نیچے بچھا لیتے تھے۔ گورنری کی حالت میں بھی یہی کمبل آپ کے پاس رہتا تھا۔ بعض ناواقف لوگ آپ کی ظاہری صورت دیکھ کر آپ سے بطور مزدور اپنا اسباب اٹھواتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اپنے ایام حکومت میں آپ شہر مدائن کے بازار میں جا رہے تھے۔ اور کسی شخص کو اپنا اسباب لے جانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی جب آپ کو کمبل اوڑھے ہوئے دیکھا تو آپ کو مزدور سمجھ کر آپ پر اسباب اٹھوا کر چل دیا۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں گورنر ہوں۔ راستہ میں ایک شخص ملا اور کہا کہ اے امیر المومنین آپ نے یہ بوجھ کیوں اٹھا رکھا ہے۔ تب اس شخص کو معلوم ہوا کہ آپ امیر شہر ہیں اس نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا

اور معذرت چاہی آپ نے فرمایا تو نے اپنے مکان تک لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب وہاں پہنچا کر ہی واپس ہوں گا۔

جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ بہت بیقرار ہو کر زار زار رونے لگے جو لوگ عیادت کو آئے تھے انہوں نے رونے کا سبب پوچھا فرمایا نہ مجھ کو موت کا خوف ہے۔ نہ دنیا کی خواہش بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا۔ اگر مجھ سے قیامت میں ملنا چاہتے ہو تو دنیا جمع نہ کرنا اور دنیا سے اس طرح جانا جس طرح میں جاتا ہوں۔ اور اب میرے پاس اسباب جمع ہو گیا ہے۔ ڈر لگتا ہے آپ کے جمال سے محروم نہ ہو جاؤں۔ اور اسباب میں آپ کے پاس صرف لوٹا پیالہ پوستین اور کمبل تھا

روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص نے گالیاں دیں آپ نے فرمایا اگر قیامت کے دن میرے گناہوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو جو کچھ تو کہتا ہے میں اس سے بھی بدتر ہوں اور اگر گناہوں کا پلہ ہلکا ہو گا تو تیری بات سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔

وفات حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جب اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اپنی بیوی سے کہا کہ کچھ کستوری جو تمہارے پاس ہے اسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو چونکہ اب ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے کہ میں آپ کا ارشاد بجالائی اور گھر سے باہر نکلی۔ آواز آئی السلام علیکم یا ولی اللہ! السلام علیک یا صاحب رسول اللہ! جب میں اندر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی ہے اور آپ ایسے

بیٹھے ہوئے ہیں کہ گویا سو رہے ہیں۔

آپ نے بتاریخ[1] ۷ اجمادی الثانی ۳۵ھ بروز چہار شنبہ بعد نماز مغرب اور بعض روایت میں ڈھائی سو سال کی عمر میں ۱۰ رجب[2] ۳۳ھ کو شہر مدائن میں وفات پائی آپ کا مزار مبارک کوفہ میں قریب شہر کے ۲۷ قدم کے فاصلہ پر جانب مشرق واقع ہے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شب میں بکرامت مدینہ منورہ سے مدائن تشریف لے جاکر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دیا اور اسی شب مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

آپ کے ارشادات و فرمودات

(۱) آپ جب اپنی خادمہ کو کسی کام پر بھیجتے تو اس کی بجائے خود آٹا گوندھتے اور فرماتے ہم اس سے دو کام نہیں لیتے

(۲) آپ بوریا بافی کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ میں ایک درہم کے برگ خرما خرید لیتا ہوں اور اس سے بوریا یا زنبیل تیار کر کے تین درہموں میں بیچ دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم برگ خرما کے لئے پس انداز کر لیتا ہوں۔ ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں۔

(۳) گورنری کے زمانہ میں ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور آپ بوریا بافی کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ گورنر ہیں اور آپ کا وظیفہ مقرر ہے آپ نے فرمایا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ

---

[1] آئینہ تصوف رمکتوبات نطاب لطائف الاسرار تصنیف حضرت ابو محمد بن حضرت ابو صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [2] حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخیار و تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

کی کمائی کھاؤں

(۴) مومن کا حال اس دنیا میں اس بیمار جیسا ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی بیماری اور دوا کو جانتا ہے۔ جب مریض کسی مضر چیز کو چاہتا ہے تو وہ اس کو منع کر دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اگر تم کھاؤں گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اس طرح مومن بہت سی چیزوں کو چاہتا ہے پس اللہ عزوجل اس کو ان سے روک دیتا ہے یہاں تک کہ وہ مرجاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

(۵) تعجب ہے اس طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جسکو فراموش نہیں کیا گیا۔ اور تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناخوش۔

(۶) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا کہ تمہارا روزینہ توشئہ سوار کے ہو۔

(۷) سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت سلمانؓ نے حضرت عبداللہؓ بن سلام سے کہا۔ پیارے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے وہ دوسرے کو خواب میں دکھائی دے۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام نے کہا ایسا ہو سکتا ہے۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ممکن ہے۔ بندہ مومن کی روح آزاد ہوتی ہے زمین میں جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ اور کافر کی روح قید خانے میں ہوتی ہے۔ پس حضرت سلمانؓ نے پہلے وفات پائی۔ حضرت عبداللہ کا بیان ہے۔ کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت اپنی چارپائی پر قیلولہ کر رہا تھا۔ میری آنکھ جو کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلمانؓ آئے ہیں۔ انھوں نے کہا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ اے ابو عبد اللہ تو نے اپنا مقام کیا پایا حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ خوب ہے پھر تین بار فرمایا تو توکل اختیار کر چونکہ توکل اچھا ہے۔

(۸) تو بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو چونکہ وہ معرکہ شیطان ہے۔ اور وہاں اس کا جھنڈا گڑھا ہوتا ہے۔

(۹) آپ نے حضرت ابو درداء سے کہا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے، اور تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ اور تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔ پس ہر ایک حقدار کو اس کا حق عطا کر۔ پھر[1] وہ دونوں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور حضورؐ سے یہ ذکر کیا حضور نے فرمایا سلمانؓ سچ کہتا ہے۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیدائش اور ابتدائی حالات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں یزدجرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں غنیمت میں آئیں ان کی قیمت ٹھہرائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تینوں کو خرید لیا ان میں

---

[1] (طبقات ابن سعد۔ جامع ترمذی۔ طبقات کبریٰ للشعرانی۔ استیعاب لابن عبدالبر۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ شواہد النبوت۔

سے ایک اپنے صاحبزادے حضرت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیدی جن سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر کو دے دی جن سے حضرت سالم پیدا ہوئے اور تیسری حضرت محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو دے دی جن سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ اس طرح سے حضرات امام زین العابدین، سالم اور قاسم ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت آپ کی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خانہ فیض کاشانہ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی اور اپنے والد ماجد کے شہید ہونے کے بعد اپنی پھوپھی صاحبہ سے تربیت حاصل کی۔

علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے انتساب ہے اور انھیں کے وسیلہ سے اپنے جد بزرگوار کی روحانی نعمت حاصل ہوئی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہٗ کی محبت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی نسبت بھی حاصل کی۔

فضائل ومناقب حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کبار تابعین، اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ آپ عالم، فقیہ، پرہیزگار اور اور کثیر الحدیث امام تھے۔ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری فرماتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی کو قاسمؓ سے افضل نہیں دیکھا۔۔۔۔ بقول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ افضل اہل زمانہ تھے۔۔۔۔ حضرت ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو حضرت قاسمؓ سے بڑھ کر سنت کا عالم نہیں پایا اور نہ کسی فقیہہ کو

آپ سے اعلم دیکھا ـــــ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے حضرت قاسم سے پوچھا کہ تم اور سالم دونوں میں بڑا عالم کون ہے حضرت قاسم نے کہا سبحان اللہ! اعرابی نے پھر وہی سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ وہ سالم ہیں ان سے پوچھ لو۔ ابن اسحاق نے اس کی توجیہ میں کہا کہ حضرت نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ یہ کہیں میں اعلم ہوں۔ چونکہ یہ تزکیہ نفس ہے اور یہ بھی نہیں کہا کہ سالم ہیں چونکہ یہ جھوٹ ہو جاتا ـــــ حضرت عمر بن عبد العزیز فرمایا کرتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں امام قاسم کے سپرد کرتا۔

وفات

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفنانا جن میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ یعنی قمیض و ازار و چادر۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا۔ ابا جان کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ کر دیں۔ جواب دیا جان پدر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کا کفن بھی تین کپڑے تھے مردہ کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ کی عمر اور سال وفات کے متعلق اختلاف ہے۔ مصنف "حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ" نے لکھا ہے کہ آپ کا سن شریف ستر سال کا ہوا اور ۱۰۶ھ یا ۱۰۸ھ میں انتقال فرمایا۔ مصنف تذکرہ مشائخ نقشبند نے لکھا ہے کہ آپ کی عمر ستر یا بہتر سال ہوئی ـــــ ابن سعد نے طبقات میں سال وفات ۱۰۸ھ لکھا ہے ابن معین و ابن المدینی نے ۲۴ جمادی الاول ۱۰۶ھ ہجری لکھا ہے۔ ـــــ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں ہے "وفات ان جامع کمالات معدن فیوضات بتاریخ بست چہارم جمادی الاول بہ سال یکصد و یک

۱۰۱ھ یا ۱۰۸ھ یا ۱۰۹ھ[1] بوقوعِ آمد ـــــ آپ نے درمیان مکہ و مدینہ بمقام قدید وفات پائی اور مشلل میں مدفون ہوئے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیدائش و ابتدائی حالات آپ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے قاسم کی صاحبزادی ہیں اور ام فروہ کی والدہ اسماء حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے عبدالرحمن کی صاحبزادی ہیں۔ اسی لئے آپ فرمایا کرتے تھے وَلَدَنِی ابوبکر مَرَّتَیْنِ یعنی میں ابوبکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں یعنی ایک ولادتِ ظاہری کہ میرے نانا حضرت قاسم بن محمد ابی بکر تھے۔ دوئم ولادتِ باطنی کہ علم باطن بھی مجھ کو انھیں سے حاصل ہوا ـــــ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام کا نسب صوری اور نسبِ باطنی حضرت صدیق اکبرؓ سے ہے۔[2]

آپ بتاریخ ۸ ماہ ربیع الاول ۸۲ھ[3] بروز دوشنبہ بوقت چاشت

---

[1] طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ یہ جگہ قدید سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے۔ کہ مشلل ایک پہاڑ ہے جس سے سمندر کی طرف سے قدید کو اترتے ہیں۔ [2] مکتوبات احمدیہ دفتر اول مکتوب ۲۹۰

باقی اگلے صفحہ پر

بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے ـــــ حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۳ ماہ ربیع الاول بہ سال ۸۰ھ تحریر ہے۔ اور بقول مصنف 'انوار لاثانی' آپ مدینہ منورہ میں ۱۳ ربیع الاول ۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ حضرت امام جعفر بن محمدؓ بن علیؓ بن حسینؓ بن حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ابو اسمٰعیل اور آپ کا لقب بوجہ صدق مقال صادق ہے۔

نقشبندیہ طریق میں آپ کو دونوں طرف سے فیض اور نسبت حاصل ہے۔ پہلے حضرت قاسم کے واسطے سے اپنے نانا پاک سے دوسرے اپنے آبا و اجداد کے واسطے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے۔

مناقب و فضائل

آپ سادات اہل بیت سے ہیں اور اماماں اہل بیعت سے چھٹے امام ہیں۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ معاملات طریقت کی حجت، ارباب مشاہدہ کی برہان، اولادِ نبی کے امام، اور برگزیدہ نسل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں اور آپ علوم کی باریکیوں اور کلام اللہ کے نکات بیان کرنے میں مخصوص تھے۔

آپ لطائف تفسیر اور اسرار تنزیل میں بے نظیر تھے۔ علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ

حاشیہ بقیہ صفحہ گذشتہ۔ روایت بحوالہ مکتوبات نقاب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام تواریخ ظہرت نامہ میں درج ہے

ابن جریح اور امام مالک، محمد بن اسحٰق، موسیٰ بن جعفر اور سفیان یمینہ رحم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے شاگرد تھے - امام ابو حنیفہؒ - مالک، شعبہ، ہردو سفیان حاتم بن اسمٰعیل، یحییٰ قطان ابو عاصم نبیل وغیرہ نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں - حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل بیت میں امام جعفر بن محمد سے بڑھ کر کسی کو فقیہہ نہیں دیکھا - مختصر یہ ہے کہ آپ تمام علوم و اشارات میں کامل اور مشائخ کے پیشرو اور مقتدائے کامل تھے. آپ کی امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے ـــــ عمر بن المقدم کا مقولہ ہے - کہ میں جس وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندان نبوت سے ہیں -

زہد و تقویٰ

ایک دن امام ثفیان ثوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے خزہ[1] کا ایک جبہ اور خز کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے - یہ دیکھ کر سفیان نے کہا اے فرزند رسول! یہ آپ کے آباؤ اجداد کا لباس نہیں ہے آپنے فرمایا وہ تنگدستی کے زمانہ میں تھے - یہ امارت کا زمانہ ہے - یہ کہتے ہوئے آپ نے خز کا جبہ اٹھا کر اس کے نیچے پشم کا کھردرا جبہ دکھایا اور فرمایا اے ثوری یہ ہم نے اللہ کے واسطے پہنا ہے اور وہ تمہارے واسطے جو اللہ کے واسطے ہے اس کو ہم نے پوشیدہ رکھا ہے اور جو تمہارے واسطے

---

[1] خز ایک قسم کا ابریشمی کپڑا ہے بقول بعض ابریشم و پشم سے ہوتا ہے بعض ایک قسم کی پوستین بتاتے ہیں -

ہے اس کو ہم نے ظاہر رکھا ہے ۔

خوف و خشیت ایک مرتبہ حضرت داؤد طائیؒ نے حضرت امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے فرزند رسول مجھے کوئی نصیحت فرمایئے چونکہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے ۔ فرمایا اے ابا سلیمان! آپ زاہد زمانہ ہیں آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے ۔ حضرت داؤد نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کو سب پر فضیلت حاصل ہے ۔ اس لئے آپ پر واجب ہے کہ آپ سب کو نصیحت فرمائیں فرمایا یا ابا سلیمان! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قیامت کے روز میرے جد بزرگوار میرا دامن نہ پکڑیں اور یوں فرمائیں کہ میرا حق متابعت کیوں ادا نہیں کیا ۔ چونکہ یہ کام نسبت کی شرافت پر موقوف نہیں ہے بلکہ درگاہ رب العزت میں عمل کی پسندیدگی پر معتبر ہے ۔ یہ سن کر حضرت داؤد بہت روئے ۔ اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! جس شخص کی سرشت نبوت کے آب و گل سے ہے اور جس کی طبیعت کی ترکیب آثار رسالت سے ہوئی ہے اور جس کے جد بزرگوار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ماں حضرت فاطمہ بتولؓ ہیں جب وہ ایسی حیرانی میں ہیں تو داؤد کس شمار میں ہے کہ اپنے حال پر نازاں ہو ۔

تعظیم و توقیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادقؓ کی زیارت کیا کرتا تھا ۔ جلوت میں حسن خلق کے باعث آپ کے مزاج میں مزاح و تبسم زیادہ تھا مگر جس وقت ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ میں نے ان کو حدیث شریف بیان کرتے کبھی بے وضو نہیں دیکھا۔ اُن کی خدمت میں میری آمد و رفت دیر تک رہی مگر جب کبھی ان سے ملا تو ان کو نماز پڑھتے ہوئے یا خاموش یا کلام اللہ پڑھتے ہوئے ہی پایا۔ وہ خلوت میں فضول اور لغو گفتگو سے احتراز کرتے تھے اور علوم شرعیہ کے عالم اور خدا ترس تھے۔

کرامات (۱) لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا جب میں نے مسجد حرام میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا یوں دعا مانگ رہا ہے یا رب! یا رب! پھر خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں بولا یا حیّ، یا حیّ، یا حیّ! پھر کچھ دیر کے بعد بولا الٰہی میں انگور چاہتا ہوں خدایا مجھے انگور کھلا دے۔ میری دونوں چادریں پھٹ گئیں ہیں مجھے نئی پہنا دے راوی کا قول ہے کہ اس کا کلام تمام نہ ہونے پایا تھا کہ میں نے انگوروں کا ایک ٹوکرا بھرا ہوا دیکھا۔ حالانکہ اس وقت روئے زمین پر انگور نہیں تھے۔ اور دو چادریں دیکھیں کہ جس کی مثل میں نے دنیا میں نہیں دیکھی تھیں اس شخص نے چاہا کہ انگور کھائے میں نے کہا میں تیرا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا کیونکر۔ میں نے جواب دیا کہ جب تم دعا مانگ رہے تھے میں آمین کہہ رہا تھا یہ سن کر اس نے کہا آگے آئیے کھائیے۔ میں آگے بڑھا اور انگور کھائے کہ ایسے کبھی نہ کھائے ہم نے پیٹ بھر کر کھائے۔ مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ان کو ذخیرہ مت کرو۔ اور نہ چھپاؤ بعد ازاں اس شخص نے ایک

چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دیدی میں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے
اس پر اس نے ایک چادر بطور تہبند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی پھر وہ
یہ اپنی چادریں لے کر پہاڑ سے اترا۔ صفا و مروہ کے درمیان ایک شخص نے
اس سے سوال کیا اے فرزند رسول اللہ میں ننگا ہوں مجھے اوڑھا دیجئے جیسا
کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوڑھایا ہے۔ بس انہوں نے وہ دونوں سائل کو دے
دیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں جواب ملا حضرت جعفر صادق
ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان کو ڈھونڈا کہ ان سے کچھ سنوں مگر وہ نہ ملے۔

(۲) ایک دفعہ خلیفہ منصور بادشاہ نے اپنے وزیر سے کہا کہ صادق کو لاؤ تاکہ
میں اسکو قتل کردوں۔ وزیر نے کہا کہ جو شخص گوشہ نشین اور عبادت میں مشغول
ہو اس کو قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خلیفہ نے کہا نہیں ان کو ضرور لاؤ۔ وزیر
نے ہر چند ٹالا مگر خلیفہ نے نہ سنا۔ آخرکار وزیر آپ کو بلانے گیا۔ اس کے جانے
کے بعد خلیفہ نے غلاموں کو ہدایت کی کہ جس وقت امام جعفر صادق آئیں اور
میں ٹوپی سر سے اتار دوں تو تم ان کو قتل کر دینا۔ جب حضرت امام جعفر صادق
تشریف لائے تو ان کو دیکھتے ہی منصور تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ آپ
کو تخت پر بٹھا کر خود ادب کے ساتھ سامنے بیٹھ گیا۔ منصور نے عرض کیا!
کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ صرف
اس بات کی ضرورت ہے کہ آئندہ مجھے اپنے پاس نہ بلانا۔ اور اب مجھے اجازت
دو کہ جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ سن کر خلیفہ نے آپ کو بڑے اعزاز
و اکرام سے رخصت کیا۔ جب آپ رخصت ہوئے تو خلیفہ کانپ کر بیہوش

ہو کر گر پڑا۔ تین روز تک بیہوش رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی تین نمازیں فوت ہوگئیں۔ جب ہوش آیا تو وزیر نے دریافت کیا کہ کیا ماجرا تھا۔ خلیفہ نے کہا جب حضرت امام یہاں تشریف لائے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ ایک اژدھا ہے۔ جس کا ایک ہونٹ اس مکان کے نیچے اور دوسرا اوپر ہے اور اپنی زبان فصیح سے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو حضرت امام کو تکلیف دے گا تو میں تجھے اس مکان سمیت نگل جاؤں گا۔ اس لئے میں اس اژدہے کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکا بلکہ ان سے معافی مانگی اور مجھے یہ معلوم ہوتا تھا۔ اگر میں نے ان کو کچھ بھی تکلیف دی تو یہ مجھکو کھا جائے گا اس خوف سے میں بے ہوش ہوگیا۔

آپ کی سخاوت

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہیاج بن بسطام فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضؓ دوسروں کو یہاں تک کھلاتے کہ اپنے عیال کے لئے کچھ باقی نہ رہتا۔

روایت ہے کہ ایک شخص کی اشرفیوں کی تھیلی گم ہوگئی اس نے حضرت امام سے ناواقفی میں کہا کہ تو نے لی ہے۔ آپ نے فرمایا کسقدر اشرفیاں تھیں۔ اس نے کہا ایک ہزار آپ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گن کر ایک ہزار اشرفی اس کو دے دی۔ جب وہ شخص اپنے گھر گیا تو اس کو وہی تھیلی مل گئی۔ وہ شخص دوڑتا ہوا حضرت امام کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ سے خطا ہوئی ہے۔ میری تھیلی مل گئی ہے۔ آپ اپنی اشرفیاں واپس لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لے جاؤ، ہم جو کچھ دے دیتے ہیں پھر واپس نہیں لیتے۔ اس نے بعد میں دریافت کیا کہ

یہ کون ہے تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت امام جعفر صادقؓ ہیں وہ شخص شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

ارشادات و فرمودات

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوریؒ نے کہا کہ حضرت کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا اے سفیان! دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی۔ بد خلق کو سرداری نہیں ہوتی۔ اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی۔ عرض کیا کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا اے سفیان! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچانا تاکہ عابد ہو۔ اور جو کچھ قسمت میں ہو اس پر راضی ہونا تاکہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت نہ رکھنا کہ تجھ پر فجور غالب نہ آجائے اپنے معاملہ میں ایسے آدمیوں سے مشورہ کرنا جو اطاعت خدا خوب کرتے ہوں۔ پھر سفیان ثوری نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے فرمایا اے سفیان! جو شخص چاہے کہ اس کی عزت بلا ذات و قبیلہ کے ہو اور ہیبت بلا حکومت ہو اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے۔ اور فرمایا جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا۔ اور جو کوئی برے راستے جاتا ہے اسے اتہام لگتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے۔ اسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے۔ فرمایا بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی ایسی عبادتیں ہیں کہ جنکی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ مطیع مغرور گنہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے

ایک روز حضرت امام جعفر صادقؓ نے حضرت امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا کہ عقلمند کس کو کہتے ہیں؟ حضرت امام ابو حنیفہ نے جواب دیا کہ عقلمند وہ ہے جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ آپ نے فرمایا یہ تمیز تو جانوروں میں بھی ہوتی ہے کہ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں تمیز رکھتے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے فرمایا عقلمند وہ ہے جو دو خیر اور دو شر میں امتیاز کرے خیر میں خیر الخیرین کو اختیار کرے اور شر میں شر الشرین کو ——— آپ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ درویش صابر افضل ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا درویش صابر افضل ہے چونکہ تونگر کا دل کیسہ میں لٹکا رہتا ہے۔ اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں ——— فرمایا عبادت بلا توبہ درست نہیں ہوتی چونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے (التائبون العابدون) توبہ ابتدائے مقامات اور عبودیت انتہائے مقامات اور درجات ہے ——— چار چیزوں سے شریف آدمی کو عار نہیں کرنی چاہئے (۱) اپنے والد کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا (۲) اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ (۳) اپنے چوپایہ کی خبر لینا خواہ اس کے سو غلام ہوں (۴) اپنے استاد کی خدمت کرنا ——— نیکی سوائے تین خصلتوں کے تمام و کامل نہیں ہوتی۔ (۱) اسے جلدی کرنا (۲) اسے چھوٹا سمجھنا (۳) اسے چھپانا ——— جب دنیا کسی انسان کے پاس جاتی ہے۔ اسے غیروں کی خوبیاں بھی دے دیتی ہے۔ اور جب اس سے منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے ——— جب تو گناہ کرے تو معافی مانگ چونکہ گناہ مردوں کے گلے میں پیدائش سے پہلے ڈالے گئے

ہیں اور ان پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے ـــــ جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اسے طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہیئے ـــــ جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے اور اس کی بقا چاہے تو اس کو یوں کہنا چاہیئے۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ـــــ علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں ـــــ آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے پروردگارا! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا تمام نہ ہوتی کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوتی ـــــ جس نے اللہ کو پہچانا اس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔ فرمایا مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو چار میں مبتلا ہے ہو وہ چار سے کیسے غافل رہتا ہے تعجب ہے اس شخص پر جو غم میں مبتلا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا (لا الٰہ الا انت سُبحٰنک انی کُنت من الظٰلمین) چونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے (فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ) اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتا (حسبنا اللہ ونعم الوکیل) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ) اور تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا (وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا) اور تعجب ہے اس پر جو جنت میں رغبت کرتا ہے وہ یہ کیوں نہیں کہتا (مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ) کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فعسیٰ ربّی

اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ)

وفات آپ کی تاریخ وفات کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ مصنف حدیقۃ الاسرار فی اخبار الاخیار نے لکھا ہے کہ بتاریخ ۱۵ ماہ رجب بروز جمعہ بہ سال یکصد چہل و نہ ۱۴۹ھ وفاتش وقوع آمدہ است۔ اور صاحب تواریخ ظہرت نامہ اور صاحب مکتوب لطائف شق البدر میں بروایت حضرت بایزید بسطامیؒ آپ کی تاریخ وفات ۱۵ رجب ۱۴۸ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح ہے۔ مصنف "انوار الاثانی" نے لکھا ہے کہ آپ نے پندرھویں رجب ۱۴۰ھ مدینہ میں انتقال فرمایا۔ اور مصنف تذکرہ مشایخ نقشبندیہ نے لکھا ہے۔ کہ آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۵ رجب ۱۴۹ھ میں اڑسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں اپنے داداپاک کے قریب قبہ اہل بیت میں مدفون ہوئے۔

حضرت سلطان العارفین ابویزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ

پیدائش وابتدائی حالات سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ کا اسم گرامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم اور لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد روسائے بسطام سے پہلے مجوسی تھے۔ پھر مسلمان ہو گئے۔ آپ کے دو بھائی آدم اور علی بڑے عابد و زاہد تھے مگر آپ زہد و عبادت میں ان سے بڑھے ہوئے

تھے۔ آپ کو حضرت امام جعفر صادقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روحانی اور اویسی نسبت ہے۔ آپ کو امام موصوف سے ظاہری صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ چونکہ بعض تذکرہ نگاروں کے قول کے مطابق آپ کی پیدائش حضرت امام جعفر صادقؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے بعد ہوئی ہے۔ اور آپ کا ظہور حضرت امام رضاؓ کے انتقال کے کئی سال بعد ہوا ہے۔ اگرچہ تذکرۃ الاولیاء کی بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت امام کی صحبت نصیب ہوئی لیکن تحقیق یہی ہے کہ آپ نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بہ ظاہر نہیں دیکھا۔

مناقب و فضائل

آپ اپنے زمانہ کے اولیاء سے اعلیٰ و افضل تھے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے اجل و اکمل خلیفہ تھے۔ آپ مادر زاد ولی تھے آپ کی والدہ ماجدہ سے روایت ہے جب میں کبھی شبہ کا لقمہ کھالیتی تو اندر بے قراری شروع ہو جاتی اور تاوقتیکہ قے نہ کر دیتی آرام نہ آتا۔ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بایزید ہم میں ایسے ہیں جیسے فرشتوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ ایک روز حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کے ہاتھ آپ کو کہلا بھیجا اے بایزید! تم رات کو جنگل میں آرام سے سوتے ہو قافلہ چلا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ کامل مرد تو وہ ہے۔ جو رات کو سو جائے اور صبح کو قافلہ کے اترنے سے پہلے منزل پر پہنچ جائے۔ حضرت ذوالنون یہ سن کر روئے اور کہا کہ بایزید کو مبارک ہو ہم اس مرتبہ کو نہیں پہنچے۔ مولینا جامیؒ نے سلسلۃ الذہب میں اس حکایت کو نظم میں بیان کیا ہے۔

مجاہدہ وریاضت بچپن میں جب آپ مکتب میں پڑھتے تھے۔ اور سورہ لقمان کی اس آیت پر پہنچے (اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ) یعنی شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ تو اپنے استاد سے رخصت لے کر گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ میں اس آیت تک پہنچا ہوں جس میں باری تعالی ارشاد فرماتا ہے۔ کہ شکر کر میرا اور اپنے والدین کا۔ اب میری عرض یہ ہے کہ میں دو گھروں سے تعلق نہیں نباہ سکتا یا تو آپ مجھے خدا تعالی سے مانگ لیجئے کہ بالکل آپ ہی کا ہو رہوں یا خدا تعالی ہی کو سونپ دیجئے میں اسی کا ہو رہوں۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں نے تجھے اپنا حق بخشو یا، اور راہ خدا کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ سن کر آپ بسطام سے نکلے اور تیس سال تک ملک شام کے جنگلوں میں ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سخت سے سخت مجاہدہ کونسا ہے جو آپ نے راہ خدا میں کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا بیان ممکن نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آسان سے آسان تکلیف جو آپ کے نفس نے اٹھائی ہو وہ تو بتا دیجئے۔ فرمایا ہاں یہ سن لو۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے نفس کو کسی طاعت کی طرف بلایا۔ اس نے میرا کہنا نہ مانا اس پر میں نے اسے ایک سال پیاسا رکھا۔

ایک سال آپ حج کے واسطے روانہ ہوئے تو ہر قدم پر دوگانہ ادا کرتے تھے یہاں تک کہ بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور فرمایا کہ دنیا کے بادشاہ کی بارگاہ نہیں جو ایک بارگی چلا جائے۔ اور فریضہ حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ اس سال مدینہ منورہ نہیں گئے اور فرمایا کہ حج کی تبعیت میں زیارت

کرنا ادب نہیں ہے دوسرے سال آپ مدینہ منورہ گئے راستہ میں ایک شہر میں داخل ہوئے۔ وہاں کے لوگ ہجوم در ہجوم آپ کے گرد جمع ہو گئے آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ آپ سے علیحدہ ہو جائیں آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی (اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنَ) لوگوں نے کہا یہ شخص دیوانہ ہے آپ کو چھوڑ کر چلے گئے ـــــ آپ کے پاس ایک اونٹ تھا جس پر آپ اپنا اور مریدوں کا اسباب لاد کر چلا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اس بیچارے پر کس قدر بوجھ لاد رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا غور سے دیکھو اس پر کچھ بوجھ ہے۔ دیکھا تو اس کی پشت سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ فرمایا سبحان اللہ کیا معاملہ ہے۔ اگر اپنا احوال تم سے پوشیدہ رکھوں تو ملامت کرو اور اگر ظاہر کروں اس کی تم کو طاقت نہیں ہے۔ فرمایا کہ تم میں سے بعض شخصوں کو میری زیارت سے لعنت ہوتی ہے اور بعض پر رحمت ہوتی ہے فرمایا لعنت اس وجہ سے کہ وہ ایسے وقت آتا ہے جب مجھ پر حالت طاری ہوتی ہے اور میں اپنے آپ میں نہیں ہوتا وہ ناچار میری غیبت کرتا ہے۔ دوسرا آیا جس نے حق مجھ پر غالب پایا اور مجھ کو معذور رکھا اس پر رحمت ہو گی۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے حال میں قبض واقع ہو گیا۔ طاعت سے نا امید ہو کر ارادہ کیا کہ بازار سے زنار خرید کر کمر میں باندھ لیں۔ بازار پہنچے تو ایک زنار کی قیمت دریافت کی اور دل میں خیال کیا کہ ایک درہم ہو گی مگر دکان دار نے کہا کہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے۔ یہ سن کر

آپ خاموش ہو گئے ۔ ہاتف غیب نے آواز دی کہ جو زنار بایزید باندھے اس کی قیمت ہزار درہم ہی ہونی چاہیے ۔ فرمایا میرا دل خوش ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی میرے حال پر عنایت ہے ۔ فرمایا ایک مرتبہ مجھ کو الہام ہوا کہ بایزید جو عبادت کرتا ہے اس سے بہتر لا ۔ اور ایسی چیز جو میری درگاہ میں نہ ہو میں نے عرض کیا بار خدایا تیری درگاہ میں کیا نہیں ۔ الہام ہوا بیچارگی عجز و نیاز و شکستگی نہیں ہے

استغراق

آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرید بیس سال تک مسلسل آپ کی خدمت کرتا رہا ۔ آپ روزانہ اس کو بلاتے اور اس کا نام دریافت کرتے آخر کار اس نے عرض کیا کہ میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں ہوں آپ ہر روز میرا نام دریافت کرتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا ، جب سے اس کا نام دل میں آیا ہے تمام نام بھول گئے ہیں ۔ اس لئے میں روزانہ تیرا نام پوچھ لیتا ہوں اور بھول جاتا ہوں ۔

حق ہمسایہ

آپ کا ہمسایہ آتش پرست تھا ۔ جس کے یہاں ایک دودھ پیتا بچہ تھا ۔ وہ سفر کو گیا اس کا بچہ رات کو اندھیرے میں روتا تھا ۔ آپ روزانہ اس کے گھر میں چراغ رکھ آتے تھے جس کی روشنی میں بچہ کھیلتا رہتا تھا جب آتش پرست واپس آیا تو اس کی بیوی نے شیخ کا سلوک بیان کیا ۔ آتش پرست نے کہا کہ افسوس! شیخ کی روشنی گھر میں آئے اور ہم تاریکی میں رہیں اور اسی وقت آکر مسلمان ہو گیا ۔

حرمتِ والدہ

آپ نے فرمایا جس کام کو میں سب سے مؤخر سمجھتا تھا وہ سب سے مقدم نکلا اور وہ والدہ کی رضا تھی ۔ نیز

فرمایا کہ جو کچھ میں ریاضات و مجاہدات میں اور مسافرت میں ڈھونڈتا رہا وہ اسی میں ملا۔ ایک رات میری ماں نے مجھ سے پانی مانگا میں پانی لینے گیا کوزہ میں پانی نہ تھا۔ میں نے گھڑے میں بھی دیکھا وہاں بھی نہ ملا۔ میں ندی پر گیا اور وہاں سے پانی لایا اتنے میں والدہ سو گئی تھیں۔ اور سردی کی رات تھی۔ میں کوزہ ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو پانی پیا اور مجھ کو دعا دی۔ کوزہ اسی طرح میرے ہاتھ میں جم گیا تھا۔ فرمایا نیچے کیوں نہ رکھ دیا میں نے عرض کیا کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپ جاگ اٹھیں اور میں حاضر نہ ہوں۔

اور ایک موقعہ پر فرمایا کہ میری والدہ صاحبہ نے ایک بار فرمایا کہ آدھا دروازہ بند کر دو میں صبح تک سوچتا رہا کہ دائیں طرف کا آدھا بند کروں یا بائیں طرف کا تاکہ والدہ کے حکم کے خلاف نہ ہو جائے۔ صبح کے وقت وہ مجھے مل گیا جو میں ڈھونڈتا تھا۔

تقوےٰ

ایک بار آپ مکہ معظمہ سے آرہے تھے جب ہمدان میں پہنچے تو آپ نے کسم کا بیج خرید کر خرقہ میں باندھ لیا۔ بسطام میں آکر جب کھولا تو اس میں چند کیڑے نظر آئے فرمایا میں نے ان کو بے وطن کیا ہے اٹھ کر پھر ہمدان گئے اور ان کیڑوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچایا۔

ایک روز آپ نے صحرا میں اپنا کپڑا دھویا ایک ارادتمند ساتھ تھا وہ بولا ہم اس کو انگوروں کی دیوار پر لٹکا دیتے ہیں آپ نے فرمایا لوگوں کی دیوار میں میخ نہ لگاؤ۔ اس نے عرض کیا درخت پر لٹکا دیتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہ کرنا۔ درخت کی شاخیں ٹوٹ جائیں گی۔ عرض کیا گھاس

پر پھیلا دیتے ہیں، فرمایا ایسا نہ کرو گھاس چوپایوں کا چارہ ہے ہم کپڑے سے اس کو نہیں چھپاتے۔ پس آپ کپڑے کو پشت مبارک پر رکھ کر دھوپ میں کھڑے ہو گئے جب ایک طرف سوکھ گئی۔ تو دوسری طرف الٹ دی۔

ایک دفعہ آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا۔ اس کے پہلو میں ایک شیخ نے اپنا عصا زمین میں گاڑا ہوا تھا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کا عصا اس شیخ کے عصا پر گرا جس سے وہ بھی گر گیا۔ شیخ نے جھک کر اپنا عصا اٹھایا اور گھر کو چل دیا۔ آپ بھی اس کے گھر پہنچے۔ اور معافی مانگی۔ فرمایا تم کو جھکنے کی تکلیف اس واسطے اٹھانی پڑی کہ میں نے اپنا عصا اچھی طرح نہ گاڑا تھا ورنہ تم کو جھکنے کی حاجت نہ ہوتی۔

کرامات

ایک مرتبہ ایک جماعت نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی اور دعا کی درخواست کی۔ یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا جاؤ اپنے پرنالوں کو درست کر لو اسی وقت مینہ برسنا شروع ہو گیا۔ اور ایک دن ایک رات برستا رہا۔

ایک دفعہ ملک شام میں لشکر اسلام کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو شکست ہونے والی تھی۔ کہ حضرت شیخ نے یہ آواز سنی بایزید دریاب (لے بایزید خبر لیجئو) اسی وقت خراسان کی طرف سے آگ نمودار ہوئی جس کی دہشت سے لشکر کفار میں تہلکہ مچ گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

حضرت بایزید سے دریافت کیا گیا۔ کہ آپ کا پیر کون ہے۔ جواب دیا ایک بڑھیا۔ ایک روز میں ایسے غلبہ شوق وجوش توحید میں تھا کہ بال برابر

بال برابر بھی کسی اور چیز کی گنجائش نہ تھی بس بے خودی کی حالت میں صحرا میں چلا گیا وہاں ایک بڑھیا آٹے کی تھیلی لے کر آئی۔ اور مجھ سے کہا کہ اسے اٹھا لو میری یہ کیفیت تھی کہ اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال سکتا تھا۔ میں نے ایک شیر کو اشارہ کیا۔ وہ آیا۔ میں نے تھیلی اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور بڑھیا سے کہا کہ جب تو شہر جائے گی تو کیا کہے گی کہ میں نے کس کو دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں یہ کہوں گی کہ میں نے ظالم و متکبر کو دیکھا۔ میں نے کہا ذرا ہوش کر۔ بڑھیا بولی شیر مکلف ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا جس کو خدا تعالیٰ نے مکلف نہیں بنایا اسے تکلیف دینا ظلم ہے یا نہیں۔ میں نے کہا ہاں پھر بڑھیا نے کہا کہ تو باوجود اس بات کے چاہتا ہے کہ اہل شہر جانیں کہ شیر تیرا مطیع ہے۔ اور تو صاحب کرامت ہے۔ یہ رعنائی ہے۔ یہ سن کر میں نے توبہ کی اور اعلیٰ سے اسفل کی طرف آیا اس وجہ سے میں اس بڑھیا کو اپنا پیر کہتا ہوں۔

وفات

جس رات کو آپ نے رحلت فرمائی اس روز حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس حاضر نہ تھے۔ ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ میں عرش الٰہی سر پر اٹھائے ہوئے اڑ رہا ہوں۔ بیدار ہونے کے بعد میں تعجب میں رہا اور صبح کو اس خواب کی تعبیر دریافت کرتے حضرت خواجہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کے لئے روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ اور بے شمار مخلوق ہر چہار جانب سے جمع ہو رہی ہے جب

آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی کہ میں بھی آپ کے جنازہ کا ایک پایہ پکڑ دوں اور کاندھا دوں لیکن لوگوں کی کثرت اور ہجوم کی وجہ سے میری باری نہیں آتی تھی تب میں بہت بے قرار ہوا اور آخر کار میں جنازہ کے نیچے گھسکر جنازہ کو اپنے سر پر اٹھا لیا اور اس وقت میں اپنا خواب بھول گیا تھا۔ ناگاہ میں کیا سنتا ہوں کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ابو موسیٰ یہی تیرے خواب کی تعبیر ہے۔ کہ تو عرش الہیٰ کو اپنے سر پر اٹھائے ہوئے تھا۔ اے ابو موسیٰ وہ عرش تو یہی عاشق الٰہی کا جنازہ ہے۔

آپ کے ارشادات و فرمودات

فرمایا میں نے ایک رات محراب میں پاؤں پھیلایا، ہاتف نے مجھے آواز دی کہ جو شخص بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اسے چاہیے کہ حسن ادب سے بیٹھے — میں نے اللہ کو اللہ سے پہچانا اور ماسوا اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا ہے — اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نعمتیں دیں تاکہ ان کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں مگر وہ سب کے سب اس سے غافل ہو گئے — فرمایا میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا پوچھا اے پروردگار میں تجھے کیسے حاصل کروں ارشاد ہوا اپنے نفس کو چھوڑ کر میرے پاس آ — آپ سے دریافت کیا گیا۔ کہ انسان متواضع کب ہوتا ہے۔ فرمایا جب اپنی ذات کے لئے مقام و حال نہ دیکھے اور نہ لوگوں میں اپنے سے بدتر کسی کو سمجھے۔

فرمایا عام مومنین کے مقام کی غایت ادبار کے مقام کی ابتدا ہے

اور اولیاء کے مقام کی نہایت شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور شہیدوں کے مقام کی غایت صدیقوں کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور صدیقوں کے مقام کی غایت نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور نبیوں کے مقام کی غایت رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور رسولوں کے مقام کی غایت اولوالعزم کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور اولوالعزم کے مقام کی غایت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ کی غایت کسی کو معلوم نہیں ہے۔ سوائے حق تعالیٰ کے کوئی آپ کے مقام کی غایت نہیں جانتا۔ روزِ ازل اور میثاق کے دن روحوں کا مقام ان ہی مراتب پر تھا۔ اور قیامت کے دن بھی انہیں مراتب پر ہوگا۔ اور ان کے اسرار حق تعالیٰ کی محبت میں ان ہی مراتب پر رہوں گے۔

آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ معرفت کس طرح حاصل کی جواب دیا بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے ــــ فرمایا اگر تم کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ لو تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی۔ حفظ حدود اور آداب شریعت کا پابند ہے ــــ فرمایا دل چاہتا ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی طرف اپنا خیمہ لگاؤں کہ وہ مجھ کو دیکھ کر لپیٹ ہو جائے۔ اور خلقِ خدا کو راحت ملے ــــ فرمایا نماز سے سوائے کھڑا ہونے اور روزے سے سوائے بھوکا رہنے کے کچھ نہ پایا مجھکو جو کچھ ملا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے۔ نہ کہ عمل سے۔ چونکہ جہد و کوشش سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو ایسی تعلیم فرمائیے
جو میری نجات کا باعث ہو جائے۔ فرمایا دو باتیں یاد کرلے کافی ہے۔ ایک
یہ کہ اللہ تعالیٰ تیرے حال سے آگاہ اور جو کچھ تو کرتا ہے وہ دیکھتا ہے۔
اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے ۔۔۔ ایک روز کسی نے عرض کیا کہ اپنی
پوستین کا ایک ٹکڑا مجھ کو دے دیجئے تاکہ آپ کی برکت حاصل ہو۔ فرمایا
اگر میرا پوست بھی پہن لے تو کیا ہوتا ہے جب تک میرے والے عمل نہ
کرے ۔۔۔ فرمایا سچا عابد اور سچا عامل وہ ہے کہ تیغ جہد سے تمام مرادات
کا سر کاٹ لے اور اس کی تمام شہوات و تمنا محبت حق میں فنا ہو جائیں۔
اور جو اللہ تعالیٰ کی آرزو ہو وہی اس کی بھی ہو ۔۔۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے
کی یہی نشانی ہے کہ خلق سے بھاگے ۔۔۔ فرمایا ادنیٰ بات جو عارف کے
لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ملک و مال سے پرہیز کرے ۔۔۔ فرمایا حق
تعالیٰ کی ذرہ بھر معرفت عارف کے دل میں وہ لذت بخشتی ہے کہ ایک لاکھ
محل بہشت اعلیٰ اس عارف کو اس ذرہ بھر معرفت کے مقابلہ میں ہیچ معلوم
ہوتے ہیں۔ ۔۔۔ فرمایا دنیا دنیا داروں کے لئے غرور پر غرور ہے۔ اور آخرت
آخرت والوں کے لئے سرور پر سرور ہے۔ اور حق تعالیٰ کا عشق معرفت والوں
کے لئے نور پر نور ہے ۔۔۔ جب عارف اور عاشق الٰہی خاموش ہوتا ہے
تو اس کی یہ آرزو ہوتی ہے۔ کہ اللہ کے ساتھ بات کرے اور جب آنکھیں
بند کرتا ہے۔ تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جب آنکھیں کھولے تو اللہ تعالیٰ
کی طرف دیکھے اور جب زانوں پر سر دھرتا ہے تو اس کی یہ تمنا ہوتی

ہے کہ جب تک حضرت اسرافیل علیہ السلام صور نہ پھونکیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے دیدار کی امید میں سر نہ اٹھائے ۔۔۔ فرمایا ایسی کیا چیز ہے جس کا چھوڑنا ایک بھاری کام سمجھا جائے ۔۔۔ فرمایا یہ ناممکن ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اس کو دوست نہ رکھے ۔۔۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اپنی زبان کو کسی دوسرے کے ذکر میں نہیں کھولتا ۔۔۔ جن کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ان کو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے ۔ (۱) سخاوت دریا جیسی (۲) شفقت آفتاب کی شفقت کی مانند ۔ (۳) تواضع زمین کی تواضع کی مانند ۔۔۔ فرمایا حاجی لوگ جسم سے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور بقا یعنی ہمیشہ کی زندگی کے طالب ہوتے ہیں ۔ اور اہل محبت اپنے دلوں سے عرشِ الٰہی کے گرد طواف کرتے ہیں ۔ اور دیدارِ الٰہی کے خواہشگار ہوتے ہیں ۔۔۔ فرمایا ساری کوششیں مجاہدے بس صرف کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھنی چاہیے ۔ نہ کہ اپنے عمل پر ۔۔۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا ۔ اس کو سوال کی حاجت نہیں ہے اور نہ ہوگی اور جس نے نہ پہچانا وہ ہمیشہ حاجت مند ہی رہے گا ۔۔۔ عارف باللہ وہ ہے کہ کوئی اس کے مشرب کو بگاڑ نہ سکے اور جو کچھ گدلا پن اس تک پہنچے وہ صاف ہو جائے ۔۔۔ آگ اس شخص کے واسطے عذاب ہے ، جو خدائے تعالیٰ کو نہیں پہچانتا لیکن خدائے ذوالجلال کو پہچاننے والا آگ کے واسطے عذاب ہے ۔۔۔ جس نے خواہشِ نفسانی کو ترک کیا وہ اللہ رب العزت سے جا ملا اور واصل بہ حق ہو گیا ۔۔۔ جو عارف بہ حق ہے وہ کہتا ہے کہ میں جاہل ہوں اور جو جاہل بہ

حق ہے وہ کہتا ہے کہ میں عارف ہوں اور عارف اڑنے والے پرندوں کی طرح ہے اور زاہد گردش کرنے والے حیوانوں جیسا ہے ـــــ فرمایا جو لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم، حضرت موسٰی اور حضرت عیسٰی علیہم السلام نے کہا کہ خداوندا ہمیں حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرما۔ اس کا باعث یہی تھا کہ ان پیغمبروں نے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگ دیکھے کہ ان کے قدم تحت الثریٰ پر تھے اور ان کے سر اعلیٰ علّیین کے اس پار تھے۔ اور وہ ایسے ذوق و شوق میں مستغرق تھے کہ درمیان سے گم تھے ـــــ فرمایا جس کم نصیب اور بدبخت نے اپنے دل کو خواہش کی کثرت سے مردہ بنایا ہے۔ وہ جب مرے اس کو لعنت کے کفن میں لپیٹنا اور ندامت کی زمین میں دفن کرنا چاہیے اور جس نے اپنے نفس کو خواہشوں سے روکنے سے مارا ہے اس کو رحمت کے کفن میں لپیٹنا اور سلامتی کی زمین میں دفن کرنا ـــــ فرمایا زندگی اور حیات علم میں ہیں اور راحت معرفت میں ہے اور سرور و ذوق و شوق ذکر میں ہے ـــــ بھوکا رہنا ایک ایسا ابر ہے کہ رحمت کی بارش کے سوا نہیں برستا ـــــ فرمایا وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اور تمام مخلوق سے دور تر ہے جو غرور کے سبب اشارہ و کنایہ سے کام چلاتا ہے ـــــ فرمایا عارف اور عاشق الٰہی کا دل اس چراغ کی مانند ہے جو صاف قندیل میں رکھا ہو کہ اس کی روشنی عالم ملکوت کو روشن کرتی ہے۔ اور جب یہ حال ہو تو اس کو تاریکی اور اندھیرے سے کیا خوف ہو سکتا ہے ـــــ جب لوگوں نے

آپ سے دریافت کیا کہ فرض اور سنت کیا چیز ہے۔ تو جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی محبت فرض اور دنیا کو ترک کرنا سنت ہے — لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ بندہ کمال کے درجہ کو کب پہنچتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا جب وہ اپنے عیبوں کو پہچانتا ہے اور مخلوق سے دل اٹھا لیتا ہے۔ اسوقت حق تعالیٰ اس کو اس کی ہمت اور اپنے نفس سے دوری کے موافق اپنی قربت اور نزدیکی عطا فرماتا ہے — ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا۔ آسمان کی طرف نظر کرو۔ اس نے اوپر نگاہ کی پھر آپ نے دریافت فرمایا تو جانتا ہے اس آسمان کو کس نے پیدا کیا ہے وہ ایسا زبردست ہے کہ تو جہاں کہیں ہو گا تجھ سے واقف ہو گا۔ لہٰذا اس سے ڈرتا رہ — لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کی عمر کیا ہے۔ جواب دیا چار سال، لوگوں نے دریافت کیا کس طرح فرمایا کہ ستر سال تک تو میں دنیا کے قیل وقال میں معروف رہا۔ لیکن اب چار سال سے اس ذات پاک کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اس کا حال مجھ سے مت پوچھو۔ آہ جو زمانہ کہ حجاب اور پردہ میں گزر گیا، وہ تو عمر میں داخل ہی نہیں ہے — لوگوں نے عرض کیا کہ حضور آپ بڑے صاحب کرامت ہیں کہ پانی کی سطح پر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کرامت نہیں ہے چونکہ لکڑی کے ذرا ذرا سے ٹکڑے پانی پر تیرتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا یہ تو کرامت ہے کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی کوئی کرامت نہیں ذرا ذرا سے مچھر ہوا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یہ ضرور بڑی کرامت ہے کہ

آپ ایک رات میں مکہ معظمہ پہنچ جاتے ہیں آپ نے فرمایا یہ بھی کچھ نہیں چونکہ جادوگر ایک رات میں ہندوستان سے دماوند پہنچتے ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا اچھا حضرت آپ ہی فرمائیے کہ مردوں کا کیا کام ہے فرمایا اس دل کو سوائے خدائے پاک کے کسی سے بھی دل نہ لگائے ـــ فرمایا میں اس خیال میں تھا کہ میں اللہ رب العزت کو دوست رکھتا ہوں مگر جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کی دوستی تو میری دوستی سے پہلے تھی ـــ فرمایا علم ظاہری اور شریعت پاک کی فرمانبرداری اور پیروی سے زیادہ دشوار میرے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے ـــ فرمایا میں اپنے اعضا کو عبادت میں مشغول کرتا اور جب کسی عضو کو عبادت سے سست پاتا تو دوسرے عضو سے کام لیتا یہاں تک کہ بایزید ہوگیا ـــ فرمایا میرے دل میں خیال آیا یہ معلوم کروں کہ سب سے زیادہ عذاب جسم کے لئے کون سا ہے۔ آخرکار معلوم ہوا کہ یادِ الہیٰ کی غفلت سے بڑھ کر کوئی عذاب سخت نہیں ہے۔ چونکہ دوزخ کی آگ جسم کو اس طرح نہیں جلائے گی جس طرح کہ ذرا سی دیر کی غفلت جلائے گی۔ ـــ فرمایا کہ تمام عمر میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بایزید سے صحیح اور درست نکل آئے تو پھر بایزید کو کسی سے خوف نہیں ـــ فرمایا میں نے حق جل شانہٗ کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا بایزید کیا چاہتا ہے؟ تو میں نے عرض کیا جو تو چاہتا ہے وہ میں چاہتا ہوں تب حق تعالیٰ نے فرمایا، اے بایزید میں تیرا ہوں جیسا کہ تو میرا ہے۔

وفات | حضرت بایزید بسطامیؒ شروع میں اللہ اللہ بہت کیا کرتے

اور جب آپ پر سکرات الموت طاری ہوئی اس وقت بھی آپ اللہ اللہ فرمانے لگے اور پھر کہا یا رب میں نے آج تک غفلت سے اللہ اللہ کہا ہے اب تو آخری وقت ہے۔ نہ معلوم کب تیری حضوری حاصل ہو گی۔ یہ کلمات آپ کی زبان پر تھے کہ جان بہ حق تسلیم ہوئی۔

آپ نے ۱۵ شعبان ۲۶۱ھ کو بروز جمعہ انتقال فرمایا اور بمقام بسطام مدفون ہوئے۔

عاشق یزدانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

نام اور نسبت

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد اور کنیت ابوالحسن ہے سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی کیونکہ آپ کی ولادت حضرت سلطان العارفین کی وفات کے بعد ہوئی ہے۔

منقول ہے کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ہر سال ایک بار دہستان میں قبور شہدا کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جب آپ موضع خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اس طرح سانس لیتے جیسے کوئی کچھ سونگتا ہے۔ مریدوں نے دریافت کیا آپ کس چیز کی خوشبو سونگھ رہے ہیں ہم کو تو یہاں کوئی خوشبو نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جس کا نام علی اور کنیت

ابوالحسن ہے اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہونگی (۱) وہ صاحب اہل و عیال ہوگا۔ (۲) کھیتی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔ چنانچہ بقول مولینا روم کے ایسا ہی ہوا۔

از پس آں سالہا آمد بد ید	بوالحسن بعد از وفاتِ بایزید
جملہ خوہائے او ز امساک وجود	آنچناں آمد کہ او شہ گفتہ بود
لوح محفوظ است او را پیشوا	از چہ محفوظست محفوظ از خطا
نے نجومست ورنہ رملست و نہ خواب	وحی حق و اللہ اعلم بالصواب

خواجہ مولینا بن روزجہاں اصفہانیؒ نے حضرت شیخ عبد الخالق عجدوانیؒ کے شرح وصیت نامہ میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ مرید ابی مظفرؒ مولانا ترک طوسیؒ کے اور وہ مرید حضرت خواجہ اعرابی عشقیؒ کے اور وہ مرید خواجہ محمد مغربیؒ کے اور یہ مرید حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے۔

فضائل و مناقب حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سلطان المشائخ اور اوتاد و ابدال کے قطب اور اہل طریقت و حقیقت کے پیشوا تھے۔ معرفت و توحید میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ میں مشغول اور حضور و مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔

استاد ابوالقاسم قشیری کا بیان ہے کہ میں جب ولایت خرقان میں پہنچا تو پیر خرقان کی دہشت سے میری فصاحت و عبارت جاتی رہی اور میں

نے یہ خیال کیا کہ شاید میں اپنی ولایت سے معزول ہو گیا ہوں۔

ریاضت و مجاہدہ

ابتداء میں آپ کا یہ معمول تھا کہ عشاء کی نماز خرقان میں باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر حضرت بایزیدؒ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہو جاتے اور تیس میل سفر کر کے حضرت بایزید کے مزار پُر انوار پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں متوجہ بروح پر فتوح ہو کر منتظر برکات وافاضات کھڑے رہتے اور التجا کرتے کہ جو خلعت تو نے حضرت سلطان العارفینؒ کو اپنے فضل سے عنایت فرمایا ہے اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا فرما پھر وہاں سے واپس آتے اور عشاء کے ہی وضو سے خرقان میں صبح کی نماز باجماعت پڑھتے تھے۔

حضرت خواجہ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس سال تک سر تکیہ پر نہیں رکھا۔ اور صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

تواضع

ایک روز آپ بہت سے درویشوں کے ساتھ خانقاہ میں تشریف فرما تھے اور سات دن سے کچھ نہیں کھایا تھا ایک شخص آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر حاضر ہوا اور کہا کہ یہ میں صوفیوں کے لئے لایا ہوں آپ نے درویشوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو صوفی ہو لے لے مجھ میں تو یہ جرأت نہیں کہ تصوف کا دعویٰ کروں یہ سن کر کسی نے نہیں لیا اور وہ شخص واپس چلا گیا۔

کرامات

سلطان محمود غزنی حضرت شیخ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے خرقان گیا۔ اور ایک شخص کی زبانی حضرت شیخ کی خدمت میں یہ پیغام

بھیجا کہ میں غزنی سے آپ کی زیارت کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں اگر آپ زحمت فرما کر شاہی خیمہ تک تشریف لائیں تو آپ کی بڑی عنایت ہوگی اور قاصد کو یہ بھی سمجھا دیا کہ اگر شیخ آنے سے انکار کریں تو کلام پاک کی یہ آیت ان کو پڑھ کر سنا دینا (یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم)

جب قاصد سلطان کا یہ پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا مجھ کو معاف رکھو۔ پھر قاصد نے آیت مذکور پڑھی۔ شیخ نے جواباً بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ میں اطیعوا اللہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعو الرسول سے شرمساری اور ندامت رکھتا ہوں اولی الامر منکم کا تو ذکر ہی کیا ہے جب قاصد نے آکر محمود سے حضرت شیخ کا جواب عرض کیا۔ تو سلطان آبدیدہ ہو کر کہنے لگا کہ ہم خود وہاں چلتے ہیں۔ ہم نے جیسا خیال کیا تھا یہ بزرگ ویسے نہیں ہیں۔ پھر محمود نے اپنا شاہانہ لباس اپنے غلام ایاز کو پہنا دیا اور ایاز کا غلامانہ لباس خود پہن لیا۔ اور دس لونڈیوں کو مردانہ لباس پہنا کر اپنے ہمراہ لیا اور خود بھی اس جماعت کے ساتھ ہتھیار پہن کر غلامانہ صورت میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب سب نے خانقاہ کے اندر جا کر السلام علیکم کہا تو آپ نے سلام کا جواب دیا لیکن تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ اور محمود کی طرف جو کہ غلامانہ لباس میں تھا توجہ فرمائی اور ایاز جو کہ شاہانہ لباس میں تھا اس کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوئے محمود نے کہا کہ آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی تو آپ نے فرمایا یہ سب دام فریب ہے محمود نے کہا کہ ہاں یہ دام فریب ہے۔ لیکن آپ ایسے پرند نہیں جو اس جال میں پھنس جائیں۔ پھر آپ نے محمود کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ آگے آؤ۔ جب محمود

آگے آیا اور عرض کیا کہ حضرت کچھ فرمائیے تو آپ نے کہا کہ اے محمود پہلے ان دس نامحرموں کو باہر بھیجدو۔ محمود نے اشارہ کیا۔ اور وہ دس لونڈیاں باہر چلی گئیں۔
بعد ازاں محمود نے عرض کیا کہ مجھکو بایزید کی کوئی بات سنائیے۔ شیخ نے فرمایا کہ حضرت بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے بدبختی سے نجات حاصل کی۔ محمود نے کہا کہ حضرت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تو حضرت بایزید سے بہت اونچا ہے۔ مگر ابولہب اور ابوجہل اور دیگر منکرین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا مگر پھر بھی بدبخت ہی رہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ محمود ادب کا لحاظ رکھو اور میرے سامنے یہ لن ترانی نہ سنا۔ نبی کریم علیہ السلام کو سوائے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کسی نے نہیں دیکھا اور اللہ عزوشانہ کا یہ فرمان اس امر پر شاہد ہے پھر آپ نے یہ آیتِ مبارک تلاوت فرمائی (وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون) اور اے محبوب تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ چشمِ ظاہر سے تیری طرف دیکھتے ہیں حالانکہ چشمِ بصیرت سے تجھے نہیں دیکھتے۔ محمود کو آپ کی یہ دلیل بہت پسند آئی اور عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اے محمود چار باتوں کا خیال رکھو (۱) جو چیز شریعتِ مطہرہ نے منع فرمائی ہے اس سے اجتناب کرو (۲) نماز باجماعت ادا کرو (۳) سخاوت کرو۔ (۴) خداوند تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔
پھر سلطان نے آپ سے درخواست کی کہ میرے واسطے دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ پانچوں وقت نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں۔
(یا اللہ مومنین اور مومنات کے گناہ بخشدے)۔ محمود نے عرض

کیا۔ خالص میرے واسطے دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ اے محمود تیری عاقبت محمود ہو۔ اس کے بعد سلطان نے اشرفیوں کی تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ شیخ نے ایک جو کی روٹی بادشاہ کو دی اور فرمایا اس کو کھاؤ سلطان جو کی روٹی کو چباتا رہا۔ مگر اس کے حلق سے نیچے نہیں اتری آپ نے فرمایا کیا روٹی کا نوالہ حلق میں اٹکتا ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں آپ نے فرمایا کہ اسی طرح تمہاری اشرفیوں کی تھیلی بھی میرے گلے میں اٹکتی ہے۔ اس کو لے جاؤ میں نے اس کو طلاق دیدی ہے۔ سلطان نے آپ سے درخواست کی کہ اپنا کوئی تبرک بطور یادگار کے مجھ کو عطا کیجئے۔ پھر آپ نے اپنا پیراہن اس کو عطا کیا جب محمود واپس جانے لگا تو آپ اس کی تعظیم کے لئے اٹھے۔ محمود نے کہا حضرت جب میں آیا تھا۔ اس وقت تو آپ میری تعظیم کو کھڑے نہیں ہوئے اب کیوں تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو شاہی نخوت اور امتحان کے ارادے سے آیا تھا اس لئے میں تیری بادشاہت کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھا۔ اور اب فقیری اور عاجزی کے ساتھ جا رہا ہے اس لئے میں تیری درویشی کے لئے کھڑا ہو گیا ہوں۔

جب محمود غزنوی سومنات پر حملہ آور ہوا تو سلطان کے مقابلہ میں بڑی زبردست اور سرکش فوج تھی محمود کو شکست کا اندیشہ ہوا تو سلطان کو اس وقت اس خرقہ کا خیال آیا فوراً گھوڑے سے اترا اور گوشہ میں جا کر پیراہن شیخ کو ہاتھ میں لیکر پیشانی کو زمین پر رکھ کر اس طرح دعا کی۔ خدایا اس خرقہ کی آبرو کے صدقہ مجھ کو ان کافروں پر فتح عطا فرما جو مال غنیمت مجھ کو یہاں سے ملے گا میں اس کو درویشوں کو دیدوں گا۔

ادہر محمود نے یہ دعا کی دوسری طرف لشکر کفار میں ایسی ہلچل اور ابتری مچی کہ باہم دست و گریباں ہو کر آپس میں ایک دوسرے کا خون بہانے لگے اس طرح اللہ تعالیٰ نے لشکر اسلام کو فتح فرمائی۔

اس رات کو خواب میں سلطان نے حضرت شیخ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اس چھوٹے سے کام کے لئے تو نے ہمارے خرقہ کی آبرو ضائع کر دی اگر تو اس وقت خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ تمام کفار مسلمان ہو جائیں تو سب مسلمان ہو جاتے۔

ایک روز شیخ المشائخ حضرت ابو العباس رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پانی کا ایک بھرا ہوا طشت آپ کے سامنے رکھا تھا شیخ المشائخ نے اس پانی میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر آپ کے سامنے رکھدی۔ حضرت شیخ خرقانیؒ کے قریب ایک گرم تنور تھا۔ آپ نے اس میں سے ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر شیخ المشائخ کے سامنے رکھدی اور فرمایا کہ پانی میں سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے۔ آگ میں سے نکالنی چاہئے۔ شیخ المشائخ نے کہا کہ آؤ ہم دونوں اس جلتے ہوئے تنور میں کود پڑیں اور دیکھیں کون اس میں سے زندہ نکلتا ہے اس پر حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی نے فرمایا کہ آؤ ہم اپنی نیستی میں غوطہ لگائیں اور دیکھیں کہ اس کی ہستی کے ساتھ زندہ ہو کر کون باہر نکلتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو العباس خاموش ہو گئے۔

حضرت شیخ بو علی سینا حضرت خرقانیؒ کی زیارت کے لئے خرقان گئے۔ جب آپ مکان پر پہنچے تو آپ لکڑیاں لینے جنگل کی طرف تشریف لے گئے

بھے۔ آپ نے آواز دے کر اہل خانہ سے دریافت کیا۔ کہ ابوالحسن کہاں گئے ہیں۔ کب تک آئیں گے۔ آپ کی اہلیہ نے بہت ناراض ہو کر سخت لہجہ میں جواب دیا۔ کہ کس کذاب کا نام لیتے ہو۔ وہ تو بڑا جھوٹا ہے حضرت شیخ کو آپ کی بیوی صاحبہ کا یہ جواب سن کر بہت تعجب ہوا اور دل میں خیال کیا کہ جس کی بیوی کے اپنے خاوند کے متعلق یہ خیلالات اور تاثرات ہیں تو اس کا کیا حال ہو گا۔ چنانچہ شیخ بوعلی سینا دل میں یہی خیال کرتے ہوئے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے حضرت خرقانیؒ شیر پر لکڑیاں لادے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ شیخ بوعلی سینا یہ منظر دیکھ کر سکتے میں آ گئے۔ جب ہوش آیا تو پوچھا کہ آپ کی بیوی صاحبہ کے آپ کے متعلق یہ تاثرات ہیں اور آپ کا یہ حال ہے کہ شیر بھی آپ کا مطیع ہے یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک میں ایسی بھیڑنی کا بوجھ نہیں اٹھاؤں گا اس وقت تک بھلا یہ شیر میرا بار کیونکر اٹھائے گا۔ پھر آپ دونوں مکان پر تشریف لائے اور آپ سے بہت سی اسرار کی باتیں ظہور میں آئیں جن کو دیکھ کر شیخ بوعلی سینا آپ کے بڑے معتقد ہو گئے۔

ایک بار آپ کے مرید نے آپ سے درخواست کی کہ مجھکو اجازت دیجئے کہ میں کوہ لبنان میں جا کر قطب عالم کی زیارت کروں۔ شیخ نے اجازت دے دی۔ جب وہ لبنان میں پہنچے تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ اور سب لوگ رو بقبلہ بیٹھے ہوئے کسی کا انتظار کر رہے ہیں میں نے دریافت کیا کہ اس جنازہ کی نمازِ جنازہ کیوں نہیں پڑھتے لوگوں

نے جواب دیا کہ قطب عالم تشریف لائیں گے وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے اور وہ پانچوں وقت یہاں تشریف لاکر ہر نماز کی امامت کرتے ہیں میں یہ سنکر بہت خوش ہوا کہ اس طرح تو ضرور آج حضرت قبلہ عالم کی زیارت نصیب ہوگی ۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت شیخ خرقانیؒ نے وہاں تشریف لاکر امامت فرمائی ۔ یہ منظر دیکھ کر میں بیہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو لوگ مردہ کو دفن کر چکے تھے ۔ اور حضرت شیخ تشریف لے جا چکے تھے ۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ جن بزرگ نے امامت کرائی ہے وہ کون ہیں ۔ تو لوگوں نے جواب دیا کہ یہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ ہیں میں نے پوچھا کہ اب پھر کب تشریف لائیں گے ۔ جواب ملا کہ دوسری نماز کے وقت تشریف لائیں گے ۔ میں یہ سنکر رونے لگا کہ میں آپ کا مرید ہوں اور مجھ کو آج تک یہ معلوم نہیں کہ آپ ہی قطب عالم ہیں ورنہ اتنا دور دراز کا سفر کیوں اختیار کرتا جب پھر نماز کا وقت ہوا تو آپ تشریف لائے اور نماز کی امامت فرمائی آپ نے جب نماز ختم کر کے سلام پھیرا تو میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور درخواست کی کہ براہ مہربانی مجھ کو اپنے ہمراہ واپس لے چلیں میں بے حد شرمندہ ہوں آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر لے چلتا ہوں کہ جو کچھ یہاں دیکھا ہے اس کو ہرگز کسی کے سامنے بیان نہ کرنا ، چونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ مجھ کو اس دنیا میں خلقت سے پوشیدہ رکھیں ۔

روایت ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ سماع نہیں سنا کرتے تھے ایک روز حضرت شیخ ابوسعید آپ کی زیارت کے لئے خرقان آئے اور

کھانے سے فارغ ہو کر آپ نے سماع کی اجازت طلب کی کہ قوال سے سماع سننے کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا کہ ہم سماع نہیں سنا کرتے آپ کی وجہ سے سن لیتے ہیں۔ قوالوں نے جب ایک شعر پڑھا تو حضرت شیخ ابو سعید نے کہا اے شیخ اب وقت ہے، آپ اٹھیں حضرت شیخ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تین بار اپنی آستین کو وجدانہ حرکت دی اور سات بار حالت وجد میں زمین پر اپنے پیر مارے آپ کو وجد میں آیا تھا کہ خانقاہ کی دیواریں آپ کے ساتھ ہلنے لگیں حضرت ابو سعید نے عرض کیا کہ حضرت بس کیجئے چونکہ عمارت گر جائے گی اور قسم ہے اس ذات وحدہٗ لاشریک کی کہ آسمان اور زمین بھی آپ کے ساتھ رقص کرنے لگیں گے۔ اس پر حضرت شیخ نے اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک سب کچھ دیکھتا ہو۔ آپ نے مزید فرمایا۔ اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ رقص کیوں کرتے ہو تو کہنا گذرے ہوئے لوگوں کی موافقت میں رقص کرتے ہیں اور جن لوگوں کے لئے سماع جائز ہے۔ وہ ایسے ہوا کرتے ہیں۔

ایک دن ابو سعید خرقان میں آپ کی زیارت کے لئے تشریف لائے آپ کی بیوی صاحبہ نے اس روز جو کی روٹیاں پکائی تھیں ان میں سے چند روٹیاں موجود تھیں۔ آپ نے ان روٹیوں پر ایک چادر ڈال دی۔ اور بیوی سے کہا کہ اب ان میں جتنی چاہو روٹیاں نکالتی رہنا چنانچہ آپ کی اہلیہ نے ایسا ہی کیا۔ لوگ بڑی خاصی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ خادم برابر ان میں سے روٹیاں نکال کر لاتے رہے۔ مگر وہ روٹیاں اسی طرح

باقی رہیں اتنے میں آپ کی بیوی صاحبہ نے چادر اٹھا کر دیکھا۔ تو وہاں کوئی بھی روٹی نہ تھی آپ نے فرمایا تم نے غلطی کی ہے۔ اگر تم چادر رکھو لکر نہ دیکھتیں تو اسی طرح اس کے نیچے سے قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

ارشادات و فرمودات

آپ نے فرمایا سب سے بہترین چیز ایک ہی ہے وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو ــــ صوفی کی تعریف بیان کرتے ہوئے، آپ نے فرمایا کہ صوفی اس کو نہیں کہتے جو گدڑی پہنے اور جا نماز پر بیٹھا رہے۔ اور نہ رسوم اور عادات سے صوفی ہوتا ہے۔ بلکہ صوفی وہ ہے جو نیست ہو صوفی وہ ہے جسکو دن میں آفتاب کی اور رات میں چاند ستاروں کی حاجت نہ ہو اور ایسا نیست ہو جائے کہ ہستی کی حاجت باقی نہ رہے ــــ صدق کی تعریف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا صدق یہ ہے کہ جو کچھ دل میں ہو وہی زبان پر ہو یعنی جو بات دل میں ہو وہی بات کہے ــــ آپ نے اخلاص کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا جو کام تو خدا کے واسطے کرے وہ اخلاص ہے۔ اور جو کام بندوں کے دکھانے کے واسطے کرے وہ ریا ہے ــــ فنا اور بقا کے متعلق فرمایا کہ فنا اور بقا کے متعلق صرف ایسے شخص کو کلام کرنے کا حق ہے کہ وہ شخص ایک تار کے ذریعہ آسمان سے لٹکتا ہو اور اس وقت ایسی ہوا چلے جس سے تمام درخت اور عمارتیں گر جائیں اور وہ ہوا تمام پہاڑوں کو اکھاڑ کر رکھ دے اور اس کے زور سے تمام دریا الٹ جائیں۔ مگر وہ ہوا اس شخص کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے صرف ایسے شخص کو فنا اور بقا کے مقام کے متعلق گفتگو کرنے کا

حق پہنچتا ہے ـــــ فرمایا کہ یہاں تک اندوہ طلب کرو کہ تمہاری آنکھ سے آنسو جاری ہو جائیں چونکہ اللہ تعالیٰ رونے والوں کو دوست رکھتا ہے ـــــ فرمایا جو شخص قرآن پاک پڑھے اور اس سے حق کو طلب نہ کرے اس سے وہ شخص بہتر ہے جو گانا گائے اور اس سے حق کو طلب کرے ـــــ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کا حق اس شخص کو پہنچتا ہے جو آپ کے فعل وسنت کی پیروی کرے اور جو شخص صرف کاغذ کو سیاہ کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث نہیں ہے ـــــ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کچھ طلب نہ کروں اس پر حضرت شیخ خرقانیؒ نے فرمایا کہ یہ بھی طلب ہے ـــــ عالم وعابد جہاں میں بہت ہیں مگر تجھ کو اپنی زندگی اس طرح بسر کرنی چاہیے۔ کہ صبح سے شام تک اور رات سے صبح تک وہ کام کرے جسکو خداوند تعالیٰ پسند فرماتا ہے ـــــ فرمایا میرا نفس ٹھنڈے پانی اور کھٹی چاچھ کا ایک گھونٹ مانگتا ہے۔ مگر چالیس سال گزر گئے ہیں کہ آجتک نفس کی یہ خواہش پوری نہیں کی ہے ـــــ فرمایا جس دل میں مخلوق نہ ہو وہ دلوں میں سب سے زیادہ روشن دل ہے، اور جس کام میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔ وہ کاموں میں سب سے اچھا کام ہے۔ اور جو نعمت تیری کوشش سے حاصل ہو وہ نعمتوں میں سب سے زیادہ حلال ہے۔ اور سب سے بہتر رفیق وہ ہے جس کی زندگانی حق کے ساتھ ہو ـــــ فرمایا تہتر سال سے اس طرح زندگی گزار رہا ہوں کہ احکام شریعت اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف ایک سجدہ بھی ادا نہ کیا۔ اور شریعت مطہرہ کے خلاف اتباع نفس میں ایک سانس بھی نہیں لیا ہے ـــــ فرمایا کبھی باری تعالیٰ کی طرف سے میرے گوشہ دل میں اتنی طاقت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو گھسیٹ کر

اپنی طرف کھینچ لوں اور اگر چاہوں تو تحت الثریٰ تک اتر جاؤں — فرمایا کہ حق تعالیٰ کو میرے ساتھ جو رازو نیاز ہے اگر میں اس کو ظاہر کر دوں تو لوگ یقین نہیں کریں گے گویا اس کی مثال ایک آگ کی سی ہے جو روئی میں رکھدی جائے، اس معشوقِ حقیقی کے اسرار کو اپنے آپ میں رہ کر ظاہر کرتے ہوئے تعجب ہوتا ہے۔ اور اس مقدس ذات کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے راز کو افشاں کرتے ہوئے مجھکو شرم آتی ہے چونکہ میں اس مبارک کارواں کے ساتھ چل رہا ہوں جس کے پیشوا اور مقتدیٰ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں — فرمایا ایک مرتبہ تمام دنیا کے خزانوں کو اکٹھا کر کے میرے سامنے حاضر کیا گیا اور مجھ کو دکھایا گیا میں نے عرض کیا کہ میں ان خزانوں کے لالچ میں ہرگز نہیں آؤں گا پھر باری تعالیٰ جل شانہٗ نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت میں تیرا حصہ نہیں ہے۔ اور ان دونوں جہانوں کے عوض میں تیرا خدا ہوں — فرمایا جب سے دنیا سے دست بردار ہوا ہوں دنیا کا رخ نہیں کیا ہے۔ اور جب سے اللہ کہنا شروع کیا ہے۔ میرا دل اللہ کے سوا کسی مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہے — ایک شخص نے خواہش ظاہر کی کہ میں حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا اے غافل تو نے اپنی عمر کے ساٹھ برس برباد کر دیئے اور جو تیرا خالق ہے اس کی محبت ترک کر کے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ رشتہ محبت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اے ساٹھ برس کے بڈھے سن! جب سے میں نے اللہ رب العزت کے ساتھ صحبت اختیار کی ہے میرے دل میں مخلوق کے ساتھ محبت کرنے کی آرزو کبھی بھی پیدا نہیں ہوئی — فرمایا مجھ کو خاموشی میں سلامتی اور تنہائی میں عافیت حاصل ہوئی

ہے — فرمایا ایک دن میرے دل میں یہ غیبی آواز آئی کہ اے ابوالحسن !
میں ایسا زندہ ہوں کہ کبھی نہیں مروں گا۔ لہٰذا تو میرے فرمان پہ قائم رہ اس کے
عوض میں تجھ کو لازوال زندگی عطا کروں گا — فرمایا جس نے میرے ساتھ محبت
کی اور مجھکو پہچانا اس نے خدا کے ساتھ محبت کی اور جو شخص جواں مردوں کی
رفاقت اختیار کرتا ہے وہ حق جل شانہٗ کا رفیق ہوتا ہے — فرمایا مخلوقِ خدا
کو اس بات کی خبر نہیں ہے۔ کہ جب سے میری زبان رب العزت کی توحید اور
ذکر میں مشغول ہوئی ہے۔ اس وقت سے زمین اور آسمان میرے گرد طواف کرتے
ہیں — فرمایا جو شخص میرے پاس آتا ہے اس کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب
میں میدانِ محشر میں کھڑا ہوں گا اور جب تک اس کی مغفرت نہ کراؤں گا بہشت
میں داخل نہیں ہوں گا۔ اگر اس کا یہ اعتقاد نہیں ہے۔ تو اس کو نہ میرے پاس
آنا چاہیے نہ مجھکو سلام کرنا چاہیے — فرمایا حق جل شانہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ
جن لوگوں نے تیری نہر سے پانی پیا ہم نے تیری طفیل ان سب کو بخش دیا۔
— فرمایا اے باری تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھکو وہ مرتبہ عطا فرما کہ میری
خودی درمیان نہ رہے۔ اور سب کچھ تو ہی تو ہو — فرمایا باری تعالیٰ میں
تیرا بندہ ہوں تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام اور تیری مخلوق کا
خادم ہوں — فرمایا اے خداوند تعالیٰ جب تو مجھکو یاد فرمائے تو تیری یاد پہ
میری جان قربان ہو جائے۔ اور جب میرا دل تیری یاد میں محو ہو تو میری جان
اور میرا بدن میرے دل پر قربان ہو جائے۔ یہ تیری رحمت ہے کہ تو نے مجھکو
اپنے واسطے پیدا فرمایا ہے۔ میں اپنی ماں کے پیٹ سے صرف تیرے ہی واسطے

پیدا ہوا ہوں، مجھکو کسی مخلوق کا شکار نہ کرنا۔ اے اللہ! تیرے بعض بندوں کو نماز اور اطاعت پسند ہوتی ہے۔ بعض کو حج اور جہاد اور بعض کو علم اور سجادہ، مگر اے حق سبحانہ! تو مجھ کو ایسا بنا دے کہ میری زندگی اور دوستی اور محبت صرف تیری ذات بابرکات کے لئے ہو۔ فرمایا جو لوگ اللہ کی راہ میں مقتول اور شہید ہوئے وہ قیامت کے دن شہید اٹھائے جائیں گے مگر قیامت کے دن میں ایسا شہید ہوں گا کہ تیرے شوق اور عشق کا مقتول ہوں گا۔ فرمایا جس شخص کا یہ مرتبہ ہو کہ تکبیر تحریمہ خراسان میں کہے اور سلام کعبہ میں پھیرے وہ مرد ہے۔ مرد ہونا آسان نہیں ہے اور جو شخص نماز میں عرش اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک سب کچھ نہ دیکھ سکتا ہو اس کو اپنے آپ کو بے نماز اور نامراد سمجھنا چاہیے۔ فرمایا بنی اسرائیل کے زمانہ میں بعض لوگ ایسے تھے جو ایک سال تک سجدے میں رہتے تھے اور بعض ایسے تھے جو دو سال تک سجدہ میں رہتے تھے لیکن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا یہ مرتبہ اور مقام ہے۔ کہ آپ کی امت کے بعض بندے کی ایک ساعت کی فکر بنی اسرائیل کے زمانہ کے لوگوں کے ایک سال بھر کے سجدہ کے برابر ہوتی ہے۔ فرمایا اس روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے بعض ایسے بندے بھی ہیں جن کے دل میں توحید کی قوت سے ایک ایسی تجلی روشن ہے کہ اگر وہ تجلی عرش اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک جو کچھ ہے اس تمام موجودات پر روشن ہو جائے تو وہ تجلی اس تمام موجودات کو مرغ کے پروں کی طرح جلا دے گی۔ فرمایا اولیاء اللہ کی یہ شان اور مرتبہ کہ جو کچھ ان کے اندر ہوتا ہے۔ اگر

ذرہ برابر اس کا اظہار کر دیں تو تمام زمین و آسمان کی مخلوق خوف زدہ ہو جائے ۔۔۔ فرمایا تین مقامات ایسے ہیں جہاں پر ملائکہ اولیاء اللہ سے ڈرتے ہیں ایک نزع کا وقت دوسرے کراماً کاتبین جب ان کے اعمال لکھتے ہیں تیسرے منکر نکیر جب قبر میں ان سے سوال کرتے ہیں ۔۔۔ فرمایا زندگی بسر کرنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تم ایسے بن جاؤ کہ جب فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور میں واپس لوٹ کر جائیں تو یہ عرض کریں کہ باری تعالیٰ تیرے فلاں بندہ نے برائی نہیں کی نیکی کی ہے ۔۔۔ آپ نے حضرت علی دہقان رحمتہ اللہ علیہ کا یہ قول بیان فرمایا کہ جو شخص فضول باتیں سوچتا ہے۔ وہ دو سال کی راہ کے برابر اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے ۔۔۔ فرمایا جس مبارک دل میں اللہ تعالیٰ کا درد ہو اس دل کا کیا کہنا چونکہ اس درد کی شفا بھی اللہ تعالیٰ ہے ۔۔۔ فرمایا جو شخص دنیا کا طالب ہے اس پر دنیا حکومت کرتی ہے۔ اور جو شخص دنیا سے روگردانی کرتا ہے وہ دنیا پر بادشاہت کرتا ہے ۔۔۔ فرمایا نبی مکرم و محترم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کے نور ہیں وہ معرفت الٰہی کے ایسے ناپید اکنار دریا تھے۔ کہ اگر اس دریا کا ایک قطرہ بھی باہر آجاتا تو تمام دنیا اور اس کے مکین اس میں غرق ہو جاتے اور میں جس قافلہ میں ہوں اس کے سالار ان اللہ رب العزت ہیں اور بعد رب العزت کے اس کے ہادی اور مقتدیٰ میرے سردار دوجہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور کلام الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے درمیان ہیں اور اس کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اتباع ہے اور وہ لوگ بہت ہی خوش نصیب

اور مبارک ہیں جو اس قافلہ کے راہی ہیں ـــــ فرمایا تو اپنے آپ کو صاحبِ رائے اور اہل حدیث کہتا رہے گا۔ ایک بار اللہ صحیح معنوں میں کہہ لے اور جس کا قرآنِ پاک اور حدیث پاک سے اس کا ہو جا ـــــ فرمایا کہ جب اللہ کے نیک بندوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس وقت ایک نورانی ابر آتا ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کے ذکر کرنے والے پر اس نورانی ابر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے اور جب باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ و جل ثناؤہٗ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اس وقت ہر ابر اٹھ کر آتا ہے۔ اور اس ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے ـــــ فرمایا لالچی عالم سے دین کو جتنا نقصان پہنچتا ہے اتنا نقصان شیطان سے نہیں پہنچتا ـــــ فرمایا مومن کا درجہ اور مرتبہ اس قدر بلند ہے کہ جو شخص مومن کی زیارت کرتا ہے اس کو سو حج کے برابر اور ہزار دینار اشرفی کے صدقے سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اور جس شخص کو مومن کی زیارت نصیب ہو جائے تو اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ گویا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی ہے ـــــ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے اللہ کو کہاں دیکھا ہے فرمایا جہاں اپنے آپ کو نہیں دیکھا وہاں باری تعالیٰ کو دیکھا ہے یعنی اپنی ہستی کو فنا کر کے اللہ تعالیٰ کی زیارت حاصل ہوتی ہے ـــــ فرمایا بہت رونا اور کم ہنسنا اور بہت خاموش رہنا، کم بولنا اور بہت داد و دہش کرنا، اور کم کھانا اور کم سونا مومن کا شیوہ اور طریقہ ہے ـــــ فرمایا جس شخص کا ایک دن اور رات بسر ہو کہ اس سے کسی مومن کو ایذا نہ پہنچے تو اس دن اور اس رات اس کی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت اور برکت میں بسر ہوئی اور جس دن کسی شخص سے کسی مردِ مومن کو ایذا پہنچتی ہے۔ اس دن کی اس کی عبادت

کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ـــــ اس دنیا میں جو شخص اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے شرم وحیا رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس سے شرم رکھے گا ـــــ فرمایا صرف ٹاٹ اور گدڑی پہننے سے کوئی شخص صوفی نہیں بن جاتا چونکہ اگر ایسا ہوتا تو یقیناً تمام اون والے اور جو کھانے والے جانور صوفی ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو اخلاصِ عمل کی عزت اور رفعت ہے۔ اور صوفی وہی ہے جس کو یہ دولت نصیب ہو ـــــ فرمایا کہ عالم علم کو، زاہد زہد کو اور عابد عبادت کو تقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ مگر گوش ہوش سے سن لو اور اس بات کو اپنے دلوں پر نقش کر لو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ صرف پاکی کو پسند کرتی ہے۔ اور اس سے راضی ہوتی ہے۔ ـــــ فرمایا جب تک انسان مخلوق کے ساتھ رہتا ہے۔ اس وقت تک خوشی اور سختی کا احساس کرتا ہے اور جب وہ ترک خلائق کر کے بشریت سے درگزر کر لیتا ہے تو پھر اس کی زندگی خدا کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ جہاں انسان خوشی اور سختی سے بے نیاز ہو کر ہر وقت اس کے شغل اور خیال میں محو رہتا ہے ـــــ فرمایا میرا نہ تن ہے نہ دل ہے اور نہ زبان چونکہ ان تینوں چیزوں پر اللہ ہی اللہ ہے۔ اور میرے لئے نہ دنیا ہے نہ آخرت میرا معشوق تو صرف اللہ ہی اللہ ہے ـــــ آپ نے ایک عقلمند سے دریافت کیا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہے یا خداوند تعالیٰ تجھکو دوست رکھتا ہے۔ اس نے کہا میں خداوند تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا جا اپنے دوست کے گرد گھوم چونکہ جو کوئی کسی کو دوست رکھتا ہے اس کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے تو بھی اپنے

دوست کے پیچھے پھر کہ ایک دن تو اپنے مقصد کو حاصل کرے گا۔ فرمایا صرف نماز پڑھ لینا اور روزہ رکھ لینا مردانگی نہیں بلکہ مردانگی یہ ہے کہ ساٹھ سال گزر جائیں اور بائیں جانب کا فرشتہ کوئی ایسا عمل نہ لکھ سکے جس سے خدا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے ۔ فرمایا جو شخص ہر وقت اطاعت میں مصروف رہتا ہے لیکن اس دل میں ماسوائے اللہ کے کچھ اور بھی ہو وہ دل مردہ ہے ۔ فرمایا مہمان کی مہمان داری کے حقوق اسقدر ہیں کہ اگر تمام جہان کا لقمہ بنا کر مہمان کے سامنے رکھ دیا جائے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ فرمایا جو شخص مخلوقِ خدا کے سامنے شفقت کا برتاؤ نہیں کرتا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی دوستی اور محبت نہیں ہو سکتی۔ فرمایا بہت سے ایسے لوگ جو زمین پہ چلتے ہیں مردہ ہیں اور بہت سے ایسے لوگ جو زمین میں سوئے ہوئے ہیں وہ زندہ ہیں ۔ فرمایا دنیا سے قرضدار جانا اور قیامت کے دن قرض خواہوں کا دامن گیر ہونا پسند ہے مگر سائل کے سوال اور اس کی حاجت کو رد کر دینا گوارا نہیں ۔ فرمایا جو شخص اس حال میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی حلاوت اور لذت نہیں چکھی وہ گویا تمام آرام اور راحتوں اور اچھائیوں سے محروم رہا۔

وفات نقل ہے کہ جب شیخ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر کو تیس گز گہرا کھودنا تاکہ حضرت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اونچی نہ ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔
مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص میرے مزار کے پتھر پہ ہاتھ رکھ

کر دعا مانگے گا وہ قبول ہو جائے گی۔ صاحب تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نے لکھا ہے کہ یہ بات تجربہ میں آچکی ہے ـــــ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے مصنف "انوار الاثانی" نے لکھا ہے کہ آپ کا وصال ۱۵ رمضان المبارک ۴۲۵ھ کو ہوا۔ صاحب "تذکرہ مشائخ نقشبندیہ" نے بروز عاشورہ یعنی ۱۰ ماہ محرم ۴۲۵ھ تاریخ وفات لکھی ہے اور مصنف "حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار" نے لکھا ہے "وفاتِ آں جامع کمالات مخزن خوارق و کرامات روز سہ شنبہ دہم ماہ محرم الحرام سال چہار صد و بست و پنج ہجری ۴۲۵ھ یا چہارم صد چہل و ہشت ہجری ۴۴۸ھ بوقوع آمد" یعنی آپ بروز منگل دسویں ماہ محرم ۴۲۵ھ کو یا ۴۴۸ھ کو واصل الی اللہ ہوئے۔

آپ کا مزار پر انوار خرقان میں ہے۔

حالات حضرت شیخ فضل ابن محمد ابو علی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش و ابتدائی حالات

آپ کا اسم گرامی فضل بن محمد بن علی اور کنیت ابو علی ہے۔ آپ قریہ فارمد میں جو طوس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے ۴۳۴ھ[1] میں پیدا ہوئے اور مصنف "تذکرہ مشائخ نقشبندیہ" نے آپ کا سنِ ولادت ۴۰۷ھ لکھا ہے۔

---

[1] حدیقۃ الاسرار فی اخبار الابرار

آپ علم فقہ میں ابوحامد غزالی کبیر کے شاگرد ہیں اور علم حدیث آپ نے ابوعبداللہ بن باکو شیرازی — ابومنصور تمیمی — ابوحامد غزالی کبیر اور ابوعبداللہ نیلی اور ابوعثمان صابونی سے پڑھا۔ علوم وعظ و تذکیر میں آپ کے استاد امام ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ ہیں — عبدالغافر فارسی۔ عبداللہ بن علی خرکوشی۔ عبداللہ بن محمد کوفی علوی اور جامع الشعار کا بیان ہے کہ حضرت شیخ ابوعلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے شیخ طریقت اور وعظ و تذکیر میں اپنے طریقہ کے ساتھ منفرد تھے — عبادت و تہذیب و حسن ادب و بلیغ۔ استعارہ و دقیق اشارہ و رقت الفاظ میں کوئی آپ کا ہمعصر آپ سے گوئے سبقت نہیں لے گیا۔ آپ کا کلام پُرتاثیر ہے۔ آپ قطب وقت اور اپنے زمانہ کے پیشوا تھے۔

آپ کا روحانی انتساب

علم باطن میں آپ کو دو طریقوں اور سلسلوں سے فیض حاصل ہوا ہے۔ ایک شیخ الطریقت حضرت ابوالقاسم کرگانی سے اور دوسرے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ سے۔ آپ نے اپنے تحصیل علم اور حصول فیض روحانی کے واقعات اس طرح بیان فرمائے ہیں۔

شروع عنفوان شباب میں جب میں نیشاپور میں پڑھا کرتا تھا میں نے حضرت شیخ ابوسعید بن ابی الخیر قدس سرہ کے متعلق سنا کہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں۔ میں ان کی زیارت کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوا جب میں نے منور اور پرجمال چہرہ کو دیکھا تو ان پر فریفتہ ہو گیا اور میرے دل میں طائفہ صوفیا کی عظمت اور محبت بہت زیادہ ہو گئی۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ مدرسہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتہً میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ حضرت شیخ ابوسعید کی زیارت کر دں حالانکہ وہ وقت حضرت شیخ موصوف کی۔ زیارت کا نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے خیال کیا کہ اس وقت نہیں جانا چاہیے۔ ان کے ملاقات کے اوقات میں ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے اس خیال سے میں نے ارادہ کیا کہ اسوقت نہ جاؤں مگر میرے دل کو صبر اور قرار نہ ہو سکا۔ اور مجبور ہو کر میں ان کے شوق زیارت میں چل دیا۔ میں جب چوراہے پر پہنچا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت ایک بڑی جماعت کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا اور حضرت شیخ نے ایک مقام پر قیام فرمایا تو میں بھی وہاں چلا گیا۔ اور ایک جانب گوشہ میں اس طرح بیٹھ گیا کہ حضرت مجھ کو نہ دیکھ سکیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں پر محفل سماع شروع ہو گئی اور شیخ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور وجد کی حالت میں آپ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع ختم ہو گیا تو شیخ نے اپنے کپڑے اتار دیئے۔ اور ان کپڑوں کو آپ کے سامنے پارہ پارہ کر دیا گیا۔ شیخ نے اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں میں سے ایک آستین علیحدہ رکھ لی اور ابو علی طوسی کو آواز دے کر بلایا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شیخ نہ تو مجھ کو جانتے ہیں نہ مجھکو دیکھ رہے ہیں ان کے کسی مرید کا نام ہو گا۔ اس لئے میں خاموش بیٹھا رہا اور میں نہیں بولا۔ شیخ نے پھر دوبارہ آواز دی پھر بھی خاموش رہا پھر تیسری مرتبہ میرا نام لیکر بلایا تو حاضرین نے کہا کہ شیخ تم کو جانتے ہیں اور تمہیں کو بلا رہے ہیں۔ میں حضرت شیخ کے سامنے حاضر ہوا تو آپ نے وہ آستین اور

تبریز مجھکو عنایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے۔ میں نے کپڑا لیکر آداب بجا لایا۔ اور ان کپڑوں کو حفاظت کے ساتھ رکھ دیا۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور مجھکو ان کی خدمت میں بہت بڑے فائدے ہوئے اور نور معرفت کی روشنی ظاہر ہوئی۔ اور عجیب وغریب حالات وکوائف ظاہر ہوئے۔

جب شیخ موصوف نیشاپور سے تشریف لے گئے تو میں استاد امام ابو القاسم قشیری کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو حالات مجھ پر گذرے تھے وہ آپ کی خدمت میں بیان کئے آپ نے فرمایا اے نوجوان جاؤ تحصیل علم کرو۔ مگر وہ روشنی دن بدن بڑھتی گئی میں مزید تین سال تک تحصیل علم میں مصروف رہا یہاں تک کہ ایک دن عجیب وغریب واقعہ پیش آیا میں نے جب دوات سے قلم نکالا تو وہ سیاہ کی بجائے سفید نکلا میں حضرت امام ابوالقاسم قشیری کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا واقعہ آپ کو سنایا آپ نے فرمایا اس بات کا مطلب یہ ہے کہ علم تجھ سے دست بردار ہوگیا۔ تو تو بھی اب علم سے دست بردار ہو جا۔ اور طریقت کا راستہ اختیار کرلے اور اس کے کام میں مشغول ہو جا۔

چنانچہ اس دن سے میں مدرسہ کو چھوڑ کر خانقاہ میں آگیا۔ اور استاد امام کی صحبت اور خدمت میں رہنے لگا۔ ایک دن استاد امام حمام میں نہانے کے واسطے تشریف لے گئے۔ تو میں نے چند ڈول حمام میں ڈال دیئے جب حضرت امام حمام سے باہر آئے اور نماز سے فارغ ہو گئے تو دریافت فرمایا حمام میں پانی کس نے ڈالا تھا۔ میں نے سوچا شاید یہ فعل آپ کو ناگوار گزرا ہے۔ اس لئے ڈر کی وجہ سے خاموش

ہوگیا آپ نے دوبارہ پوچھا پھر بھی میں نے جواب نہیں دیا تیسری مرتبہ جب آپ نے دریافت کیا تو میں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں نے ڈالا تھا۔ امام نے فرمایا مجھ کو جو ستر سال کی عمر میں حاصل ہوا تھا تجھکو پانی کے ایک ڈول کے عوض میں مل گیا چنانچہ اس کے بعد میں بدستور حضرت امام کی خدمت میں ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہا کہ ایک دن مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں اس کیفیت و حال سے محو و بیخود ہو گیا۔ میں نے حضرت امام سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو فرمایا اے بوعلی راہ سلوک میں میری پرواز اس سے آگے نہیں ہے۔ اور اس مقام سے آگے کی واردات کا نہ مجھ کو علم ہے اور نہ راستہ کا پتہ ہے۔

حضرت استاد امام کا یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ مجھکو اب ایسے راہبر کی ضرورت ہے جو اس مقام سے آگے میری راہنمائی کر سکے۔ وہ حالت بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے حضرت شیخ ابوالقاسم کی شہرت سنی تھی لہٰذا میں طوس کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر طوس میں پہنچ کر جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ مسجد میں اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ میں نے دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی اور آپ کی خدمت میں جا کر بیٹھ گیا۔ آپ اس وقت مراقبہ میں مشغول تھے میرے جانے پر سر اٹھا کر فرمایا ابوعلی آؤ بیٹھو کس لئے آئے ہو میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور اپنی سرگزشت بیان کی فرمایا تم ابھی کسی مقام پر نہیں پہنچے ہو مگر تم کو یہ ابتدا مبارک ہو۔ البتہ اگر تمہاری تربیت صحیح ہو گئی تو تم بلند مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ بزرگ میری راہنمائی کر سکتے ہیں اس لئے وہیں مقیم ہو کر ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ آپ نے مجھ سے مختلف

قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے کرائے اور اپنی صاحبزادی کا میرے ساتھ نکاح کر دیا۔

ایک دن حضرت شیخ ابوسعید طوس تشریف لائے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے اے ابوعلی اب وقت آگیا ہے کہ تم کو طوطی کی طرح گویا کریں گے ۔۔۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت شیخ ابوالقاسمؒ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوعلی وعظ کیا کرو چنانچہ اس وقت مجھ پر حضرت شیخ ابوسعید کے ارشاد کا مطلب واضح ہو گیا ۔۔۔

بعد ازاں حضرت ابوعلی طوس سے نیشاپور تشریف لے گئے اور اپنے پُر تاثیر وعظ کی وجہ سے امراء اور خصوصاً نظام الملک کی نظروں میں بے حد مقبول ہو گئے لیکن آپ کو جو کچھ آمدنی ہوتی تھی وہ آپ صوفیاء کرام کی خدمت میں صرف فرما دیا کرتے تھے ۔۔۔

آپ صوفیائے کرام اور غرباء کے مرجع اور لسان الوقت تھے ۔۔۔ ابن سمعانی کا قول ہے کہ ابوعلی لسان خراسان اور شیخ خراسان تھے اور اپنے اصحاب و مریدین کی تربیت میں طریقہ حسنہ رکھتے تھے ۔ آپ کے وعظ کی مجلس ایک باغ تھا جس میں طرح طرح کے شگوفے تھے ۔

وفات ۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ کو آپ نے وفات فرمائی اور آپ کا مزار مبارک طوس میں ہے ۔

حالات حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش و ابتدائی حالات آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے آپ ۴۴۰ھ

میں بمقام موضع بوزنجرد[1] پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی انتساب فیض فرمایا لیکن شرحِ وصایا خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی براہ راست شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ کے مرید ہیں۔ اور حضرت شیخ عبد اللہ جوینی سے خرقہ خلافت پہنا۔ اور حضرت شیخ حسن سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے بھی اکتساب فیض فرمایا۔

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ بغداد تشریف لے گئے اور ابو اسحاق شیرازی کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور ان سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اصولِ فقہ و مذہب میں مہارت حاصل کی۔ اور قاضی ابوالحسین محمد بن مہدی بن مہتدی باللہ۔ ابوالغنائم عبد الصمد بن علی بن مامون، ابوجعفر محمد بن احمد بن مسلمہ وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا

مناقب و فضائل

آپ عالم با عمل، عارف و زاہد، عابد مرتاض اور صاحب احوال جلیلہ اور صاحب کرامات واضحہ و مقامات تھے اور علوم و معارف میں قدم راسخ اور فتاوی دینیہ میں ید بیضا اور احکام شرعیہ میں دستگاہ کامل اور خواطر قلبیہ سے واقفیت رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے یگانہ مشائخ تھے۔ علماء و فقہاء اور صلحاء کا ایک جم غفیر ایک خانقاہ میں حاضر رہتا تھا جو آپ کے کلام سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ ان کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ مسند ارشاد پر متمکن رہے۔ کچھ عرصہ کوہ زر[2] میں بھی مقیم رہے اور

---

[1] ہمدان کے دیہات میں سے شہر سے ساوہ کی طرف کو ایک منزل کے فاصلہ پر
باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

سوائے نماز جمعہ کے کبھی باہر نہ نکلتے تھے۔ آپ دیر تک مرو میں مقیم رہے۔ اور وہاں آپ کی خانقاہ میں اسقدر طالبانِ خدا تھے کہ کسی دوسری خانقاہ میں نہ تھے آپ مرو سے ہرات آئے اور کچھ عرصہ کے بعد پھر مرو تشریف لے گئے بعد ازاں پھر دوبارہ ہرات تشریف لائے اور تھوڑا عرصہ وہاں قیام کے بعد پھر مرو چلے گئے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی ان مشائخ میں سے ہیں جن کی صحبت میں حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر رہے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نوجوان تھے۔ حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تم وعظ کہا کرو۔ حضرت شیخ جیلانی نے جواب دیا میں عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "تم کو فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب و تفسیر قرآن سب کچھ یاد ہے تم ہر طرح سے اس بات کی صلاحیت رکھتے ہو کہ تم وعظ کیا کرو چونکہ مجھ کو تم میں وہ چیز نظر آرہی ہے۔ جس کی اصل و فروع زمین و آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ سے اپنی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ہمدان سے ایک شخص بغداد آیا جس کا نام یوسف ہمدانی تھا اور جن کے متعلق

بقیہ حاشیہ۔ واقعہ ہے۔ ؎ زرا مضافات خوران جو خراسان میں نواح مرو زدد سے ہے۔

یہ مشہور تھا کہ وہ قطب وقت ہیں وہ بغداد کے مسافر خانے میں مقیم تھے ۔ میں ان کی عظمت و شہرت سن کر ان کی زیارت کے واسطے مسافر خانہ گیا ۔ تو وہاں موجود نہیں تھے ۔ معلوم ہوا کہ سرداب میں ہیں لہٰذا سرداب گیا مجھکو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے پھر مجھ سے فرمایا ۔ اے عبدالقادر وعظ کیا کرو میں نے عرض کیا آقا میں تو عجمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بول سکوں گا ۔ آپ نے فرمایا تم کو فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، نحو، لغت اور تفسیر قرآن یاد ہے ۔ تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت اور قابلیت موجود ہے ۔ بر سر منبر لوگوں کو واعظ سنایا کرو ۔ چونکہ میں تم میں ایک جبڑ دیکھتا ہوں جو عنقریب ایک عظیم درخت کی شکل اختیار کرے گی ۔

کرامات

ایک دن حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی ایک مجلس میں وعظ فرمارہے تھے ۔ دو فقیہہ بھی اس مجلس میں موجود تھے ان دونو نے کھڑے ہو کر آپ سے کہا، کہ تم چپ رہو تم بدعتی ہو ۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ تم خاموش رہو، زندہ نہ رہو آپ کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ وہ دونوں فقیہہ وہیں انتقال کر گئے ۔

ہمدان کی ایک عورت کے لڑکے کو فرنگیوں نے قید کر کے اس کے ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں ۔ وہ زار و قطار روتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے دعا کی درخواست کی آپ نے اس عورت سے فرمایا صبر کرو اس نے کہا کہ مجھ سے صبر نہیں ہوتا چنانچہ آپ نے بارگاہ رب العزت میں اس عورت کے لڑکے کے لئے اس طرح دعا فرمائی ۔ اللّٰھم فك اسرہ

وعجل فرجہ (خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اس کا غم جلدی دور فرما دے)
پھر آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ اپنے گھر جا تیرا لڑکا تیرے گھر میں موجود ہے۔
جب وہ گھر پہنچی تو لڑکے کو گھر کے اندر دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور اپنے بیٹے سے
پوچھا تم پر کیا کیفیت گزری۔ لڑکے نے بتلایا کہ میں شہر قسطنطنیہ میں قید خانہ میں
مقید تھا۔ میرے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگہبان میری حفاظت
کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص جس کو میں نہیں جانتا تھا میرے پاس
آیا اور آن واحد میں مجھ کو وہاں سے اٹھا کر یہاں لے آیا۔ اپنے لڑکے سے
یہ ماجرا سننے کے بعد وہ عورت دوبارہ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر
ہوئی اور سارا واقعہ اپنے لڑکے کے چھوٹنے اور گھر پہنچنے کا بیان کیا آپ
نے فرمایا کیا تجھکو امر الٰہی پر تعجب ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جب ۵۱۵ھ میں بغداد
تشریف لے گئے۔ اور مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرمانا شروع کر دیا۔ تو آپ
کو لوگوں میں بہت مقبولیت حاصل ہو گئی۔ حضرت صوفی ابوالفضل صافی بن
عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ مدرسہ نظامیہ میں
وعظ فرما رہے تھے۔ اور علماء اور فقہاء آپ کی مجلس میں جمع تھے کہ ایک فقیہ
جسکا نام سقا تھا اور آپ کی مجلس میں موجود تھا اٹھا اور آپ سے ایک سوال
کیا آپ نے اس کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ بیٹھ مجھ کو تیرے کلام میں
کفر کی بو آتی ہے۔ شاید تیری موت اسلام پر نہ ہو گی۔ اور تیرا خاتمہ بالخیر نہیں
ہو گا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ وقت کے دربار میں شاہ روم

کا ایک نصرانی قاصد آیا ابن سقا فقیہ نے جب اس نصرانی قاصد کی خبر سنی تو وہ
اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی کہ میں دین اسلام چھوڑ کر تمہارا مذہب
قبول کرتا ہوں تم مجھ کو اپنے ساتھ روم لے چلو۔ قاصد نے اس کی یہ درخواست
منظور کر لی جب وہ نصرانی قاصد کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچا اور شاہ روم سے ملا تو عیسائی مذہب
قبول کر لیا۔ اور اس مذہب پر اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن سقا قاری اور حافظ قرآن تھا
جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھا تو کسی نے اس سے دریافت کیا کہ تم کو کچھ قرآن یاد
ہے اس نے کہا سب بھول گیا ہوں صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیۡنَ
کَفَرُوۡا لَوۡ کَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ۔ اکثر کفار یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

آپ کے ارشادات و فرمودات!

سماع کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی طرف ایک سفیر کی سی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے
ایک قاصد کی سی ہے۔ جو روحوں کی غذا جسموں کی خوراک اور دلوں کی زندگی
اور اسرار کی بقا ہے۔ جو اسرار کی بقا ہے۔ جو اسرار کو ظاہر کرنے والا اور حجابات
کو پھاڑنے والا ہے۔ جو چمکنے والی بجلی اور نہ چمکنے والا سورج ہے۔ وہ عالم میں
ہر فکر، ہر لحظہ، ہر تدبر و تفکر، ہر ہوا کے جھونکے اور ہر درخت کی حرکت اور ہر ناطق
کے نطق سے ہوتا ہے۔ اس لئے تجھکو اہل حقیقت سماع میں سرگشتہ و حیران،
مقید و اسیر اور صاحب خشوع و مست نظر آتے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے زیبائش کے نور سے ستر ہزار فرشتے ملائکہ مقربین
میں سے پیدا فرمائے۔ اور ان کو عرش و کرسی کے درمیان اپنے دربار میں کھڑا کر
دیا ہے جن کا لباس سبز صوف کا ہے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند

کی طرح چمکتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں حالت وجد و مستی میں سرگشتہ اور حیران عاجزی اور انکساری کے ساتھ کھڑے ہیں وہ ملائکہ اہل آسمان کے صوفیا اور بلحاظ نسبتوں کے ہمارے بھائی ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام ان کے ہادی و مرشد اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ان کے سردار اور متکلم ہیں اور باری تعالیٰ ان کا انیس و ملیک ہے اور ان پر سلام و تحیۃ و اکرام ہو۔

شیخ نجم الدین رازیؒ کتاب مرصاد العباد میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک درویش حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اسوقت حضرت شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھا آپ دسترخوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے کچھ دیر کے لئے آپ پر غیبت طاری ہوگئی۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور میرے منہ میں لقمہ دیا۔ یہ سن کر حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تِلْکَ خَیَالَاتٌ تُرَبِّیْ بِھَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَۃِ یہ خیالات ہیں جن سے اطفال طریقہ پرورش پاتے ہیں۔

فرمایا خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت اختیار کرو اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کی صحبت اختیار کرو جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔

وفات آپ ہرات تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ہرات و بغشور کے درمیان موضع بامئین کے مقام پر بروز دو شنبہ ۲۲ ربیع الاول ۵۳۵ھ کو انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ بعد میں آپ کے مریدوں میں سے ابن النجار آپ کے جسد مبارک کو مرو لے گئے۔ اور

وہاں اس خطہ میں دفن کر دیا جو آپ کے نام مبارک سے موسوم ہے۔

ذکر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت و انتساب آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالجمیل ہے جو عبدالجمیل امام کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت امام مالک کی اولاد سے ہیں آپ اپنے وقت کے مقتدیٰ اور عالم ظاہر و باطن تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ روم کے شاہی خاندان سے تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالجمیل حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ بعد میں کچھ حوادثِ زمانہ کے سبب عبدالجمیل امام روم کو چھوڑ کر ماوراء النہر کی طرف تشریف لے گئے اور ولایت بخارا میں پہنچ کر غجدوان میں مقیم ہوئے جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبدالخالق وہیں پیدا ہوئے۔

مناقب و فضائل آپ طبقہ خواجگان کے سر دفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار اور امام ہیں آپ کو تمام فرقوں میں مقبولیت حاصل ہے۔ اور آپ کی روش جنت کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ ہمیشہ راہ صدق وصفا اور اتباع شریعت و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالفت بدعت وہوا میں کوشاں رہے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبد الخالقؒ اپنے استاد صدر الدین علیہ الرحمۃ سے تفسیر پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ یعنی تم اپنے رب کو گریہ زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو بیشک وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ تو اپنے استاد سے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اخفا اور پوشیدگی کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اس کا کیا مقصد ہے۔ اس میں کیا راز ہے۔ اور اس کا کیا طریقہ ہے۔ چونکہ اگر ذاکر ذکر بالجہر کرے گا اور اعضائے ذکر کو حرکت دے گا۔ تو دوسرا شخص اس ذکر سے واقف ہو جائے گا اور ذکر بالخفی کرے گا تو بموجب حدیث پاک اَلشَّيْطَانُ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ یعنی شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے۔ تو پھر شیطان اس کے ذکر سے واقف ہو جائے گا۔ تو آپ کے استاد نے جواب دیا۔ کہ اس بات کا تعلق علم لدنّی سے ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کوئی مرد کامل تم کو ملجائے گا۔ اور وہ تم کو اس راز سے آگاہ کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ اہل اللہ اور اولیاء اللہ کی جستجو میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی اور حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم کو اپنی فرزندی میں لیتا ہوں اور تم کو ایک سبق پڑھاتا ہوں اگر تم اس کی پابندی اور مواظبت کرو گے تو تم پر اسرار باطنی کھل جائیں گے۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا حوض میں غوطہ لگاؤ اور دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد

الرسول اللہ کہو چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اور اس کا ورد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ پر اسرار و رموز منکشف ہونے لگے۔

اس کے بعد حضرت خواجہ یوسف ہمدانی جب بخارا تشریف لائے تو حضرت خواجہ عبد الخالق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب تک حضرت یوسف ہمدانی بخارا میں مقیم رہے۔ آپ ان کی صحبت میں رہے۔ اور ان سے اکتسابِ فیض فرماتے رہے۔ اس طرح حضرت خواجہ خضر علیہ السلام حضرت خواجہ عبد الخالقؒ کے پیر سبق ہیں اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ آپ کے پیر صحبت اور پیر خرقہ خلافت ہیں۔

اگرچہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کا طریقہ ذکر بالجہر تھا لیکن حضرت خواجہ عبد الخالقؒ کو چونکہ حضرت خضر علیہ السلام نے ذکر بالخفی کی تلقین کی تھی اس لئے نہ تو حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ نے آپ کو اس طریقہ کی تلقین فرمائی اور نہ حضرت خواجہ عجدوانیؒ نے اپنے پیر سبق کے طریقہ کو چھوڑا۔

حضرت خواجہ عبد الخالق عجدوانیؒ نے اپنی تحریرات میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے مجھکو حضرت خواجہ یوسف ہمدانی کے سپرد کیا۔ تو اسوقت میری عمر بائیس سال کی تھی اور جب تک وہ وہاں مقیم رہے۔ میں ان کی خدمت سے فیض حاصل کرتا رہا۔ پھر بعد میں حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ ملک خراسان تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ عجدوانی ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے اور آپ اپنی روش اور حالات کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ ملک شام کے بہت سے لوگوں نے آپ کے

دستِ حق پرست پر بیعت کی اور وہیں پر مہ خانقاہ اور آستانہ بن گیا۔

کرامات

ایک مرتبہ ایک درویش نے آپ کی مجلس میں کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو یہ اختیار دیں کہ میں دوزخ اور جنت میں سے کسی ایک کا انتخاب کروں تو پھر ایسی صورت میں جنت کو اختیار کروں گا چونکہ اسوقت نفس کی خواہش جنت کے متعلق ہوگی اور میں نے کبھی اپنے نفس کی خواہش کا اتباع نہیں کیا حضرت خواجہ نے اس درویش کے کلام کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تم غلط کہہ رہے ہو، بندہ کو اختیار سے کیا تعلق ہے جہاں آقا کی مرضی ہو جیسے جہاں چاہے رکھے اس میں راضی رہے۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کا نام بندگی نہیں ہے ـــــ پھر اس درویش نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا۔ کہ کیا سالکان طریقت پر شیطان غالب آجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جو سالک مقام فنائے نفس کے درجے پر نہ پہنچا ہو اس پر شیطان غصہ کے وقت غالب آجاتا ہے آپ نے فرمایا کہ جس سالک کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے اس کو غصہ نہیں غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہو وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور یہ اوصاف اور خصوصیات اس شخص میں پائے جاتے ہیں جس کے ایک ہاتھ میں کتاب اللہ اور دوسرے میں کتاب وسنت رسول اللہ علیہ وسلم ہو اور ان دو چراغوں کی روشنی میں اپنی منزل طے کر رہا ہو

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایام عاشورہ میں آپ معرفت کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔ اور درویشوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ارشاد سن رہی تھی۔ کہ ایک نوجوان آیا جو زاہدوں جیسا خرقہ پہنے ہوئے تھا۔ اس

نے اپنے کندھے پر سجادہ ڈال رکھا تھا اور وہ نوجوان آکر ایک طرف گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اس کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نوجوان نے عرض کیا کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس حدیث پاک کا کیا مطلب ہے۔ اور اس میں کیا راز مضمر ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ یعنی مرد مومن کی فراست سے ڈرو چونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس حدیث پاک کا یہ مطلب ہے۔ کہ تو زنار کو توڑ دے اور ایمان لے آ۔ اس نے جواب دیا میں تو خدا زنار نہیں پہن رہا تب حضرت خواجہ نے اپنے نوکر کو حکم دیا اس خرقہ کو اتار دو جب خرقہ اٹھایا تو لوگوں نے دیکھا۔ کہ وہ اس خرقہ کے نیچے زنار پہنے ہوئے تھا۔ وہ نوجوان آپ کی اس بصیرت اور فراست سے اسقدر متاثر ہوا کہ زنار توڑ کر ایمان لے آیا۔ اس وقت حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ جس طرح اس شخص نے زنار توڑ کر اسلام قبول کیا ہے ہم بھی اس کی طرح زنار باطنی یعنی خود پسندی کو توڑ کر ایمان لے آئیں تاکہ اس نومسلم کی طرح ہم بھی بخشے جائیں آپ کے یہ کلمات سن کر حاضرین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ آپ کے قدموں میں گر کر تائب ہوئے

ارشادات و فرمودات

آپ نے آداب طریقت سے متعلق اپنے ایک وصیت نامہ میں جو اپنے خلیفہ اور فرزند معنوی حضرت خواجہ اولیائے کبیر کے لکھا ہے فرمایا کہ :۔

اے پیارے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف وعبادات کی پابندی کرو۔ اپنے حالات کی نگرانی کرو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے

ڈرتے رہو حقوق ادا کرو۔ والدین کے اور اپنے مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو
چونکہ اس کی برکت سے تم رضائے خدا سے مشرف ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ کے احکام بجا
لاؤ تاکہ وہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ کبھی کسی حالت میں کلام پاک کی تلاوت کو ترک نہ کرو۔
چاہے بلند آواز سے پڑھو یا آہستہ، زبانی پڑھو یا دیکھ کر ہمیشہ کلام مجید غور و فکر اور
خشیت و گریہ کے ساتھ پڑھو اور اپنے تمام امور میں قرآن کی پناہ لو۔ چونکہ قرآن پاک
بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ علم فقہ کے طالب ہو۔ علم حدیث سیکھو۔ جاہل صوفیا
جو دین کے ڈاکو اور مسلمانوں کے راہزن ہیں ان سے دور رہو۔ ہمیشہ اتباعِ سنت
مذہب اسلام اور جماعت کے پابند ہو۔ اور بدعتوں اور مالداروں کی صحبت سے
بچو۔ کیونکہ ان کی صحبت سے دین برباد ہو جاتا ہے۔ دنیا سے دور روٹی پر قناعت
کرو۔ درویشوں اور فقیروں کی صحبت میں بیٹھو۔ گوشہ نشینی اختیار کرو۔
حلال روٹی کھاؤ چونکہ رزق حلال نیکی کی کنجی ہے۔ اور حرام سے بچو چونکہ لقمہ حرام بندہ
کو خالق سے دور کر دیتا ہے۔ اور ہمیشہ اس پر عمل کرنا تاکہ کل یوم حشر دوزخ کی
آگ سے نجات حاصل کر سکو۔ حلال پہن تاکہ عبادت کی لذت سے آشنا ہو۔
جلالِ خداوندی سے ہمیشہ ڈرنا اور یہ بات کبھی نہ بھولنا کہ ایک روز اس کے
روبرو کھڑے ہو کر حساب دینا ہے۔ رات اور دن میں نوافل کی کثرت کرو۔ نماز
ہمیشہ باجماعت پڑھو۔ امام اور موذن نہ بننا۔ قبالہ پر اپنا نام نہ لکھنا۔ محکمہ قضا ر
میں پیش نہ ہونا۔ اور جو سلاطین خارج از طریقت ہوں ان کی صحبت میں نہ بیٹھنا۔
لوگوں سے ایسا دور رہو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہیں۔ اور گمنام رہو تاکہ نیک
نام ہو جاؤ۔ سفر کو لازم پکڑو تاکہ تمہارا نفس ذلیل و خوار ہو جائے۔ نہ خانقاہ نہ

بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو۔ اگر کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس پر مغرور مت ہو اور اگر کوئی خدمت کرے تو اس سے آزردہ خاطر نہ ہو۔ بندوں کی مدح و مذمت کا تمہارے نفس پر کوئی اثر نہ ہونا چاہیئے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور خلق کے ساتھ پیش آؤ۔ اللہ کی اچھی بری تمام مخلوق کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرو۔ ہمیشہ ادب کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ قہقہہ مار کر ہنسنے سے غفلت طاری ہوتی ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے کبھی قہقہہ کے ساتھ نہ ہنسو۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قیامت کی ہولناکی اور دہشت جس کا مجھ کو علم ہے۔ اگر تم کو معلوم ہو جائے تو پھر کبھی ہنسو گے نہیں بلکہ اس کی دہشت سے روتے رہو گے۔ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ خوف و امید میں زندگی گذارو چونکہ سالک کی زندگی امید و بیم کے مابین ہوتی ہے۔

اے میرے فرزند! مرید کے لئے شیخ کا درجہ باپ کے برابر ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ ہے۔ چونکہ اس کے ذریعے سے اس کو قرب ربانی کی نعمت ملتی ہے۔ اگر تم سے صبر ہو سکے تو نکاح نہ کرو ورنہ طالب دنیا بن جاؤ گے۔ اور دنیا کی طلب میں تمہارا دین برباد ہو جائے گا۔ اگر تمہارا نفس نکاح کی آرزو کرے تو اس کا علاج یہ ہے کہ روزے رکھ کر اپنے نفس کو مارو۔ اور موت کو یاد کر کے رو ؤ۔ امارت اور ریاست کی طلب مت کرو چونکہ دولت کا طالب راہ طریقت کا سالک نہیں ہو سکتا۔ درویشی اور فقر میں دیانت، پرہیزگاری اور تقویٰ کو لازم پکڑو علم اور بردباری کو اختیار کرو۔ اور راہ خدا میں ثابت قدم رہو۔ جاہلوں کی صحبت سے

احتراز کرو۔ دل وجان سے مشائخ کی خدمت کرو۔ ان کی دلجوئی کرو اور ان کا اتباع کرو۔ ان کے بتلائے ہوئے طریقہ کو مت چھوڑو۔ اور سوائے مخالف شرع امور کے ان میں سے کسی بات سے انکار مت کرو۔ چونکہ تمہاری کامیابی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ تم مشائخ کا انکار نہ کرو کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرو اور نہ کل کے لئے ذخیرہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ذخیروں پر یقین رکھو چونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔ اے فرزند آدم میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں۔ تو اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈال۔ توکل اختیار کرو۔ چونکہ باری تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ" یعنی جو اللہ پر بھروسہ رکھتا ہے۔ اس کے لئے کافی ہے اس لئے یقین رکھو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو جو مال و دولت عطا کی ہے اس کو اللہ کی مخلوق پر خرچ کرو۔ جوانمردی اور سخاوت اختیار کرو اور بخل وحسد سے بچو۔ چونکہ قیامت کے دن بخیلوں اور حاسدوں کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔ اپنے ظاہر کی آرائش اور زیبائش نہ کرو چونکہ ظاہر کی آراستگی سے باطن خراب ہو جاتا ہے۔ ساری مخلوق سے ناامید ہو کر اللہ کے وعدہ پر بھروسہ رکھو۔ اور مخلوق سے انسیت نہ رکھو۔ حق بات کہو اور کسی سے نہ ڈرو۔ مخلوق کے ساتھ صحبت نہ اختیار کرو چونکہ اس طرح تمہارا دین برباد ہو جائے گا۔ اور تم خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ اپنے نفس کی ضروریات کا خیال رکھو تاکہ وہ درست ہو جائے۔ اپنے نفس کی عزت نہ کرو۔ غیر ضروری کلام نہ کرو۔ اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔ کم کھانا۔ کم بولنا۔ کم سونا۔ اور جلدی اٹھنا اس کی پابندی کرو۔ زیادہ محفل سماع میں نہ بیٹھو چونکہ زیادہ سماع سننے سے نفاق پیدا ہوتا

ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرو چونکہ اصحاب سماع بہت ہیں سماع صرف اس شخص کے لئے جائز ہے جس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ ہو اور جس شخص کو یہ رتبہ حاصل نہ ہو اس کے لئے نماز روزہ میں مشغول و مصروف ہونا بہتر ہے۔ اس طرح اپنی زندگی بسر کرو کہ تمہارا دل غمگین ہو۔ تمہارا بدن بیمار ہو آنکھ روتی ہو۔ تمہارا عمل خالص ہو۔ تمہاری دعا مجاہدہ کے ساتھ ہو۔ تمہارا لباس پرانا ہو۔ درویش تمہارے رفیق ہوں۔ تمہارا گھر مسجد ہو تمہارا مال دین کی کتابیں ہوں زہد و تقویٰ تمہاری آرائش ہو اور باری تعالیٰ تمہارا مونس ہو۔ جس شخص میں یہ پانچ خصلتیں پائی جائیں اس کے ساتھ برادری رکھو۔ اول جو امیری پر فقیری کو ترجیح دیتا ہو۔ دوئم جو دین کو دنیا پر ترجیح دیتا ہو۔ سوئم جو عزت کو ذلت پر ترجیح دیتا ہو۔ چہارم جو علوم ظاہر و باطن کا عالم ہو۔ پنجم جو موت کے لئے تیار رہو۔

اے فرزند! میری وصیتوں کو یاد رکھنا۔ جس طرح میں نے اپنے شیخ طریقت سے سن کر ان کو یاد کیا اور عمل کیا۔ اس طرح تم بھی ان کو یاد کرو اور ان پر عمل کرو۔ خداوند تعالیٰ دنیا اور آخرت میں تمہارا حافظ و ناصر ہو گا۔ جس سالک میں یہ خصلتیں پائی جائیں اس کا شیخ اور پیر ہونا مسلم ہو گا۔ جو ایسے شیخ کا اتباع کرے گا وہ اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیگا۔ مگر یہ مرتبہ ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا تو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے وہ گیارہ کلمات قدسیہ جن پر خواجگان نقشبندیہ کا طریق عمل ہے اور جو طریقہ نقشبندیہ کی بنائے طریقت ہیں وہ یہ ہیں۔
(۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد

بازگشت (۷) نگاہداشت (۸) یادداشت (۹) وقوف عددی (۱۰) وقوف زمانی (۱۱) وقوف قلبی۔ اب مختصراً ان مصطلحات کا مطلب بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) ہوش در دم کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا ہر سانس حضور و آگاہی سے ہو نہ کہ غفلت سے۔ یعنی کسی سانس میں خدا سے غافل نہ رہے۔ بلکہ حضرت خواجہ نقشبندؒ اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ مطلب یہ ہے کہ جو سانس یادِ الٰہی سے خالی اور غافل ہوگی وہ ضائع جائے گی۔ سانس کے خروج و دخول میں اور خروج و دخول کے درمیان اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کوئی دفعہ غفلت کا نہ پایا جائے۔

(۲) نظر بر قدم کا مطلب یہ ہے کہ سالک راہ چلتے میں اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے تاکہ بیجا نظر نہ پڑے اور دل محسوساتِ متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو جائے۔ اس لئے راہ چلتے اِدھر اُدھر نہ دیکھے چونکہ یہ بات موجب فسادِ عظیم اور مانع حصولِ مقصود ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن سے پیچھے نہ رہے۔

رشحات میں ہے کہ شاید نظر بر قدم کا اشارہ سرعتِ سیر کی طرف ہے یعنی مسافت ہستی کے قطع کرنے اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے بلکہ منتہائے نظر پر پڑے۔ چنانچہ مولینا جامی رحمۃ اللہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کی مدح میں فرماتے ہیں ؎

بسکہ ز خود کردہ بہ سرعت سفر
باز نماندہ قدمش از نظر!

(۳) سفر در وطن (سیر در انفس) سے مراد صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف انتقال کرنا ہے خواجگانِ نقشبندیہ نے مقامِ بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتی ہے ۔ بجائے سیر آفاقی سے اسی سیر کیفی کو اختیار کیا ہے ۔ اور سفر ظاہر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں ۔ دوسری حرکت جائز نہیں رکھتے ۔ اور ملازمتِ شیخ سے دوری نہیں چاہتے ۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول میں نہایت کوشش کرتے ہیں ۔ اس لئے وہ سیر آفاقی کو جو دور دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے بلکہ سیر انفسی کے ضمن میں اسے قطع کرتے ہیں ۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا اقامت ۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر انفسی پر ختم کرتے ہیں ۔ سیر انفسی سے شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے ۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی ہیں کہ سیر انفسی جو دوسروں کی نہایت ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت ہے ۔

واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے اور سیر انفسی اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست با تو زیر گلیم است ہر چہ ہست

مگر شہود انفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہیے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہیے ۔ چونکہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے ورائے نفس بھی ہے ۔ پس اس کو آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہیے ۔

(۴) خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ انجمن میں جو محل تفرقہ ہے از راہ باطن مطلوب کے ساتھ تعلق رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور

باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہیئے ابتدا میں یہ معاملہ بہ تکلیف ہوتا ہے اور انتہا میں بے تکلف ہے

از بروں درمیان بازارم ! وز دروں خلوتیست با یارم !

خواجہ اولیاء کبیر فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جائے تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی آواز نہ سنے۔ خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ذکر میں جہد و اہتمام بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ بجائے چلہ کے اسی خلوت پر قناعت کرتے ہیں۔ چونکہ حاصل چلہ اس میں داخل ہے۔ اور آفات سے دور ہے۔

(۵)۔ یادکرد سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے خواہ زبانی ہو یا قلبی

(۶) ۔ بازگشت کا مطلب یہ ہے کہ جب ذاکر بطریق معہود کلمہ توحید کا دل سے ذکر کرے تو ہر بار حکم توحید کے بعد زبان دل سے کہے خدایا مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔

مشائخ نقشبندیہ کا یہ معمول ہے کہ کلمہ توحید کے تلفظ کے ضمن میں لا مقصود ملاحظہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے جیسا کہ آیۃ اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ کا سے ظاہر ہے۔

(۷) ۔ نگاہداشت سے یہ مراد ہے کہ قلب کو خطرات و حدیث نفس سے نگاہ رکھے یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت ماسوائے قلب میں خطور نہ کرے خطرات کے دور کے لئے کلمہ طیبہ حبس دم کے ساتھ مفید ہے۔

(۸) ۔ یادداشت کا مطلب یہ ہے کہ دوام آگاہی بحق سبحانہٗ بر سبیل ذوق سے

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال   در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

اگر دوامِ آگہی اس قدر غالب ہو کہ کثرت کونیہ اس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ ہو تو اس کو فنا کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے تو اس کو فنائے فنا بولتے ہیں۔ اور جمع الجمع اور عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

(۹) وقوف عددی کا مطلب یہ ہے کہ ذاکر ذکر نفی و اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہے یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو عدد طاق پر چھوڑے نہ کہ جفت پر۔ صوفیا کا قول ہے کہ آداب و شرائط کی رعائت کے ساتھ ایک سانس میں ۲۱ بار نفی و اثبات کرنا مثمر فنا ہے۔ حضرت علاؤالدین عطار فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا شرط نہیں جو کچھ کہے وقوف سے کہے جب عدد ۲۱ سے تجاوز کر جائے اور اثر ظاہر نہ ہو تو یہ اس عمل کی بے حاصلی کی دلیل ہے۔ اثر ذکر یہ ہے کہ زمان نفی میں وجود بشریت منتفی ہو جائے اور زمان اثبات میں جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں سے کوئی اثر محسوس ہو۔

(۱۰) وقوف زمانی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو چاہیے کہ واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے یعنی ہر وقت خیال رہے اگر وقت طاعت میں گذرا ہے تو شکر بجالائے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے اسی طرح حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیا کی اصطلاح میں اس کو محاسبہ کہتے ہیں۔

(۱۱) وقوف قلبی کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل حق سبحانہٗ سے واقف و آگاہ رہے دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر میں قلب صنوبری کی طرف متوجہ رہے۔ اور اسے ذکر میں مشغول کرنے اور ذکر اور ذکر کے مفہوم

سے غافل نہ ہونے دے۔

وفات آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو ہوئی اور آپ کا مزار مبارک غجدوان میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ العزیز

انتساب حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے چار خلفا تھے۔ (۱) حضرت خواجہ احمد صدیق (۲) حضرت خواجہ اولیائے کبیر (۳) حضرت خواجہ سلیمان کرمینی (۴) حضرت خواجہ عارف ریوگری۔ لیکن حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی نسبت ارادت ان میں سے خواجہ عارف تک پہنچتی ہے۔

حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ حضرت خواجہ عبدالخالقؒ کے خلیفہ اعظم تھے تا حیات حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے اور کمالات باطنی حاصل کئے اور حضرت خواجہ غجدوانیؒ کی وفات کے بعد ان کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور طالبان حق کی ہدایت میں مصروف رہے۔

مناقب و فضائل علم و حلم۔ زہد و تقوی۔ ریاضت و مجاہدہ اور اتباع سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں شان عالی رکھتے تھے۔

وفات غرہ شوال ۶۱۶ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور آپ کا مزار مبارک موضع ریوگر میں ہے جو بخارا سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر ہے۔

حالات حضرت خواجہ محمود انجیری فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

انتساب وولادت آپ بمقام موضع انجیر فغنہ میں پیدا ہوئے۔ جو علاقہ بخارا میں وابکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ آپ وابکنہ میں رہا کرتے تھے۔ اور ذریعہ معاش گل کاری تھا۔ آپ حضرت خواجہ عارفؒ کے خلیفۂ اعظم اور ان کے تمام اصحاب سے افضل واکمل تھے۔

بعد خلافت جب آپ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ تو طالبانِ حق کے حالات کے مطابق اور اس زمانہ کی مصالح کی بنا پر آپ نے اپنے مریدوں کو ذکرِ جہری کی تعلیم شروع کی۔ حالانکہ آپ کے خاندان میں ذکر خفی کا طریقہ رائج تھا۔ کیونکہ حضرت خواجہ عارفؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جبکہ بنا بر مصلحت طالبانِ حق کو ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔

چنانچہ ایک بار مولینا حافظ الدین بخاری نے جو اپنے زمانہ کے ایک جید اور متبحر عالم تھے اور خواجہ محمد پارساؒ کے جد اعلیٰ تھے۔ رئیس العلماء شمس الائمہ صوانی کے کے اشارے پر علمائے وقت کے ایک مجمع میں حضرت خواجہ محمود سے دریافت کیا کہ آپ ذکر جہر کی تعلیم کس وجہ سے دیتے ہیں۔ جواباً آپ نے فرمایا ذکر جہر کی غایت یہ ہے کہ سویا ہوا بیدار ہو جائے۔ اور غفلت سے ہوشیار ہو جائے۔ اور راہ راست پر آجائے۔ اور شریعت اور طریقت پر استقامت حاصل کرے اور توبہ اور انابت جو ہر نیکی کی اصل ہے کی جانب راغب ہو جائے۔ مولینا نے فرمایا کہ آپ کی نیت درست

ہے اور آپ کے لئے یہ شغل جائز ہے۔ لیکن آپ ذکر جہر کی ایک حد مقرر فرما دیجئے تاکہ حقیقت اور مجاز میں اور بیگانہ اور آشنا میں امتیاز ہو جائے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز ہے کہ جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو اور جس کا حلق حرام و شبہ سے دل ریا و سمعہ سے اور باطن توجہ بما سوا سے پاک ہو۔

وفات حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ نے، ار ربیع الاول ۷۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک وابکنہ میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت و انتساب آپ موضع رامیتن میں پیدا ہوئے۔ جو ولایت بخارا میں ایک بہت بڑا قصبہ ہے اور بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ آپ کا لقب حضرت عزیزان ہے۔

مناقب و فضائل آپ مذہب حنفیہ کے پابند اور اپنے زمانے کے قطب تھے جو شخص ایک روز آپ کی صحبت میں بیٹھ جاتا حقیقت اور معرفت الٰہی تک پہنچ جاتا۔ راہ سلوک میں آپ کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ سے اکثر کرامات عجیبہ ظہور میں آئی ہیں۔ آپ کا پیشہ بافندگی تھا۔

چنانچہ مولانا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ میں نے بعض اکابر سے سنا ہے کہ مولینا جلال الدین رومیؒ کے مندرجہ ذیل شعر میں آپ ہی کی طرف اشارہ

ہے:۔

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے

بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را

ترجمہ:۔ علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجہ نساج (بافندہ) کے غلام کب بنتے۔

کرامات حضرت سید آفا حضرت عزیزان کے ہمعصر تھے۔ اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے ملاکرتے تھے۔ شروع شروع میں سید آفا حضرت عزیزان کے معتقد نہیں تھے چنانچہ ایک روز سید آفا سے حضرت عزیزان کی جناب میں گستاخی ہوگئی۔ اتفاق سے انہی دنوں میں دشت قبچاق کی طرف ترکوں نے حملہ کر دیا۔ اور سید آفا کے لڑکے کو گرفتار کر کے لے گئے۔ سید آفا کو یہ احساس ہوا کہ حضرت عزیزان کی بے ادبی اور ان کی جناب میں گستاخانہ فعل کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عزیزان سے اپنی گستاخی اور غلطی کی معافی مانگی اور آپ کی دعوت کی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی اور سید آفا کے مکان پر ضیافت میں تشریف لے گئے۔ بڑے بڑے علمائے وقت اور مشاہیر زمانہ اس دعوت میں مدعو تھے حضرت عزیزان اس وقت بڑے خوش وخرم اور مسرور تھے اور بڑی کیفیت کے عالم میں تھے۔ جب خادم نے دسترخوان بچھایا اور نمکدان سامنے لا کر رکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب تک سید آفا کا لڑکا دسترخوان پر موجود نہ ہوگا علی اس وقت تک نہ نمک چکھے گا اور نہ کھانا شروع کرے گا یہ الفاظ فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔ تمام حاضرین منتظر تھے کہ اب کیا ماجرا ظہور میں آتا ہے۔

دفعتہ سید آغا کا لڑکا مکان کے دروازے سے مجلس میں حاضر ہوا سب لوگ حیران رہ گئے اور ایک شور و غل برپا ہوگیا۔ حاضرین نے لڑکے سے پوچھا کہ تم کس طرح یہاں پہنچے تو اس نے جواب دیا کہ مجھ کو صرف اتنا پتہ ہے کہ ابھی ابھی چند لمحہ پہلے میں ترکوں کی قید میں تھا اور وہ مجھکو اپنے ملک کی طرف لئے جا رہے تھے اور اب آپ مجھکو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت تمام شرکاء مجلس حضرت عزیزان کے تصرف اور کرامت کے قائل ہو گئے۔ اور سب آپ کے قدموں میں گر پڑے اور آپ کے مرید ہو گئے۔

ایک دن آپ کے پاس آپ کا عزیز مہمان آیا مگر اتفاق سے اس وقت گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ بہت پریشان ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔ اتفاقاً کیا دیکھتے ہیں کہ طعام فروش لڑکا جو آپ کا مرید اور معتقد تھا کھانے سے بھری ہوئی دیگ سر پر اٹھائے ہوئے آپ کی طرف چلا آ رہا ہے۔ اور آپ سے درخواست کی کہ یہ کھانا میں نے آپ کے خادموں کے لئے پکایا ہے آپ اس کو قبول فرمائیے۔ حضرت عزیزان نے اس لڑکے کی اس خدمت کو بہت پسند فرمایا کہ جب خادموں اور مہمانوں کو کھانا کھلا کر فارغ ہو گئے۔ تو اس لڑکے کو بلا کر اس سے کہا کہ ہمکو تمہاری اس خدمت سے بڑی خوشی ہوئی ہے اور ہم تم سے بہت خوش ہیں تیری جو تمنا ہو ظاہر کر انشاءاللہ پوری ہو گی۔ لڑکا بڑا ذہین اور سمجھدار تھا۔ اس نے کہا میری ایک ہی آرزو ہے اور وہ یہ کہ آپ مجھ کو خواجہ عزیزان بنا دیجئے آپ نے فرمایا کہ ایسا ہو تو سکتا ہے مگر اس بار عظیم کے تم متحمل نہیں ہو سکتے کوئی اور چیز مانگو۔ لڑکے نے کہا کہ میری تو یہی آرزو ہے اور اس کے علاوہ

کوئی تمنا نہیں ہے حضرت نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہو جائے گا آپ کی توجہ سے وہ لڑکا ذرا سی دیر میں صورت اور سیرت میں بعینہٖ عزیزان بن گیا۔ لیکن صرف چالیس روز زندہ رہ کر فوت ہو گیا۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خورد کے نام سے موسوم تھے۔ چونکہ حضرت عزیزاں کے مریدین آپ کو خواجہ بزرگ اور خواجہ محمد کو خواجہ خورد کہا کرتے تھے۔ اور آپ کے دوسرے صاحبزادے خواجہ ابراہیم تھے۔ جو خواجہ محمد سے چھوٹے تھے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے خواجہ ابراہیم کو اپنا جانشین بنایا اور ان کو خلافت و اجازت مرحمت فرمائی۔ بعض مریدین کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ آپ کے بڑے صاحب زادے جو علومِ ظاہری اور باطنی میں کمال رکھتے ہیں ان کو خلافت کیوں نہیں دی آپ کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خواجہ خورد ہمارے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت عزیزان کی وفات کے انیس دن کے بعد خواجہ خورد کا انتقال ہو گیا۔

آپ کے ارشادات فرمودات

مولینا سیف الدین نے جو اس زمانہ کے ایک اجل اور متبحر عالم تھے۔ حضرت عزیزان سے دریافت کیا کہ آپ ذکر جہر کی تلقین کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمام علمار کرام اس بات پر متفق ہیں۔ کہ آخر وقت میں ذکر بلند آواز سے کرنا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ اور درویشوں کا ہر دم آخری ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث پاک میں ذکر ہے لقنوا موتاکم بشھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ تم اپنے مردوں کو لا الٰہ

اِلَّا اللہ کی شہادت کی تلقین کرو۔

شیخ حسن بلغاری کے اصحاب کبار میں سے شیخ بدر الدین نے حضرت عزیزان سے آیۂ ذیل کے متعلق دریافت کیا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا (اے ایمان والو خدا کو بہت یاد کیا کرو) تو اس آیت طیبہ میں جو ذکر کثیر کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے تو اس سے مراد ذکر زبان ہے یا ذکر دل یعنی اس میں ذکرِ لسانی کا حکم دیا گیا ہے۔ یا ذکر قلبی کا۔ آپ نے جواب دیا کہ مبتدی کے لئے ذکرِ زبان اور منتہی کے لئے ذکر قلبی کا حکم ہے۔ مبتدی ہمیشہ تکلف اور تحمل سے کام لیتا ہے۔ اور چونکہ منتہی کے ذکر کا دل تک اثر پہنچتا ہے اور اس کے تمام اعضاء اور رگیں اور جوڑ ذکر میں مشغول ہوتے ہیں اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے۔ اور اس حال میں اس کے ایک دن کا ذکر دوسرے دن کے ایک سال بھر کے ذکر کے برابر ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا یہ بات کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ رات دن میں بندہ مومن کے دل پر تین سو ساٹھ بار نظر رحمت فرماتا ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دل کے تمام اعضا کی طرف ۳۶۰ دریچے ہوتے ہیں اور دل کے متصل ۳۶۰ رگیں جہندہ اور غیر جہندہ ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ پہ پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہٗ کی نظر خاص کا منظور ہو جائے۔ تو اس نظر کے آثار دل سے تمام اعضا کی طرف منشعب ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک عضو اپنے اپنے حال کے مناسب طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ہر عضو کی طاعت کے نور سے ایک فیض دل کو پہنچتا ہے جس سے مراد نظر رحمت ہے۔

کسی نے حضرت عزیزان سے دریافت کیا کہ ایمان کی کیا تعریف ہے تو آپ نے اپنی صنعت بافندگی کی مناسبت سے فرمایا توڑنا اور جوڑنا یعنی ماسوا سے رشتہ توڑ کر حق تعالیٰ سے رشتہ جوڑنا۔

فرمایا آیتہ تُوبُوٓا اِلَی اللّٰہِ میں حکم بھی ہے اور بشارت بھی ہے۔ حکم تو توبہ کا اور بشارت توبہ قبول کرنے کی ہے چونکہ اگر اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہ فرماتے تو توبہ کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

فرمایا انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے اور اس پر عمل کرے مگر یہ سمجھے میں نے عمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو قصور وار سمجھنا چاہیے۔

اکل حلال اور صدق مقال کے متعلق فرمایا کہ دو موقعوں پر انسان کو خوب سوچنا سمجھنا اور غور کرنا چاہیے ایک بات کرتے وقت اور ایک کوئی چیز کھانے وقت۔

ایک بار جب حضرت خضر علیہ السلام حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ نے دو جو کی روٹیاں اپنے گھر سے لاکر حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کیا کہ تناول فرمایئے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے نہیں کھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ لقمہ حلال ہے نوش فرمایئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ درست ہے کہ لقمہ حلال ہے۔ لیکن آٹا گوندھنے والا بے وضو تھا اس لئے ہمارے واسطے ان کا کھانا درست نہیں ہے۔

فرمایا شیخ طریقت کے لئے یہ لازمی ہے کہ اپنے مریدین اور طالبانِ حق کی اس طرح دیکھ بھال اور تربیت کرے اور ہر مرید اور طالب کو اس کی استعداد اور ظرف کے مطابق تعلیم دے جسطرح پرندے پالنے والا اپنے پالتو جانوروں کی دیکھ بھال اور

اور نگرانی کرتا ہے کہ وہ ہر پرندے کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور اس کی حسب حال اس کو خوراک دیتا ہے۔

فرمایا اس زبان سے بارگاہِ ایزدی میں دعا مانگو جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو۔ تاکہ دعا مستجاب الدعوات کا درجہ حاصل کرلے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے واسطے رب العزت سے دعا کریں تاکہ ان کی دعا تمہارے حق میں مقبول ہو۔

ایک بار ایک شخص نے حضرت عزیزان کے سامنے یہ مصرعہ پڑھا ع

عاشقان در دمے دو عید کنند

آپ نے فرمایا کہ عاشق ایک دم دو لوکیا تین عیدین کرتے ہیں اور اس کی تشریح اس طرح فرمائی کہ اللہ کے بندوں کی ایک یاد خداوند تعالیٰ کی دو یادوں کے درمیان ہے پہلے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی یاد کی توفیق دیتا ہے۔ پھر اس یاد کو شرف قبولیت بخشتا ہے اس طرح سے یاد کی توفیق اور یاد کرنا اور پھر اس یاد کی قبولیت یہ تین عیدین ہوئیں۔

فرمایا راہ سلوک طے کرنے کے لئے۔ دس شرطیں لازمی ہیں:۔

(۱) طہارت، (۲) خاموشی (۳) خلوت (۴) روزہ (۵) ذکر (۶) نگہداشتِ خاطر (۷) رضا بحکم خدا (۸) صحبت صالحان (۹) شب بیداری (۱۰) نگہداشت لقمہ۔

وفات مورخہ ۲۸ ذی قعد ۷۱۵ھ میں حضرت عزیزان نے انتقال فرمایا آپ کا مزار مبارک خوارزم میں مشہور و معروف اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

انتساب طریقت میں آپ کو حضرت خواجہ عزیزان سے انتساب ہے اور آپ ان کے اجلّ و اکمل و اعظم خلیفہ ہیں۔ جب حضرت عزیزان کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر اپنے مریدین اور متبعین کو ان کی متابعت اور ملازمت کا حکم دیا۔

آپ قریہ سماسی میں پیدا ہوئے جو صاحب رشحات کے قول کے مطابق رامتین کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اور رامتین سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ مولینا شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ میں فرماتے ہیں کہ سماسی مضافاتِ یعنی مشہد سے ہے۔

آپ کے چار مشہور و معروف خلیفہ ہیں (۱) خواجہ محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ (۲) خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد سماسی رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت خواجہ دانشمند رحمۃ اللہ علیہ (۴) سید میر کلال رحمۃ اللہ علیہ۔

استغراق آپ کے اوپر عموماً محویت و استغراق کا عالم طاری رہتا تھا۔ موضع سماسی میں آپ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ جہاں آپ کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے۔ آپ اپنے باغ کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے کاٹتے تھے مگر جب آپ شاخ کو کاٹنا شروع کرتے تو استغراق و محویت کے باعث آری آپ کے ہاتھ سے گر جاتی تھی۔ اور اس کام میں بہت دیر لگ جاتی تھی

آپ پر یہ بیخودی کا عالم بہت کافی دیر تک طاری رہتا تھا پھر جب ہوش میں آتے تو پھر کاٹنے لگتے اور پھر وہی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی ۔

آپ جب کبھی کوشک ہنداں سے گزرتے تو فرمایا کہنے تھے کہ "ازیں خاک بوے مردے مے آید زود باشد کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں شودہ" یعنی" اس سرزمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے ۔ جلد ہی ایسا ہوگا کہ کوشک ہندوان قصر عارفان بن جائے گا۔"

ایک دن آپ اپنے خلیفہ سید امیر کلال کے ہمراہ مکان سے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے ۔ اور وہاں پہنچ کر فرمایا کہ اب وہ خوشبو زیادہ ہو گئی اور بیشک وہ مرد پیدا ہو چکا ہے ۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبند کی ولادت کو ۳ دن گذر چکے تھے ۔ چنانچہ جب آپ کے جد امجد آپ کو لے کر حضرت خواجہ بابا سماسی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا ۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی بچہ ہے جسکی خوشبو ہم نے سونگھی تھی اور یہ بچہ بڑا ہو کر اپنے وقت کا قطب و پیشوا ہوگا ۔ اس کے بعد آپ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ امیر کلال سے فرمایا تم میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت بڑی شفقت اور توجہ سے کرنا اگر تم اس میں دریغ کرو گے تو میں تم کو معاف نہیں کروں گا ۔ چنانچہ حضرت خواجہ امیر کلال نے کھڑے ہو کر دست بستہ جواباً عرض کیا اگر میں اس بارہ میں کوتاہی کروں تو مرد نہیں ۔ اس کے علاوہ آپ کے خرق عادات اور کرامات کے بہت سے واقعات ہیں ۔

وفات آپ نے جمادی الآخر ۷۵۵ھ کو انتقال فرمایا اور قصبہ سماسی میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

ذکر حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش و انتساب حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ صحیح النسب سید ہیں آپ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم و اکمل خلیفہ اور اپنے زمانہ کے مقتدا اور پیشوا تھے۔

ایام حمل میں اگر آپ کی والدہ محترمہ کوئی مشتبہ لقمہ کھا لیتیں تو پیٹ میں درد شروع ہو جاتا تھا اور جب تک وہ نکل نہ جاتا چین نہ آتا۔

آپ قریہ سوخار میں پیدا ہوئے۔ جو سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے آپ کوزہ گری کا شغل فرماتے تھے اسی لئے آپ کو کلال کہا جاتا ہے

شروع ایام جوانی میں آپ کشتی لڑا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن رامتین میں آپ کشتی فرما رہے تھے کہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ ادھر سے گزرے اور آپ کی نظر جب حضرت امیر کلاں پر پڑی تو آپ وہاں رک گئے اور ایک دیوار کے سایہ میں کھڑے ہو کر حضرت امیر کے حالات میں محو ہو گئے۔ خدام نے پوچھا کہ آپ ان حضرات کو جو بدعت میں مصروف ہیں اس قدر انہماک اور دلچسپی سے کیوں دیکھ رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس میدان میں ایک ایسا مرد ہے جو اپنے وقت کا مقتدا ہو گا اور کاملین زمانہ اس کے فیض سے مستفیض ہوں گے۔

اسی دوران حضرت خواجہ امیر کلاں کی نظر جب حضرت بابا سماسی پر پڑی تو آپ وارفتہ ہوگئے اور بے خودی کے عالم میں حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے ان کے دولت کدہ پر پہنچے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ امیر کلال کو بیعت فرمایا اور ان کو طریقت و معرفت کی تعلیم دینی شروع کی اس کے بعد خواجہ امیر کو کسی نے دنگل اور بازار میں نہیں دیکھا پھر آپ خواجگان نقشبند کے طریقہ کے مطابق ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہوگئے اور حضرت بابا کی نگرانی میں درجۂ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ روایت ہے کہ آٹھ سال تک متواتر آپ کا یہ دستور رہا کہ ہمیشہ دوشنبہ اور جمعہ کے روز مغرب کی نماز سوخار میں پڑھا کرتے تھے اور عشار کی نماز سماسی میں حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ادا کر کے پھر فجر کی نماز سوخار میں پڑھا کرتے تھے۔

آپ کا زہد و تقویٰ

ایک مرتبہ رامتین کے ایک باغ میں حضرت امیر نے اپنے کپڑے دھوئے خدام نے سوکھنے کے واسطے دھوپ میں پھیلانا چاہا تو آپ نے فرمایا نہ تو درختوں کی شاخوں پر ان کپڑوں کو ڈالنا اور نہ باڑوں کے کانٹوں پر اور نہ زمین پر پھیلانا ایسا نہ ہو کہ شاخوں پر کپڑے ڈالنے سے شاخیں ٹیڑھی ہوجائیں یا باڑوں پر ڈالنے سے باڑ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور زمین پر پھیلانے سے ممکن ہے کہ مویشیوں کی گھاس کو نقصان پہنچے۔ مجبوراً خدام نے دریافت کیا کہ پھر آپ کسطرح اپنے کپڑوں کو سکھایا کرتے ہیں۔ فرمایا میں اپنی کمر پر ڈال کر دھوپ میں بیٹھ کر سکھایا کرتا ہوں ـــــ پھر خدام سے فرمایا کہ اگر باڑ کو نقصان پہنچ جائے یا شاخیں ٹوٹ جائیں یا

مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تو پھر باغ کے مالک کو کیا جواب دو گے۔ دوسروں کی ملکیت میں تصرف کرنا خلاف شرع ہے گناہ صغیرہ کو معمولی اور آسان نہیں سمجھنا چاہیے۔ گناہ کو سہل سمجھنے کی وجہ سے آدمی دوزخ میں جاتا ہے اس کے بعد آپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شریف پڑھ کر سنائی کہ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے۔ لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار یعنی گناہ صغیرہ پہ اصرار کرنے سے وہ صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اور گناہ کبیرہ کے بعد بارگاہ الٰہی میں استغفار کرنے سے وہ کبیرہ نہیں رہتا۔

جب امیر تیمور نے سمرقند میں قیام کیا تو حضرت امیر کلال کی خدمت میں ایک قاصد کے ذریعے یہ کہلا بھیجا کہ ہمارا وہاں آنا دشوار ہے آپ قدم رنجہ فرما کر اس ولایت کو اپنے قدم مبارک سے مشرف فرمائیں۔ جب قاصد نے حضرت امیر کلال کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا ہم اسی جگہ دعاگوئی میں مصروف ہیں اور عذر خواہی کے لئے اپنے صاحبزادے امیر عمر کو تیمور کے پاس بھیجا اور صاحب زادے کو یہ تاکید کر دی کہ اگر امیر تیمور تم کو انعام واکرام دے تو اس کو قبول نہ کرنا اگر قبول کر لو تو اس کو ہمارے پاس نہ لانا۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسے تحائف کبھی قبول نہیں فرمائے۔ اگر تم قبول کرو گے تو اپنے جد امجد بزرگوار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہو گا۔ اس کے علاوہ درویش ہر وقت مومنوں کے لئے دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر ان کا دھیان دنیا کی طرف مائل ہو جائے تو ان کی دعا مستجاب الدعوات نہیں رہتی ـــــ

جب آپ کے صاحبزادے امیر عمر امیر تیمور کے پاس تشریف لے گئے تو

آپ نے عذرخواہی کی اور چند روز کے بعد واپسی کے لئے رخصت طلب کی تو امیر تیمور نے کہا کہ میں نے تمام بخارا ان کو دیدیا امیر عمر نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ والد بزرگوار کی طرف سے مجھ کو اجازت نہیں ہے پھر امیر تیمور نے کہا کہ اچھا کل نہیں تو کچھ حصہ قبول کر لو آپ نے وہی جواب دیا کہ مجھکو اجازت نہیں ہے ــــ مجبور ہو کر امیر تیمور نے دریافت کیا کہ میں کیا چیز تحفہ بھیجوں جو حضرت امیر کلال کے لئے مناسب حال اور قابلِ قبول ہو جس سے ان کی خدمت میں ہم کو تقرب حاصل ہو جائے سید امیر عمر نے جواب دیا کہ اگر تم قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو تقوئی اور عدل کو اپنا شعار بنا لو چونکہ حق تعالیٰ اور خاصان حق کے قرب کا ذریعہ یہی چیزیں ہیں۔

آپ کی کرامات

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ ایام حمل میں اگر کبھی کوئی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں پہنچ جاتا تو اسقدر شدید درد ہوتا کہ میں بیہوش ہو جاتی تھی۔

حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے سے پہلے ایک بار کشتی لڑنے اور زور آزمائی میں مصروف تھے کہ کچھ لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کشتی لڑنا تو بدعت ہے۔ ایسے بزرگ زادے اور سید زادے کو ان بدعتوں سے کیا واسطہ۔ اسی وقت ان لوگوں پر نیند اور غنودگی طاری ہو گئی۔ خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور وہ لوگ کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں اور انتہائی کوشش کے باوجود کیچڑ سے نکل نہیں سکتے۔ اتنے میں انھوں نے دیکھا حضرت امیر کلال وہاں تشریف لے آئے اور ان کو کیچڑ سے نکال لیا

اور جب وہ لوگ نیند سے بیدار ہوئے تو حضرت امیر کلال نے ان کے کان پکڑ کر فرمایا کہ ہم اس روز کے لئے زور آزمائی کرتے اور کشتی لڑتے ہیں بزرگوں کی طرف سے بدعقیدہ نہ ہونا چاہئے اس پر سب نے توبہ کی اور آپ کی تربیت سے مردانِ راہِ خدا بن گئے۔

آپکے ارشادات و فرمودات

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین سے ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک تم لقمہ اور خرقہ کو پاک نہیں رکھو گے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شریعت کا اہتمام نہیں کرو گے۔ اسوقت تک چاہے تم عبادت کی کثرت کی وجہ سے کُبڑے ہو جاؤ اور ریاضت کرتے کرتے تمہارا بدن کمان کی طرح دبلا پتلا اور نحیف و لاغر ہو جائے لیکن تم ہرگز ہرگز منزل مقصود حاصل نہیں کر سکتے اور فرمایا آیتہ شریفہ وثیابک فطہر (یعنی اپنے کپڑے پاک رکھ) کا یہی مطلب ہے۔

فرمایا جب تک زندہ رہو طلب اور تحصیل علم سے غافل نہ ہونا۔ چونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ علوم سے مراد ہے (۱) علم دین (۲) علم نماز (۳) علم روزہ (۴) علم زکوٰۃ (۵) علم حج اگر استطاعت ہو (۶) والدین کی خدمت کا علم (۷) صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا علم (۸) خرید و فروخت کا علم اگر ضرورت ہو۔ (۹) حلال و حرام کا علم ــ بے شمار ایسے لوگ ہیں جو جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے تباہی کے غار میں گر جاتے ہیں اور گر گئے ہیں۔

فرمایا ہر وقت خداوند تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے چونکہ خدا ترسی سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو تو کلمۂ توحید سے پہلے تمام ماسوائے

حق کی نفی کرتے رہو اور نامشروع باتیں نہ کرو اور کلمہ الا اللہ سے تمام مشروعات کا اثبات کرو۔ اور اپنے دل میں ہر وقت یہ سمجھتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص عبادت اور سجدہ کے لائق نہیں ہے۔

اور تمکو معلوم ہونا چاہیے کہ کپڑا پانی سے ۔ زبان ذکر خداوندی سے ۔ جسم ادائے نماز سے ۔ مال زکوٰۃ سے پاک ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہمیشہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہو توبہ کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ انسان صرف زبان سے توبہ کرتا رہے۔ بلکہ اصل طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے دل میں گناہ سے شرمندہ رہے اور پھر اس بات کی نیت اور ارادہ کرے کہ آئندہ یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے رہو۔ اور جن کے حقوق تمہارے ذمہ واجب ہیں ان کو راضی رکھو۔ اور ایسی گریہ وزاری کے ساتھ اللہ کے دربار میں توبہ کرو کہ اس توبہ کا اثر اپنے دل میں محسوس کرو۔

روزی کا غم اپنے دل سے نکال کر اللہ کی بندگی کی فکر اور آخرت کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو چونکہ تمام کاموں کی یہی بنیاد اور اصلیت ہے۔

امر بالمعروف کے پابند اور نہی عن المنکر سے اجتناب کرو۔ غیر مشروع اور بدعت سے ہمیشہ نفرت کرو اور اس سے بچتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی اس تنبیہ پر یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ پر غور کرتے رہو تاکہ روز حشر شرمندگی نہ ہو۔

اپنے اعمال کو زر خالص نہ سمجھو بلکہ شریعت کی کسوٹی پر پرکھو اگر نیک

ہو تو قبول ورنہ رد کر دینا چاہیے۔
صدقہ حلال کمائی سے دو۔ فضول خرچی اور بخل سے بچو میانہ روی اختیار کرو۔

روزہ جو سال میں ایک بار آتا ہے۔ اسمیں بظاہر حکم تو صبح سے شام تک اوقات مقررہ میں کھانے پینے اور جماع سے باز رہنا ہے۔ یہ نگہداشت ظاہر روزہ ہے اور کان کو حرام سننے سے اور ہاتھ کو حرام پکڑنے سے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا یہ باطن روزہ ہے اور روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں بالخصوص روزہ کی حالت میں تکبر، حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ، اور خود پسندی سے پاک رکھے۔

زکوٰۃ کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیئے کیونکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز روزہ اور حج کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ نیز فرمایا کہ بخیل خدا تعالیٰ سے اور بندگان خدا کے دلوں سے دور رہتا ہے۔ اور بہشت سے دور اور دوزخ سے قریب ہوتا ہے۔
نیز حسن خلق اور سخاوت سے بڑھ کر کوئی چیز انسان کے دین کو درست کرنے والی نہیں ہے۔

فرمایا کوئی زمانہ اللہ کے دوستوں سے خالی نہیں ہوتا جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ سب کو آفات وبلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں کے طالب رہنا تاکہ دونوں جہان کی دولت سے مالا مال ہو سکو۔
علماء کی خدمت کیا کرو۔ اور ان کی صحبت اختیار کرو چونکہ علماء کرام نبی کریم

علیہ السلام کی امت کے چراغ ہیں۔ وہ اپنے علم سے دین کو روشن رکھتے اور امت محمدیہ کے دلوں کو اس روشنی سے منور کرتے ہیں۔ جاہلوں اور دنیا داروں کی صحبت سے بچو چونکہ ان کی صحبت تم کو خدا سے دور کر دے گی۔

سماع یعنی رقاصوں کی مجلس سے بچو چونکہ کثرت سماع اور اہل سماع کی صحبت سے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔ رخصت سے دور رہو اور جہانتک ممکن ہو عزیمت پر عمل کرو چونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے اگر زیادہ تفصیل کی ضرورت ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتوں کا مطالعہ کرو۔ بس سالک کے لئے اتنا کافی ہے۔

وفات آپ نے ۸ رجمادی الاول ۵۷۵ھ کو بروز پنجشنبہ اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ آپ کا مزار مبارک سوخار میں ہے۔ روایت ہے کہ آپ کے ایک سو چودہ خلفاء تھے۔

ذکر خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہ العزیز

پیدائش و انتساب آپ ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ کو قصر عارفاں میں پیدا ہوئے جو شہر بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے آپ کی پیدائش سے کافی عرصہ پہلے حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش کی بشارت دی تھی چنانچہ آپ کے جد امجد آپ کو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور

حضرت بابا سماسی صاحب نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کو سخت تاکید کی کہ اس بچہ کی تربیت انتہائی توجہ اور کوشش اور دل وجان سے کرنا۔

آپ حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم واجل خلیفہ ہیں۔ آپ کو اگرچہ نسبت وارادت حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ سے ہے لیکن آپ نے روحانی اور باطنی طور پر خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ علیہ سے فیوض وبرکات اور کمالات حاصل کئے۔

مناقب وفضائل

آپ اپنے زمانہ کے امام طریقت وحقیقت اور مقتدائے شریعت اور پیشوا اہلسنت والجماعت تھے بچپن ہی سے کرامات وخوارق عادات اور آثار ولایت ظاہر ہو رہے تھے چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب میرے فرزند کی عمر چار سال اور ایک ماہ کی تھی تو اس وقت میرے پاس ایک گائے تھی جو حاملہ تھی۔ ایک روز میرے فرزند نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس گائے کے سفید پیشانی والا بچہ پیدا ہوگا۔ اور قدرت حق تعالیٰ سے چند ماہ کے بعد اس گائے نے ویسا ہی بچہ جنا۔

معرفت میں جو مقامات ومراتب آپ کو حاصل تھے وہ شاید ہی کسی کو حاصل ہوئے ہوں آپ سوداگری کرتے تھے۔ آپ کا قالین بافی کا کارخانہ تھا جس میں قالینوں پر طرح طرح کی نقشبندی یعنی نقش ونگاری کا کام کرتے تھے۔ اور کراتے تھے اسی وجہ سے آپ کو نقشبند کہتے تھے۔

آپ کا شجرہ نسب پچیس واسطوں سے امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

کرامات | آپ کی کرامات بیشمار ہیں آپ سے اکثر کرامات اور خرق عادات بائیں ظہور پذیر ہوتی تھیں ۔ آپ کے ایک مخلص کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں دشت قبچاق کی طرف ایک لشکر نے حملہ کر کے بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سوں کو قید کر لیا۔ تو وہ میرے بھائی کو بھی قید کر کے لے گئے۔ میرے والد بیٹے کی جدائی کے غم میں بے حد پریشان تھے۔ مجھ سے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کو دشتِ قبچاق میں جا کر تلاش کر۔ چونکہ مجھ کو حضرت خواجہ نقشبندؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ اور اکثر مہمات میں انہی کی طرف رجوع کیا کرتا تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک درہم بطورِ نذرانہ پیش کیا۔ جسکو آپ نے قبول فرمایا مگر بعد میں مجھ کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس کو اپنے پاس رکھنا اس میں بڑی برکتیں ہوں گی۔ جسوقت سفر میں تم کو کوئی مہم پیش آ جائے تو ہماری طرف متوجہ ہونا۔ میں حسبِ ارشاد روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت میں بڑا فائدہ ہوا اور بغیر کسی دشواری کے میرا بھائی مجھ کو خوارزم میں مل گیا۔ قیدیوں کی جماعت کے ساتھ کشتی میں بہت لوگ سوار تھے ناگاہ بادِ مخالف چلنے لگی اور کشتی کے ڈوبنے کا خدشہ پیدا ہو گیا لوگوں نے فریاد کرنا شروع کر دی اسی پریشانی کے عالم میں میرے کان میں کسی کی آواز آئی اسی وقت مجھکو حضرت خواجہ کا فرمان یاد آگیا۔ کہ جس وقت تم کو کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھکو یاد کرنا میں نے حضرت خواجہ کی طرف

توجہ کی اسی وقت آپ مجھ کو دکھائی دیئے۔ میں نے سلام عرض کیا آپ کی برکت سے اسی وقت ہوا ٹھہر گئی اور دریا کی موج اور لہر موقوف ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم دونوں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا آپ نے مسکرا کر فرمایا جس وقت تم نے کشتی میں ہم کو سلام کیا تھا ہم نے سلام کا جواب دیا تھا مگر تم نے نہیں سنا۔

حضرت خواجہ کے ایک درویش کا بیان ہے کہ میرے پچیس دینار عدلی گم ہو گئے لوگوں نے حضرت خواجہ سے یہ قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو گھر کی لونڈی لے گئی ہے۔ آپ نے کنیز کو فرمایا کہ عدلی واپس کر دو اس نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ دفن کر دیے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو زمین میں دفن ہیں وہ صرف تین دینار ہیں حاضرین متعجب ہوئے جب دیکھا گیا تو زمین میں صرف تین دینار تھے۔

ایک درویش نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ایک حوض کے کنارے پر کھڑے تھے۔ جو شہر بخارا سے قبلہ کی طرف ہے اس حال میں ایک درویش جو لوگوں میں ارشاد و مربیت میں مشہور تھا آپ سے ملنے آیا حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارا ارادہ خوارزم جانے کا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ خواجہ نے اس وقت فرمایا کہ ہم تمہیں خوارزم نہ جانے دیں گے۔ اس نے کہا ایسا نہ کہیئے آپ کو اس بات کی قدرت نہیں ہے۔ اتفاقاً اسی اثنا میں مولانا حمید الدین شاشی مع ایک جماعت کے خواجہ کی ملاقات کے لئے آ گئے۔ حضرت خواجہ نے وہ قصہ حضرت نے مولانا سے ذکر کیا اور فرمایا

کہ آپ گواہ رہیں ہم اس درویش کو خوارزم نہ جانے دیں گے۔ مولانا نے کہا ہم بھی گواہ ہوئے اس کے بعد وہ درویش خوارزم کی طرف روانہ ہو گئے جب وہ افشید میں پہنچا جو نواح بخارا میں قافلہ کے اترنے کی جگہ ہے۔ بادشاہ وقت کے قاصد آ پہنچے اور انہوں نے خوارزم کا راستہ بند کر دیا۔ اس درویش نے اہل قافلہ کے ساتھ تدبیر کی اور راستے سے برطرف ہو کر کچھ مسافت طے کر کے پھر خوارزم کی راہ ہوئے مگر وہ قاصد ان کے پیچھے آ پہنچے اور اس درویش کو مع قافلے کے گرفتار کر لیا اور بخارا کی طرف لے آئے اس درویش نے شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کے نواسے خواجہ داؤد سے التجا کی اور کچھ مال دے کر قاصدوں سے رہائی پائی۔ جب یہ خبر حمید الدین کو پہنچی تو انہوں نے بہت تعجب کیا اور فرمایا کہ خواص بندگانِ الہٰی نے اس طرح تصرف کیا ہے۔

آپ کے ارشادات و فرمودات

آپ نے فرمایا کہ اہل حقیقت کا قول ہے کہ اس راستہ کا سالک اگر اپنے نفس کو سو بار فرعون کے نفس سے بدتر نہیں جانتا وہ اس راستہ میں نہیں ہے۔

جن دنوں میں حضرت خواجہ شہر سرخس میں تھے ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کا فرمان دکھایا جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے اگرچہ حضرت خواجہ ملوک و سلاطین کی ملاقات کے عادی نہ تھے۔ مگر آپ مصلحتاً تشریف لے گئے جب بادشاہ کی مجلس میں پہنچے وہاں بڑا ہجوم تھا اور مملکت ہرات کے اعیان و ارکان اور نوکر و چاکروں کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی بادشاہ نے حضرت خواجہ سے

دریافت کیا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے خواجہ نے جواب دیا کہ نہیں بحکم جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین ایک جذبہ پہنچا اور ہیں اس سعادت سے مشرف ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع وخلوت ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تمہارا طریقہ کیا ہے خواجہ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے خاندان کا قول ہے کہ خلوت در انجمن چاہیے بادشاہ نے پوچھا کہ خلوت در انجمن کیا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔

از دروں شو آشنا وز بروں بیگانہ شو

ایں چنیں زیبا روش کم مے بود در جہاں

بادشاہ نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب کریم میں فرماتا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یعنی وہ مرد جو نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔

کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ وہ کونسی ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ اسی نبی کی ولایت افضل ہے اس کی نبوت سے ۔ فرمایا اس راستہ کے سالکوں کے لئے ماسوا کے ساتھ تعلق بہت بڑا حجاب ہے خواجہ صالح بن مبارک بخاری فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں ایمان و اسلام کے ساتھ تعلق بھی ضرور ہونا چاہیے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کیا تو نے ابن منصور حلاج کا یہ قول نہیں سنا ہے؟ جس میں انہوں

نے فرمایا ہے ۔ میں اللہ کے دین سے کافر ہوا اور یہ کفر میرے نزدیک واجب اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے پھر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایمان و اسلام حقیقی درکار ہیں اور اہل حقیقت کے نزدیک ایمان کی تعریف یہ ہے :۔
"ایمان یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا وہ تمام مضار و منافع جن پہ دل شیدا ہیں ان کی نفی کا اعتقاد جازم رکھے ـــــ فرمایا حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ حدیث پاک کہ نماز مومن کی معراج ہے اس ارشاد گرامی سے نماز حقیقی کے درجات کی طرف اشارہ ہے ۔ اور اس کی صورت یہ ہونی چاہئیے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت اللہ جل شانہٗ وجل جلالہٗ کی اکبریت نمازی کے جسم و جود میں جاری اور ساری ہو جائے ۔ اور اس پر خشوع و خضوع کا اس قدر غلبہ ہو کہ اس پر استغراق کی کیفیت طاری ہو جائے اور یہ مرتبہ اور کمال حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا اس وجہ سے حدیث پاک میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے نماز کے دوران تانبے کی دیگ کے جوش کی مانند آواز آیا کرتی تھی ۔ (شمائل ترمذی) ۔ علمائے بخارا میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ سے دریافت کیا کہ نماز میں حضوری کس چیز سے حاصل ہوتی ہے ۔ حضرت خواجہ نے جواب دیا

لہ ابن منصور سے یہ قول مقام جمع میں صادر ہوا ہے جس میں حق و باطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے اس مقام والا سب کو طراط مستقیم پر سمجھتا ہے اور کبھی خلق کو عین حق سمجھتا ہے۔ واضح رہے کہ ابن منصور کا کفر طریقت تھا جو مستحق درجات ہے نہ کہ کافر شریعت جو مستحق عذاب ہے ۔

کہ جو لقمہ حلال وقوف و آگہی سے کھایا جائے اس سے نماز میں حضور حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا اوقات نماز کے علاوہ اور وضو کرنے اور تکبیر تحریمہ کے وقت وقوف و آگہی ہونی چاہیے — فرمایا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کا یہ ارشاد گرامی کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان اسماء مبارکہ اور اسمائے حسنیٰ کا احصار کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس حدیث پاک میں احصار کرنے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ناموں کو شمار کرے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر اسم اعظم کے منشا اور منقضار کے مطابق عمل کرے مثلاً جب رزاق کہے تو اس کے دل میں روزی کی فکر اور اس کا غم قطعاً باقی نہ رہے اور جب متکبّر کہے تو تمام عظمت و کبریائی اور بادشاہی کو اللہ کی ملک تصور کرے — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں جن میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور سب سے کم تر راستہ سے آزار دہ چیز کو ہٹانا ہے۔ اس حدیث پاک کے متعلق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات میں فرمایا ہے کہ "بحقیقت ایں رمزے است بہ ترک وجود و دعویٰ ہستی کہ مبدا ہمہ شر و قبائح است ع بردار خاک و سنگ زرہ ایں چہ رمز بود" حضرت خواجہ نے اس حدیث شریف کے متعلق فرمایا ہے کہ اماطۃ الاذی عن الطریق سے وجود بشریت کی نفی کی طرف اشارہ ہے — فرمایا ہمارا مسلک صحبت ہے۔ چونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے — فرمایا پیر طریقت کو اپنے مرید کی تینوں حالتوں یعنی ماضی، حال اور مستقبل سے واقف اور باخبر ہونا

چاہیے تاکہ اس کی صحیح تربیت کر سکے — فرمایا صوفیار کا طریقہ تمام کا تمام ادب ہی ادب ہے۔ ایک ادب حق جل شانہٗ کا ہے اور ایک ادب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے اور ایک ادب اپنے شیخ طریقت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ادب کی شان یہ ہے کہ بہ شرط کمال بندگی ظاہر اور باطن میں باری تعالیٰ کے تمام احکامات کی تعمیل کرے اور ما سوا اللہ کو قطعاً ترک کر دے۔ اور پیغمبر خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب یہ ہے کہ کلی طور پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اتباع اور پیروی کرے اور آپ کی ذات اقدس کو حق جل شانہٗ اور تمام موجودات کے درمیان واسطہ سمجھے اور پیر طریقت کا درجہ یہ ہے کہ چونکہ اتباع سنت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی وجہ سے مشائخ اس درجہ اور مقام پر فائز ہیں کہ لوگوں کو حق کی دعوت دیں لہٰذا سالکان راہ طریقت کے لئے لازم ہے کہ وہ غیبت اور حضور میں اپنے پیران طریقت کا ادب ملحوظ رکھیں — فرمایا جس نے اللہ کو پہچان لیا اس پر کوئی شئ پوشیدہ نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین فرماتے تھے کہ اس ارشاد عالی سے حضرت خواجہ کا مطلب یہ ہے کہ عارف پر اشیار کا ظاہر ہونا اس کی توجہ پر موقوف ہے — فرمایا چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی اس ارشاد گرامی سے حضرت خواجہ کا اشارہ یہ ہے کہ اولیار اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا ہے۔ اور جو کچھ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ وہ بے شک درست و صحیح ہوتا ہے — قطب اولیائے عزلت حضرت شیخ عبد القدوس فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سیر تمام آسمان

وزمین کے تمام طبقات میں جاری تھی ـــــ فرمایا یہ جو حدیث پاک ہے کہ الکاسب حبیب اللہ یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے تو اس حدیث میں کسب دنیا کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب کسب رضائے الٰہی ہے ـــــ فرمایا جو شخص کلی طور پر اپنے آپ کو حق جل شانہ، کے سپرد کر دے اس کو غیر حق جل شانہ سے التجا کرنا شرک ہے اور یہ شرک عام لوگوں کے لئے معاف ہے لیکن خواص کے لئے معاف نہیں ہے۔

وفات حضرت خواجہ علاؤالدین عطار فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے وقت ہم سورۃ یٰسین شریف پڑھ رہے تھے جب سورۃ نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے ہم کلمہ شریف پڑھنے لگے اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہو گیا آپ کی عمر پورے تہتر سال تھی اور چوہترویں سال میں شب دوشنبہ بتاریخ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی آپ کا مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے

حضرت خواجہ علاءالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات وانتساب حضرت خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ کے نائب مطلق۔ خلیفہ اول اور آپ کے داماد تھے۔ شروع ہی سے آپ کی طبیعت فقیری کی طرف مائل تھی چنانچہ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد تحصیل علوم

ظاہری میں مشغول ہو گئے۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبندؒ نے جب کہ آپ سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے تھے آپ کی والدہ ماجدہ سے فرمایا کہ جب علاؤ الدین بالغ ہو جائے تو مجھ کو خبر کرنا چنانچہ جب آپ بالغ ہو گئے تو حضرت خواجہ بہ نفس نفیس اس مدرسہ میں تشریف لے گئے جہاں علاؤ الدین پڑھا کرتے تھے۔ اسوقت آپ اینٹ کا تکیہ بنائے ٹوٹے بوریہ پر لیٹے ہوئے تھے حضرت خواجہ نقشبندؒ کو دیکھ کر تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت کو اپنی جگہ پر بٹھا دیا حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ آج میری لڑکی بالغ ہوئی ہے اگر تم کو منظور ہو تو میں تمہارے ساتھ اس کا عقد کر دوں آپ نے فرمایا کہ میرے واسطے لیے سعادت ہے۔ لیکن میرے پاس سامان کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اس کی قطعاً فکر مت کرو میری لڑکی کی قسمت میں جو رزق مقرر ہے وہ اس کو خزانۂ غیب سے پہنچتا رہے گا چنانچہ آپ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت خواجہ علاؤ الدین کے ساتھ کر دیا۔

اس کے بعد آپ پابندی کے ساتھ حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں حاضر رہنے لگے آپ بھی ان کی طرف خاص توجہ فرماتے تھے۔ اور مجالس میں اپنے پاس بٹھاتے تھے اور بار بار آپ کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جب بعض مقربین نے اس خاص توجہ کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کے نفس کا بھیڑیا ان کی گھات میں ہے میں ان کو اس لئے اپنے پاس بٹھاتا ہوں تاکہ بھیڑیا ان کو نہ کھا جائے۔ چنانچہ آپ کی توجہ خاص سے حضرت علاؤ الدین بہت جلد پایہ کمال کو پہنچ گئے اور حضرت خواجہ نقشبندؒ

اپنی زندگی ہی میں اپنے اکثر طالب علموں کی تربیت ان کے سپرد کر دی اور فرمایا علاؤ الدین نے میرا بہت بڑا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین کے طریقہ کو طریقہ علائیہ کہتے ہیں جسکا تذکرہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں تفصیل کے ساتھ فرمایا ہے۔

کرامات

ایک مرتبہ بخارا میں علمار کے درمیان رویت باری تعالیٰ کے متعلق بڑا مباحثہ ہوا بالآخر جب کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو سب نے بالاتفاق حضرت خواجہ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ آپ نے منکرین رویت سے کہا کہ تم تین دن خاموشی کے ساتھ باوضو ہمارے پاس بیٹھو ہم تین دن کے بعد فیصلہ دیں گے۔ تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر لوٹنے لگے جب ہوش آیا تو کہنے لگے کہ ہم رویت حق پر ایمان لے آئے اور اس کے بعد ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہے۔

اقوال و فرمودات

ریاضت کا مقصد ہے تعلقات جسمانی کی کلی طور پر نفی کرنا اور عالم ارواح اور عالم حقیقت کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونا اور سلوک کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے ان تعلقات سے جو راہ میں موانع پیش آئیں ان سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرے جس تعلق سے گزر جائے وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ تعلق اس کی راہ میں حائل اور مانع نہیں ہوا اور اس پر غالب نہیں آیا۔ اور جس تعلق میں وہ رک جائے اور اس سے اس کو وابستگی ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ تعلق

اس کے راستہ میں حائل اور مانع ہو گیا ہے، اس رکاوٹ کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ـــــ فرمایا جب آدمی اپنے اندر رضا کی طرف میلان دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اگر عدم رضا کی طرف اپنا میلان دیکھے تو تضرع و زاری اختیار کرے اور صفت استغنائی سے ڈرے۔ فرمایا مجاورات خلق سے مجاورات حق بہتر ہے۔ فرمایا اکابرین کی قبور کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہیئے کہ توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور ان کی روح کو وسیلہ سمجھے اور یہی حال خلق کے ساتھ تواضع کرنے کا ہے اگرچہ ظاہری توجہ خلق کی تواضع کی طرف ہو لیکن درحقیقت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو ـــــ فرمایا رسم عادت کو چھوڑ دو خلق کی جو رسم و عادت ہے اس کے خلاف کرو۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسم عادت و لبشریت کے توڑنے کے واسطے تھی ـــــ فرمایا تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو اور سنت موکدہ پہ مداومت اختیار کرو۔

وصال ۲۰ رجب ۱۰۴۰ھ کو آپ نے وفات پائی آپ کی وفات کے بعد آپ کے ایک مرید نے آپ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کمال و انواع قسم کی مہربانی فرمائی ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جو شخص چالیس فرسنگ میری قبر کے گرد دفن ہوگا وہ بخشا جائے گا آپ کا مزار مبارک قصبہ جلانیاں میں ہے۔

حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات و انتساب

آپ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے مریدین میں سے ہیں مگر چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ کی زیر تربیت ہوئی اس لئے آپ کا شمار حضرت خواجہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں ہوتا ہے۔ ولایتِ غزنی میں چرخ نامی ایک گاؤں میں آپ کا مسکن تھا۔ آپ نے کچھ عرصہ جامع ہرات میں اور کچھ عرصہ دیار مصر میں تحصیل علم فرمائی۔ علومِ ظاہری کے حصول کے بعد آپ تصوف کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس کا قصہ آپ نے خود اس طرح بیان کیا ہے۔

جب میرے دل میں علوم باطنی کے تحصیل کا شوق پیدا ہوا تو فضلِ الٰہی مجھ کو قائد و عصاکش کی طرح کشاں کشاں حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں لے گیا۔ میں بخارا جاکر آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھ پر یہ راز آشکارا ہو گیا کہ حضرت خواجہ کاملین اور خواص اولیائے کرام میں سے ہیں۔ غیبی بشارت اور بہت سے واقعاتِ قلبی کے تواتر کے بعد میں نے کلام اللہ سے فال نکالی یہ آیت نکلی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے پس تو ان کی ہدایت کی پیروی کر

ـــــ فرمایا میں شام کے وقت اپنے مسکن فتح آباد میں شیخ عالم سیف الحق والدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مراقبہ میں مشغول تھا کہ دفعتہً اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا قاصد آیا اور بے قراری پیدا ہو گئی۔ چنانچہ میں کوشک ہندواں (قصر عارفاں) میں جو حضرت خواجہ بزرگ کا مسکن تھا پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ بزرگ راہ میں میرا انتظار فرما رہے ہیں آپ کمال لطف و عنایت کے ساتھ میرے ساتھ پیش آئے اور نماز شام کے بعد مجھکو شرف ملاقات بخشا۔ مجھ پر اسقدر ہیبت طاری ہو گئی کہ میری مجال نہ تھی کہ میں آپ کی طرف دیکھ سکوں۔ آپ نے فرمایا کہ علم دو ہیں " ایک قلب کا علم اور یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے۔ دوسرا زبان کا علم ہے اور یہ بنی آدم پر حجت ہے امید ہے کہ علم باطنی سے تجھے حصہ ملے گا پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو ان کے پاس صدق سے بیٹھو کیونکہ وہ تمہارے دلوں کے جاسوس ہیں تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں ـــــ پھر فرمایا ہم مامور ہیں اپنے آپ کسی کو قبول نہیں کرتے آج رات میں جو کچھ تمہارے متعلق حکم ہو گا اس کے مطابق کریں گے۔ وہ رات میرے لئے بڑے کرب اور بے چینی اور امید و بیم میں بسر ہوئی چونکہ جب دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ممکن ہے انکار کر دیں تو بڑی مایوسی ہوتی تھی لیکن جب میں نے نماز فجر آپ کے ساتھ ادا کی تو فرمایا رات قبولیت کا اشارہ ہوا میں نے فوراً آپ کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد آپ نے اپنے مشائخ کا سلسلہ بیان کیا اور خواجہ عبد الخالق غجدوانی تک بیان کیا اور پھر

مجھ کو وقوف عددی کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے اور یہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ کو بتایا تھا۔ اس کے بعد میں ایک عرصہ دراز تک حضرت خواجہ کے پاس حاضر رہا یہاں تک آپ نے مجھ کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ اور فرمایا کہ جو کچھ ہم نے تمکو پڑھایا ہے اس کو دوسروں تک پہنچا دینا اور مجھ کو رخصت کرتے وقت تین بار فرمایا "ترا بخدا سپردیم" یعنی ہم نے تمکو خدا کے سپرد کیا۔ آپ کے ان الفاظ سے مجھ کو بڑی امید اور تقویت ہوگئی چونکہ حدیث شریف بھی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ اِذَا اسْتَوْدَعَ شَیْئً حَفِظَہٗ۔ جب کوئی چیز اللہ کے حوالے کی جاتی ہے تو اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر میں بخارا سے روانہ ہو کر شہر کش میں کچھ عرصہ مقیم رہا اور وہیں پر مجھ کو حضرت خواجہ کے وصال کی خبر ملی۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کس عمل کے صلہ میں میں آپ سے قیامت میں ملوں گا فرمایا اتباع شریعت سے اور آپ اپنی حیات میں بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو جو کچھ ملا ہے وہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضور پاک علیہ التحیۃ والسلام کی سنت پر عمل کرنے سے اور تقویٰ اور حدود شریعت کو ملحوظ رکھنے اور عزیمت پر اور طریقہ اہل سنت والجماعت پر چلنے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے ملا ہے۔

جب حضرت خواجہ نے مجھ کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تو اس وقت اشارۃً حضرت خواجہ علاؤالدین کی متابعت کا حکم صادر فرمایا تھا حضرت خواجہ کی وفات کے بعد میں بدخشان چلا گیا۔ اور وہاں حضرت علاؤالدین

نے مجھ کو بذریعہ خط کے اس اشارۂ متابعت کی یاد دہانی کی چنانچہ میں پھر جفانیاں میں حضرت ممدوحؒ کی خدمت میں چند سال رہا۔ حضرت علاؤالدینؒ کے وصال کے بعد میں نے خیال کیا کہ حضرت خواجہ بزرگؒ کے اس فرمان پر عمل کرنا چاہیئے کہ جو کچھ تم کو ہم سے پہنچا ہے اس کو بندگان خدا میں سے حاضرین کو بذریعہ خطابت اور غائبین کو بذریعہ کتابت تبلیغ کرنی چاہیے۔ ہر چند اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھتے ہوئے فرمان شیخ کے ارشاد کی تعمیل میں تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔

آپ کے فرمودات وارشادات فرمایا جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو عالم طبیعت کی طرف رجعت قہقری کرتا ہے اور راہ مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے

وفات ۵ صفر ۸۰۲ھ کو آپ کا وصال ہوا اور مزار مبارک قریہ ہلفتو میں ہے۔ جو حصار واقع ماوراء النہر کے مضافات میں سے ہے۔

حضرت خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرار قدس سرہٗ

ابتدائی حالات وانتساب آپ کا اسم گرامی عبیداللہ اور چونکہ آپ سے دین اسلام کو نصرت و مدد ملی اس لیئے آپ کا لقب ناصرالدین ہے ــــ آپ ماہ رمضان المبارک ۸۰۶ھ میں باغستان

میں پیدا ہوئے جو تاشقند واقع توران کے مضافات میں ہے۔ آپ کے والد بزرگ وار محمود بن شہاب الدین نقشبند قدس سرہٗ ہیں جو خواجہ محمد باقی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد بزرگواریں سے ہیں جو پہلے ولایت شاش میں سکونت رکھتے تھے خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ خواجہ محمود شاشی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر ہیں جو شیخ عمر یاغستانی قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں جن کا سلسلہ نسب سولہ واسطوں سے حضرت عبد اللہ بن امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملتا ہے خواجہ احرار قدس سرہٗ نے بہت سے مشائخ وخواجگان سے فیوض وبرکات حاصل کئے مگر طریقت اور سلسلہ بیعت میں نسبت خاص آپ کو خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

آپ کی کرامات

فرمایا عالم جوانی میں جب کہ ہم مولینا سعد الدین کاشغری کے ہمراہ ہرات میں مقیم تھے تو سیر کرتے کرتے کبھی کبھی کشتی لڑنے والے پہلوانوں کے اکھاڑہ میں چلے جایا کرتے تھے۔ اور اپنی قوت روحانی کا امتحان لیا کرتے تھے۔ دونوں پہلوانوں میں سے جس کی طرف توجہ کرتے وہ دوسرے پر غالب آجاتا تھا۔ اور اس طرح کئی مرتبہ ہوا اس توجہ سے یہ معلوم کرنا مقصود ہوتا تھا کہ ہمت کا اثر کس مرتبہ پر پہنچا ہے۔

مولینا ناصر الدین اترادی جو حضرت عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت موصوف نے خیال کیا کہ اسلام کو تقویت اور شریعت کو عروج سلاطین کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی چنانچہ آپ اس غرض سے سمرقند تشریف لے گئے اس وقت ولایت سمرقند کا حکمران مرزا

عبداللہ بن مرزا ابراہیم بن مرزا شاہ رخ بن امیر تیمور تھا۔ چنانچہ جب حضرت عبیداللہ احرار سمرقند پہنچے تو مرزا عبداللہ کا ایک امیر حضرت کی خدمت میں آیا آپ نے فرمایا کہ میں یہاں پہ تمہارے حکمران مرزا سے ملاقات کرنے آیا ہوں اگر تمہارے ذریعہ سے یہ ملاقات ہو جائے تو اچھا ہے۔ اس امیر نے بڑی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ جواب دیا کہ ہمارا مرزا بڑا بے پروا جوان ہے۔ اس لئے ملاقات ہونا بہت مشکل ہے۔ درویشوں کو ان بانوں سے کیا مطلب۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ ہم کو سلاطین سے ملاقات کرنے کا حکم ہوا ہے۔ ہم از خود نہیں آئے ہیں۔ اگر تمہارا مرزا پروا نہیں کرتا ہے تو دوسرا حکمران لایا جائے گا جو پروا کرے گا۔ جب وہ امیر چلا گیا تو آپ نے اس کا نام سیاہی سے اس مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب دہن سے مٹا دیا۔ اور فرمایا کہ اس بادشاہ اور اس کے امیروں سے ہمارا کام نہیں چل سکتا یہ کہہ کر اسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہو گئے ایک ہفتہ کے بعد وہ امیر تو مر گیا اور ایک ماہ کے بعد سلطان ابوسعید مرزا ابن میرانشاہ بن امیر تیمور نے ترکستان سے آکر مرزا عبداللہ پر حملہ کیا اور ۸۵۵ھ میں اس کو قتل کر دیا۔

آپ کے ارشادات و فرمودات

فرمایا کہ پیر کس کو کہتے ہیں۔ پیر اس کو کہتے ہیں کہ جو کچھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا پسندیدہ نہ ہو وہ اس میں باقی نہ رہے۔ اور جو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ ہو وہ اس میں باقی رہ جائے اور وہ ایسا

آئینہ بن جائے جس میں سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ
اور اوصاف حمیدہ کے کچھ نظر نہ آئے۔ جب پیر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے
تو وہ صفات نبوی سے متصف ہونے کے باعث حق سبحانہ تعالیٰ کے تصرف
کا مظہر بن جاتا ہے۔ اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں
تصرف کرتا ہے۔ فرمایا مرید وہ ہے جس کی خواہش جل گئی ہو اور اس کی
مرادوں اور تمناؤں میں سے کچھ باقی نہ رہا ہو اور اس نے اپنے دل کی
بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کا جمال دیکھ کر اس نے سب قبلوں سے
منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہوگیا اور پیر کی بندگی میں آزادی سے
فارغ ہو کر سوائے پیر کے آستانہ کے اپنا سر نیاز کہیں خم نہ کرتا ہو۔ اور سب
سے اپنا منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں سمجھتا ہو۔ بلکہ نیستی کا خط
وجود کی پیشانی پر کھینچ کر وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی حاصل کر لی
ہو۔ فرمایا ہماری زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور
روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے اور حقیقت انسانی حق سبحانہ وتعالیٰ کا آئینہ ہے

وفات آپ نے شب شنبہ بتاریخ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہجری
میں انتقال فرمایا۔

حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہ

حالات وانتساب خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ یعقوب

چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں۔ آپ کو انتساب وارادت وبیعت نقشبندیہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے ہے۔ اور ان کی توجہ سے مراتب اعلیٰ کمالاتِ خلافت وکرامات سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کو فقر، تحریر، تقریر، ورع وتقویٰ وزہد میں نہایت اعلیٰ اور بلند مقامات ومراتب حاصل تھے۔

وفات آپ کا وصال موضع وخش (نواح بلخ میں ولایت ختلان کا ایک شہر ہے) غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

مولانا درویش محمد قدس سرہٗ

حالات وانتساب خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد زاہد وخشی کے بھانجے ہیں۔ آپ کو انتساب ارادت وخلافت اپنے ماموں خواجہ محمد زاہد وخشی سے ہے آپ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع اور رموز طریقت وحقیقت کے واقف اور سخاوت وعطا میں بڑے مشہور تھے بیعت ہونے سے پندرہ سال پہلے زہد وریاضت میں بسر کئے۔

آپ کی کرامات شیخ حسین خوارزمی کبروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بڑے مقتدر بزرگ تھے جہاں کہیں تشریف لے جاتے تھے وہاں کے مشائخ ان کے تصرفات کے مقابلہ میں ماند ہو جاتے تھے

اور جب کوئی درویش آپ سے ملنے کے لئے آتا آپ اس کی نسبت سلب کر لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ مولینا درویش محمدؒ کے شہر میں تشریف لے گئے وہاں کے مشائخ آپ سے ملاقات کے لئے گئے چنانچہ مولینا درویش محمدؒ نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کے لئے جانا چاہیے یہ فرما کر حضرت مولینا درویشؒ نے شیخ حسین کی نسبت سلب کر لی ادھر شیخ حسن نے جب یہ محسوس کیا کہ میری نسبت کسی نے سلب کر لی ہے تو بہت پریشان ہوئے۔ جب حضرت مولینا درویش ان سے ملاقات کے لئے سوار ہوئے تو شیخ موصوف نے اپنے باطن میں نسبت کی خوشبو سونگھی شیخ اونٹ پر سوار ہو کر نسبت کی خوشبو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے جس قدر شیخ مولانا سے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اسی قدر اپنی گم شدہ نسبت کی بو بہت زیادہ محسوس کرتے جاتے تھے جب راہ میں شیخ اور مولینا میں باہم ملاقات ہوئی تو وہ بو بھی وہیں منقطع ہو گئی۔ تب شیخ کو معلوم ہوا کہ میری نسبت حضرت مولینا نے اپنے تصرف سے سلب کر لی ہے۔ شیخ نے مولانا کی بڑی انکساری اور تواضع اختیار کی اور نہایت عاجزی سے کہا کہ مجھکو یہ علم نہیں تھا۔ کہ یہ اقلیم آپ کے زیر حکومت ہے۔ اب میں یہاں سے چلا جاتا ہوں حضرت مولینا کو شیخ پر رحم آیا اور سلب شدہ نسبت واپس دے دی چنانچہ شیخ نے اسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا اور اسے غنیمت سمجھ کر اور اس سواری پر واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر اپنے وطن کو واپس چلے گئے

وفات آپ نے بروز پنج شنبہ ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ کو وصال فرمایا

مزار شریف موضع اسقرار میں ہے جو شہر سبز واقع ماوراء النہر کا مشہور موضع ہے

مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ

حالات و انتساب حضرت مولانا امکنگیؒ خواجہ درویش محمد کے صاحبزادے اور خلیفہ اعظم تھے۔ طریقت میں آپ کا مسلک خواجہ نقشبندؒ کے قدم بہ قدم تھا۔

آپ تیس سال تک مسندِ خلافت پر جلوہ افروز رہے۔ اگرچہ بہت عمر رسیدہ اور ضعیف ہو گئے تھے۔ مگر آنے جانے والوں کی خدمت اور تواضع خود فرمایا کرتے تھے مہمانوں کے لئے خود کھانا پکاتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات مہمانوں کے خادموں اور سواریوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔

اپنے زمانہ میں طالبانِ طریقت کے مرجع تھے۔ تصرفِ باطنی کا یہ عالم تھا کہ علماء و فضلاء اور امراء اور فقراء استفاضہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ملکہ ملوک و سلاطین آپ کے آستانۂ عالیہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔

تصرفات و کرامات روایت ہے کہ پیر محمد خان نے پچاس ہزار سوار دں کے ساتھ ملک سمرقند پہ چڑھائی کی باقی محمد خان حاکم سمرقند کے پاس صرف چودہ ہزار پیادہ اور سوار تھے چنانچہ باقی محمد خان بغرض استمداد حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے بذات

خود پیر محمد خان کے پاس جا کر نصیحت کی مگر وہ صلح پر رضا مند نہیں ہوا۔
آپ ناراض ہو کر واپس تشریف لے آئے اور باقی محمد خان سے فرمایا کہ اگر تو تائب
ہو جائے اور یہ عہد کرے کہ آئندہ خلق خدا پر ظلم نہیں کرے گا اور ان کے ساتھ
عدل انصاف سے حکومت کرے گا تو تم کو انشاء اللہ فتح حاصل ہوگی۔ باقی محمد
خان نے اس بات کا عہد کیا آئندہ کبھی ظلم و تعدی نہیں کروں گا۔ آپ نے
اپنا دست شفقت اس کی پیٹھ پر رکھا اور اپنی فرص مبارک اس کی کمر پر
باندھتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ حملہ کرو۔ ملک ماوراالنہر کی سلطنت تم کو
مبارک ہو۔ باقی محمد خان جب مہم پر روانہ ہوا تو حضرت خود اس کے
پیچھے درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے اور شہر کے
کنارے ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو مراقب ہو کر بیٹھ گئے اور بار بار سر
اٹھا کر دریافت فرماتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اسی اثنا میں باقی محمد خان کی
فتح و نصرت کی خبر آئی اور پیر محمد خان مارا گیا۔ اس وقت مولانا مراقبہ سے
اٹھ کر اپنی پرانی قیام گاہ پر واپس تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا کے کئی مریدین نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ تین طالبعلم
مختلف ارادوں سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک نے اپنے دل
میں خیال کیا کہ حضرت فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بے شک صاحب کرامت
ہیں دوسرے نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مجھ کو عطا فرمائیں
تو آپ ولی ہیں۔ تیسرے نے خیال کیا کہ فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر
کر دیں تو صاحب خوارق ہیں مولانا نے پہلے دو طالب علموں کو ان

کی تمنا کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے فرمایا کہ درویشوں کو جو کمالات اور مراتب حاصل ہوئے ہیں وہ حضور سیدنا علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کی شریعت کی اتباع میں حاصل کئے ہیں لہٰذا خلافِ شریعت ان سے کوئی کام صادر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد ان تینوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کام مباح کی نیت سے بھی درویشوں کے پاس نہیں جانا چاہیے۔ چونکہ بعض وقت وہ ایسے کاموں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور آنے والا بداعتقاد ہو کر ان کی صحبت سے محروم رہ جاتا ہے۔ فقراء کے نزدیک کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ان کے پاس خالصتہً لوجہ اللہ آنا چاہیے تاکہ ان کے فیض باطنی سے کچھ حصہ مل سکے۔

وفات حضرت مولینا نے اپنی وفات سے چند روز قبل اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو ایک خط میں دو شعر تحریر فرمائے۔

نہ ماں تا زماں مرگ یاد آیدم — ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم

جدائی مبادا مرا از خدا — دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے پہنچتے ہی آپ کو حضرت کی وفات کی خبر پہنچی آپ نے نوے سال کی عمر میں بائیسویں شعبان ۱۰۰۹ھ کو وفات پائی۔ مزار مبارک امکنگ میں ہے جسکو امکنہ بھی کہتے ہیں جو سمرقند کے قریب ہے۔

باب سوم

ہندوستان کے صوفیۂ نقشبند کا تذکرہ

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ

حالات و انتساب حضرت محمد باقی باللہ قدس سرہ سمرقند و کابل کے رہنے والے تھے آپ کا سلسلہ حضرت عمر یاغستانیؒ سے ملتا ہے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ آپ علوم ظاہری میں مولانا صادق حلوانی کے شاگرد ہیں۔ طریقت میں ظاہر نسبت و ارادت آپ کو مولانا امکنگیؒ سے ہے۔ لیکن باطنی اور روحانی تربیت آپ نے حضرت خواجہ احرارؒ سے حاصل کی۔ حضرت خواجہ امکنگیؒ کے فرمانے پر آپ دہلی تشریف لائے۔

ہندوستان پہنچنے پر آپ ایک سال لاہور رہے اور یہاں کے بہت سے علماء فضلاء آپ کی محبت سے گرویدہ ہو گئے اس کے بعد شہر دہلی میں جو دار الاولیاء اور بیت الفقراء تھا تشریف لے گئے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی جو نہایت دلکشا اور ساحل دریا پر واقع تھا اور جس میں نہایت عظیم الشان مسجد تھی۔ اور زمانہ وفات تک آپ یہیں مقیم رہے۔ اور ہندوستان میں نقشبندی سلسلہ کا آغاز آپ ہی کی ذات گرامی سے ہوا۔

تواضع آپ میں انکساری اور عاجزی اسدرجہ تھی کہ اگر کسی طالب سے کوئی خطا ہو جاتی تو فرماتے کہ یہ درویش بے چارے کیا کریں یہ تو ہماری ہی بدصفتی کا اثر ہے ۔جو ان پر منعکس ہو رہا ہے ۔ آپ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی طالبِ حق آپ کے آستانہ عالیہ پہ حاضر ہوتا تو اس سے بہت معذرت کے ساتھ فرماتے کہ میں کس لائق ہوں تم نے گماں میرے متعلق قائم کیا ہے میں اس کے شایان شان نہیں ہوں کسی اور جگہ جاؤ اگر کوئی رہبر مل جائے تو مجھے اطلاع دینا تاکہ ہم بھی ان کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کریں مگر صادق العقیدہ طالب آپ کے آستانہ مبارک کو چھوڑ کر نہ جاتے اور گوہر مقصود سے اپنے دامن کو بھرتے ۔

خوارق و کرامات ایک عورت کا تین چار سال کا لڑکا حصار فیروزآباد کی دیوار سے نیچے گر پڑا نیچے پتھر کا فرش تھا پتھر سے ٹکرا کر اس کے کان سے خون بہنے لگا اور سانس بند ہو گیا ۔ وہ عورت روتی پیٹتی حضرت کے قدموں میں آکر گر پڑی ۔ حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنی توجہ اور تصرف کو بہت چھپایا کرتے تھے ۔ آپ نے دکھانے کے لئے طب کی کتاب مانگی اور یہ فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ مرے گا نہیں حاضرین کو تعجب ہوا کو نسی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے آپ ایک لحظہ خاموش رہے اور وہ قریب المرگ بچہ ٹھیک ہو گیا لوگ حیران رہ گئے ۔

ایک دفعہ ایک فوجی افسر نے آپ کے ہمسایہ پر بہت ظلم کیا ۔

آپ سے اس کا ظلم برداشت نہ ہو سکا۔ آپ نے اس کو بلا کر نصیحت فرمائی مگر وہ ظالم اپنے ظلم سے باز نہ آیا۔ آپ کو مظلوم کی حالت پر ترس آیا اور اس افسر کو بلا کر کہا کہ ہمارے حضرت خواجگان بڑے غیور اور خوددار ہوتے ہیں۔ اور یہ شخص مظلوم انہیں کے پڑوس میں رہتا ہے چنانچہ چند روز میں وہ افسر ایک چور کے خون کے مقدمہ میں گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

ارشادات و فرمودات سورۂ اخلاص کے معنیٰ کے بیان میں فرمایا کہ اس کو سورۃ اخلاص اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگا کی نسبت شرک جلی و خفی کے غبار سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں خلوص و اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کا شرک جلی و خفی سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصہ امکان میں کسی طرح اس کا مثل نہ ہو۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام توحید ہے —— فرمایا توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ رہے کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے بلکہ سبب مشروع مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیئے اور صرف سبب پر نظر نہ رکھنی چاہیے کیونکہ سبب کی مثال دروازے کی سی ہے جو خداوند تعالیٰ نے مسبب پر پہنچنے کے لئے بنایا ہے اس صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کرے کہ خدا اوپر سے پھینک دے گا۔ تو یہ بے ادبی ہے کیونکہ دروازہ اللہ تعالیٰ ہی کا بنایا ہوا ہے۔ اور اس پر دلیل ہے کہ کھلا ہے کھلے ہوئے کو بند نہیں کرنا چاہیئے بعد اذان اس کو اختیار ہے

چاہے دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔

وفات روز سہ شنبہ ۲۵ رجادی الآخر ۱۱۲۱ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔ اور مزار مبارک دہلی میں شاہ جہان آباد کے باہر صدر میں ہے۔

ذکر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

حالات و انتساب آپ ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب تیس واسطوں سے جناب امیر المومنین حضرت عمرؓ ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ حنفی مذہب کے پابند اور اعتقادات میں یکتائے زمانہ اور مجتہد تھے۔ آپ نے بعض علوم اپنے والد ماجد اور دوسرے علمائے سرہند سے حاصل کئے۔ پھر سیالکوٹ جاکر معقول کی کتابیں پڑھیں اور مولانا کمال کشمیری سے اور حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ اور قاضی بہلول بدخشانی سے بھی حدیث کی تفسیر پڑھی اور سند حاصل کی۔ تصوف کی کتابیں بھی اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ اور بعض سلسلوں میں بیعت و اجازت بھی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ سلسلہ نقشبندیہ عالیہ میں آپ کی بیعت و ارادت حضرت خواجہ باللہ دہلوی قدس سرہٗ سے ہے۔ سلسلہ قادریہ شاہ سکندر کیتھلیؒ سے اور سلسلہ صابریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں عبد الاحد سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا۔

آپ ظاہری اور باطنی علوم میں اور مقامات و معارف میں یگانۂ روزگار تھے

خوارق و کرامات

ایک امیرزادہ کو سلطان وقت نے کسی تقصیر کے سبب سے لاہور طلب کیا۔ غضب سلطانی کے مشاہدے سے حاضرین کو یہ یقین تھا کہ امیرزادے کو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ سرہند پہنچا تو حضرت شیخ کی خدمت میں جان بخشی کی دعا کے لئے التماس کی۔ حضرت نے فرمایا اطمینان رکھو انشاءاللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بلکہ سلطان تم سے بڑی شفقت اور عنایت سے پیش آئے گا۔ اس نے نہایت اضطراب کے عالم میں عرض کیا۔ کہ آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرما رہے ہیں وہ مجھے لکھکر دے دیجئے تاکہ مجھے پورے طور پر اطمینان ہو جائے۔ حضرت نے اس کے اصرار پر یہ لکھ دیا "چونکہ فلاں امیرزادے نے غضب سلطانی کے خوف سے جو غضب الٰہی کا نمونہ ہے فقراء کی طرف رجوع کیا ہے اس لئے فقرا نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ اور اس مہلکہ سے اس کو رہائی دے دی۔ کئی دن کے بعد اچانک اطلاع ملی کہ سلطان نے اس کو اذیت دے کر قید خانہ میں بھیج دیا ہے۔ جب حضرت نے یہ سنا تو مسکرا کر فرمایا کہ فقیر کی نظر میں روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہے کہ وہ سلطان کی طرف سے شفقت و عنایت ہی دیکھے گا۔ اور یہ خبر غلط آئی ہے۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان اس امیرزادے کو دیکھکر ہنس پڑا اور نصیحت کے طور پر چند کلمات اس سے کہے اور پھر بڑی عنایت و شفقت سے خلعت دے کر اس کو رخصت کیا — نواب خان خاناں صوبہ دار دکن جو محب الفقرا

اور حضرت شیخ کا معتقد تھا۔ اس امر پر مامور تھا کہ ممالک دکن کو فتح کرے۔ مگر ایک مدت دراز گزر گئی اور خان خاناں کو کوئی فتح حاصل نہ ہوئی۔ ارکان سلطنت نے سلطان سے عرض کیا کہ خان خاناں نے پوشیدہ طور پر صلح کر لی ہے۔ اور بظاہر جنگ میں مشغول ہے۔ بادشاہ نے یہ سن کر فوراً خانخاناں کو معزول کر دیا۔ اور اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں اس کو قتل کرا دے۔ سیادت مآب میر محمد نعمان نے جو خانخاناں کے واقف تھے یہ معاملہ شیخ کی خدمت میں لکھا اور توجہ کے واسطے درخواست کی۔ حضرت شیخ میر محمد نعمان نے عریضہ کو پڑھکر جواباً لکھا کہ آپ کے خط کے مطالعہ کے وقت خاں خاناں بہت عالیشان نظر آئے۔ آپ اس کے معاملہ میں بالکل مطمئن رہیں۔ جب یہ جواب میر صاحب موصوف کی خدمت میں پہنچا تو سید صاحب نے بجنسہٖ خان خاناں کے پاس وہ خط بھیج دیا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بزرگوں کی توجہ سے ایسا ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں بظاہر بہت ہی مشکل ہے۔ چونکہ سلطانِ وقت میرے حق میں بدگمان ہو گیا ہے۔ اور حاسد لوگ ہر طرف سے نقصان پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ حضرت شیخ کے مکتوب کو ابھی دس بارہ روز ہی گزرے تھے کہ بادشاہ کا دل خان خاناں کی طرف سے صاف ہو گیا۔ اور ملک دکن کی صوبہ داری پر بحال کر دیا۔

ارشادات و ملفوظات حضرت شیخ کے خوارق و کرامات بیشمار ہیں لیکن یہاں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر صرف دو

ہی بیان کئے گئے ہیں چونکہ کثرت خوارق سے نہ کسی ولی کی شان بڑھتی نہ قلت سے کسر شان ہوتی ہے ۔ چنانچہ حضرت شیخ کرامات کے بارے خود یوں فرماتے ہیں ۔

خوارق کا کثرت سے وارد ہونا فضیلت پر دلالت نہیں کرتا ۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ولی جس سے کوئی خوارق ظہور میں نہ آئیں ۔ دوسرے ولی سے افضل ہو جس سے خوارق و کرامات ظہور میں آئے ہوں ۔ اسی طرح آپ نے میر محمد لعمان رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے ۔ کہ خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولی ہونے کی شرط نہیں ہے ۔ جس طرح علماء خوارق و کرامات کے حصول کے ساتھ مکلف نہیں ہیں اولیاء اللہ بھی خوارق کے ظہور کے ساتھ مکلف نہیں ہیں ۔ چونکہ ولایت سے مراد قرب الٰہی ہے ۔ جو خداوند جل شانہ اپنے ماسوا کے نسیان کے بعد اپنے اولیا کو عطا فرماتے ہیں ۔ ایک شخص کو یہ قرب عطا کیا جاتا ہے ۔ اور اس کو مخلوقات کی مغیبات پر کچھ اطلاع نہیں دی جاتی ، ایک دوسرا شخص ہے جس کو قرب بھی دیا جاتا ہے ۔ اور مغیبات پر مطلع بھی کیا جاتا ہے ۔ ایک تیسرے شخص کو قرب سے کچھ نہیں دیا جاتا مگر مغیبات پر مطلع کیا جاتا ہے ۔ یہ تیسرا شخص اہل استدراج سے ہے نفس کی صفائی نے اس کو مغیبات کے کشف میں مبتلا کیا ہے ۔ اور گمراہی میں ڈال رکھا ہے ۔ جیسا کہ اس آئیہ کریمہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ فَأَنسٰهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ہ

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے حال میں نازل ہوئی ہے۔ پہلا اور دوسرا شخص جو دولتِ قرب سے مشرف ہیں۔ اولیاء اللہ سے ہیں۔ نہ کشف مغیبات ان کی ولایت میں زیادتی کرتا ہے۔ اور نہ عدم کشف ان کی ولایت میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ ان کا اعتبار درجاتِ قرب کے ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص جسے صورِ غیبی کا کشف حاصل نہ ہو۔ قربِ الٰہی کی زیادتی کے سبب سے اس شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے۔ جسے کشف صور حاصل ہو ــــ فرمایا ذکر سے مراد غفلت کا دور کرنا ہے۔ نہ یہ کہ ذکر کلمہ نفی و اثبات کے تکرار یا اسم ذات کے تکرار میں منحصر ہے۔ جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اوامر شرعیہ کی بجاآوری اور نواہی شرعیہ سے باز رہنا سب ذکر میں داخل ہے۔ خرید و فروخت حدودِ شرعیہ کی رعایت کے ساتھ ذکر ہے اسی طرح نکاح و طلاق اسی رعایت کے ساتھ ذکر ہے چونکہ رعایت مذکورہ کے ساتھ ان کاموں کے کرنے کے وقت امر کرنے والا اور منع کرنے والا (اللہ جل شانہٗ) ان کے کرنے والے کے مدنظر ہوتا ہے۔ پس غفلت کی گنجائش نہیں۔ لیکن وہ ذکر جو مذکور یعنی حق سبحانہٗ کے اسم و صفت کے ساتھ واقع ہو جلدی اثر کرنے والا اور مذکور کی محبت بخشنے والا اور مذکور تک جلدی پہنچانے والا ہوتا ہے۔ بخلاف اس ذکر کے جو اوامر کی بجاآوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ واقع ہو۔ وہ ان اوصاف سے چنداں بہرہ ور نہیں۔ اگرچہ بعض افراد میں کہ جن کا ذکر اوامر

کی بجا آوری اور نواہی سے باز رہنے کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ اوصاف کلی کے طور پر پائے جاتے ہیں ——— فرمایا حضرت مولانا تابابری قدس سرہ علم کی راہ سے خداوند تعالیٰ تک پہنچے ہیں۔ اور نیز وہ ذکر جو اسم اور صفت کے ساتھ واقع ہو وسیلہ ہے اس ذکر کا جو حدود شرعیہ کی رعایت کے ساتھ حاصل ہو چونکہ سب کاموں میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی ناصب شرع کی کامل محبت کے بغیر میسر نہیں اور یہ کامل محبت اللہ تعالیٰ کے اسم وصفت کے ذکر سے وابستہ ہے۔ لیکن پہلے وہ ذکر چاہیئے تاکہ اس ذکر کی دولت سے مشرف ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت کا معاملہ تو اور ہی ہے۔ وہاں نہ کوئی شرط ہے نہ کوئی وسیلہ۔ اللہ اپنی طرف چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

وفات آپ نے بروز سہ شنبہ بوقت صبح ستائیسویں ماہ صفر ۱۰۴۲ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار مبارک سرہند شریف میں ہے۔

ذکر حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب بہ عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ علیہ

حالات وانتساب شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ۲ر شوال ۱۰۰۹ھ کو پیدا ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے فرزند ارجمند ہیں۔ ابھی تین سال کی عمر تھی کہ توحید وجودی کی باتیں آپ سے سرزد ہونے لگیں اور یوں کہنے لگے کہ میں آسمان ہوں میں زمین ہوں، میں یہ ہوں میں وہ ہوں۔ دیوار حق ہے۔ آپ نے ایک ماہ میں قرآن شریف حفظ کر لیا

اور سولہ[۱۶] سال کی عمر میں تمام علوم ظاہری و باطنی حاصل کر لئے۔ پندرہ سال کی عمر میں ذکر اور مراقبہ کا طریقہ اپنے والد ماجد سے سیکھ کر طریقۂ مجددیہ کے رواج اور اشاعت میں مصروف ہو گئے بادشاہ اورنگ زیب آپ ہی کا مرید تھا۔

تصرفات وکرامات

ایک دن آپ وضو فرما رہے تھے کہ اچانک خادم سے لوٹا لے کر دیوار پہ مارا۔ وہ لوٹا ٹوٹ گیا۔ اور پھر دوسرا لوٹا منگا کر اس سے وضو کیا۔ حاضرین نے اس بات کو اپنے ذہن میں رکھا۔ بڑے عرصہ کے بعد ایک سوداگر خانقاہ میں حاضر ہوا اور اس نے یہ واقعہ سنایا کہ میں بنگالہ کی جانب سے ایک جنگل میں جا رہا تھا کہ ایک خطرناک شیر میری طرف غراتا ہوا آیا قریب تھا کہ وہ مجھ پر جھپٹ پڑے میں بے انتہا خوف زدہ ہوا تو اس وقت میں نے حضرت کو دیکھا کہ آپ لوٹا لئے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے بڑے زور سے وہ لوٹا اس شیر کی طرف پھینکا جس کے خوف سے وہ شیر بھاگ گیا اور میری جان اس طرح خدا نے بچا لی

ایک شخص کا لڑکا کسی عورت پہ عاشق ہو گیا۔ اور ہر وقت اس کے خیال و فراق میں رہتا نہ کوئی دین کا کام نہ دنیا کا وہ شخص اپنے بیٹے کو حضرت کی خدمت میں لایا آپ نے جب اس کو سمجھایا تو اس نے کہا ؎

در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمے پسندی تبدیل کن قضا را

یہ سن کر آپ نے فرمایا ہم نے تیری قضا کو تبدیل کر دیا چنانچہ وہ شخص فوراً

تائب ہوگیا۔ اور عشق کا خیال اس کے دل و دماغ سے جاتا رہا۔

آپ کے ایک مخلص عزیز روایت کرتے ہیں۔ کہ میری آنکھ میں بڑا درد تھا۔ میں نے بہت علاج کئے اور کئی قسم کی دوائیں استعمال کیں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا ایک شخص نے اپنے سرمہ کی بڑی تعریف کی کہ اس کے آنکھ میں ڈالنے سے تکلیف بالکل جاتی رہے گی۔ چنانچہ جب اس نے اس دوا کو لگایا تو تکلیف جاتی تو درکنار اس کی آنکھ کی روشنی ہی جاتی رہی اور وہ نابینا ہوگیا۔ انہیں دنوں حضرت موصوف حج سے واپس تشریف لائے تو یہ شخص کسی کے سہارے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور دعا کی درخواست کی جب آپ نے اس کی یہ حالت دیکھی تو بہت افسوس فرمایا اور اپنا لعاب دہن اس کی آنکھوں میں ڈال کر فرمایا کہ جا چلا جا گھر جا کر آنکھیں کھولنا وہ شخص جب گھر پہنچا اور آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں کا نور واپس آگیا

فرمودات وارشادات فرمایا ناجنس اور مخالف طریقہ کی صحبت سے پرہیز کرو اور بدعتی کی مجلسوں سے دور رہو۔ فرمایا تین طرح کے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے (۱) غافل علماء۔ (۲) مداہنت کرنے والے قاری۔ (۳) جاہل صوفی ۔ فرمایا جو شخص شیخی کی مسند پر بیٹھا ہے اور اس کا عمل جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے، اور وہ زیور شریعت سے آراستہ نہیں ہے پناہ ہزار پناہ اس سے دور رہنا چاہیے بلکہ جس شہر میں وہ رہتا ہو اس شہر میں بھی نہیں رہنا چاہیے ممکن ہے تیرے دل میں اس شخص کی طرف سے میلان پیدا ہو جائے۔

اور وہ تیری گمراہی کا باعث بن جائے چونکہ ایسا شخص رہبر بننے کے لائق نہیں ہے ایسا آدمی شیطان کا جال اور پوشیدہ چور ہے۔ اگرچہ اس میں خرق اور کرامات دیکھی جائیں اور وہ بظاہر دنیا سے لاتعلق ہو لیکن پھر بھی اس کی صحبت سے اس طرح بھاگنا چاہیئے جیسے شیر سے بھاگتے ہیں ـــــ فرمایا اس زمانہ میں اکثر لوگوں کا یہ حال ہے۔ کہ خام صوفی اور ملحد کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے نہیں ڈرتے اور کہتے ہیں کہ فقیری کا راستہ کسی سے بگاڑ پیدا کرنا نہیں ہے۔ سبحان اللہ کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جو رئیس الفقرا اور سردار اولیا تھے جن کا قول الفقر فخری ہے ان کو باری تعالیٰ حکم دیتا ہے "اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پسندیدہ طریقہ بھی کافروں سے درشتی اور جنگ کرنا تھا۔ لیکن یہ عجیب فقرا اور صوفیا ہیں کہ جناب پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑ کر دوسروں کے طریقہ کو اختیار کرتے ہیں اور آپ کے پسندیدہ طریقہ کے خلاف کرتے ہیں اسی وجہ سے ضلالت و گمراہی کی زیادتی ہی ہوتی ہے۔

جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کہ کفار بے شک خدا کے دشمن ہیں۔ یہ دوستی کا عجیب دعویٰ ہے کہ اس کے دشمنوں سے دوستی رکھتے ہیں اور اظہار بیزاری نہیں کرتے ـــــ آپ نے قرآن پاک کے حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے متعلق فرمایا کہ متشابہات میں طریق اسلم یہ ہے کہ ہم ان پہ ایمان لاتے ہیں اور ان کا علم حق سبحانہٗ کے حوالے کرتے

ہیں ۔ فرمایا یہ حق سبحانہٗ کے اسرار ہیں جو اس نے اپنے اخص خاص بندوں کو بتائے ہیں ۔ اور رمز و اشارے سے کلام کیا ہے ۔ اور نامحرموں سے پوشیدہ رکھا ہے ۔ جس پر اس معمہ کا راز کھل گیا ہے ۔ اس نے ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی اور اس اسرار کے لکھنے اور بتانے کی جرأت اور دلیری نہیں کی ۔

وفات آپ کو وجع المفاصل کی بیماری تھی آخر عمر میں اس مرض کا زور بہت بڑھ گیا تھا وفات سے دو تین روز پیشتر آپ نے قرب وجوار کے بزرگوں کو اس مضمون کا خط لکھا کہ وقت رحلت آگیا ہے دعا فرمائیں کہ خاتمہ بالخیر ہو ـــ وفات سے ایک روز قبل جمعہ کے دن آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ امید نہیں کہ کل اسوقت تک دنیا میں رہوں اور سب کو پند و نصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے ۔ صبح کو آپ نے نماز فجر کمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کی مراقبہ معمولہ کے بعد اشراق کی نماز پڑھی اس کے بعد سکرات موت آپ پر شروع ہو گئی ـــ اس وقت آپ کی زبان جلد جلد چل رہی تھی صاحبزادوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا لیٰسین شریف پڑھ رہے ہیں ۔ چنانچہ بروز ہفتہ دوپہر کے وقت مورخہ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ وصال فرمایا ۔

ذکر حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ

حالات و انتساب حضرت خواجہ سیف الدین قدس سرہٗ حضرت

عروۃ الوثقیٰؒ کے پانچویں فرزند ہیں آپ ۱۰۵۵ھ میں سرہند میں پیدا ہوئے آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم اور کمالات صوری و معنوی کے حامل اور زہد و تقویٰ اور اتباع سنت کے جامع اور مظہر تھے۔ آپ کے علو استعداد کی بنا پر حضرت عروۃ الوثقیٰؒ آپ پر خاص توجہ اور نظر شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ ایام شباب ہی میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو کمالات مجددیہ کے حصول و تکمیل کی بشارت دی تھی۔

۱۰ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ

امر بالمعروف کی تبلیغ اور نہی عن المنکر سے منع کرنے میں آپ اس قدر نڈر اور بے خوف تھے کہ شاہ و گدا کی آپ کے دل میں کوئی تفریق نہ تھی۔ چنانچہ جب سلطان وقت اورنگ زیبؒ عالمگیر نے حضرت خواجہ معصوم قدس سرہ سے درخواست کی آپ میری ہدایت اور توجہ کے لئے اپنا کوئی خلیفہ میرے پاس بھیجیں تو حضرت موصوف نے حضرت خواجہ سیف الدینؒ ہی کو دہلی بھیجا تھا۔ جب آپ حضرت شیخ وہاں تشریف لے گئے تو سلطان نے باہر آکر آپ کا استقبال کیا اور بڑے عزت و احترام کے ساتھ شہر میں لایا اور آپ کو قلعہ میں لایا جب قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ قلعہ کے دروازے پر دو ہاتھیوں کی مورتیں بنی ہوئی ہیں اور ان پر فیلبان سوار ہیں آپ نے فرمایا کہ میں قلعہ میں اس وقت داخل ہوں گا جب یہ مورتیں توڑ دیجائیں گی۔ چنانچہ وہ ہاتھی اور فیل بان بالکل توڑ دیئے گئے۔ تب آپ قلعہ میں داخل ہوئے۔ دوسرے روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام گانے

والوں اور بے ریش ناچنے والوں اور تمام اہل بدعت کو ہندوستان کے ممالک محروسہ سے نکال دیا جائے۔ بادشاہ نے آپ کے اس ارشاد کی بھی تعمیل کی۔

ایک مرتبہ بادشاہ نے حضرت موصوف سے جہاں بخش باغ کی سیر کرنے کی درخواست کی جب آپ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ تالاب میں سونے کی مچھلیاں ہیں اور ان کی آنکھوں میں جواہر جڑے ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا کہ میں یہاں اس وقت بیٹھوں گا جب یہ مچھلیاں توڑ دی جائیں گی اگرچہ باغ کے محافظوں نے نقصانِ شاہی کے خیال سے ان مچھلیوں کے توڑنے میں تامل کیا۔ لیکن سلطان نے فوراً تڑوادیں۔

ایک روز سلطان جب شکار کے لئے محل سے باہر آئے تو تمام مطرب اور گوئے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ اور یہ شعر گانا شروع کر دیا ؎

در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند

گر تو نمے پسندی تغییر کن قضارا

بادشاہ نے یہ سن کر ان سے کہا کہ میں تو کچھ نہیں کر سکتا حضرت شیخ سے جاکر کہو حضرت کا نام سنتے ہی وہ مایوس ہو گئے اور ناامید ہو کر واپس آ گئے۔ بادشاہ پر حضرت شیخ کی محبت کا اس قدر اثر ہوا کہ ہزاروں ڈھولک چنگ و رباب، طنبور اور ساز وغیرہ توڑ دیئے گئے۔ جب مطربوں کو یہ یقین کامل ہو گیا کہ اب بادشاہ کے دربار میں ہماری کوئی گنجائش نہیں رہی تو انہوں نے ایک جنازہ تیار کیا اور بادشاہ کی سواری کے سامنے نکالا بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ

جنازہ کس کا ہے جواب دیا کہ سرود و نغمہ مر گیا ہے اس کو دفن کرنے جا رہے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا دفن کرنا کہ قیامت تک نہ نکلے۔

اس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ اور اس پر تعمیل سے بادشاہ کو بہت خوشی ہوئی۔ اور اس پر حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی شکر گزاری میں خط لکھا جس کا جواب حضرت عروۃ الوثقیٰ نے یہ دیا۔

"سب ستائش و احسان اللہ کو سزاوار ہے کہ فقیر زادہ نظر قبول میں منظور ہو گیا۔ اور اس کی صحبت کا اثر حاصل ہو گیا۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو فقیر زادہ کا شیوہ ہے آپ نے شکر اور رضا مندی ظاہر کی ہے۔ فقیر اس عطیہ پر اللہ جل شانہ کا شکر بجا لایا اور زیادہ دعا گوئی کا سبب ہوا۔ یہ کیسی بڑی نعمت ہے کہ باوجود اس تمام شاہی شان و شوکت اور دبدبہ سلطنت کے کلمہ حق سن کر قبول کیا جائے اور ایک مسکین کی بات مؤثر ہو جائے فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ط أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ترجمہ:۔ پس خوشخبری دیجئے مرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر اس نیکی پر چلتے ہیں وہی ہیں جنکو ہدایت دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وبارک وسلم۔

آپ کی دربار شاہی میں عزت اور احترام اور رجوع کا یہ عالم تھا کہ شاہی بارگاہ کے درمیان ایک کرسی مرصع بجواہر بچھائی جاتی تھی اور شیخ اس پر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ ارد گرد امراء و ملوک و خواتین بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرے دل میں

یہ خیال آیا کہ یہ بزرگ ہیں اور اس قدر تکبر کرتے ہیں دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتے ہی شیخ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا تکبر ما از کبریائی اوست۔ اس طرح آپ کی برکت سے بادشاہ اور شہزادگان، بیگمات اور جملہ امرار اور وزرار داخل سلسلۂ مجددیہ ہوئے۔

تواضع وانکساری آپ کا اکثر و بیشتر یہ معمول تھا کہ آخر نصف شب میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرقد مبارک پر حاضر ہوا کرتے تھے اور اس کے گرد پھر کر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

من کیستم کہ با تو دم دوستی زنم ۔۔۔ چندیں سگانِ کوئے تو یک کمترین منم

فیوض وبرکات آپ کی خانقاہ میں روزانہ تقریباً چارسو درویش حصول فیوض وبرکات کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اور حسب فرمائش کھانے پکائے جاتے تھے۔ مگر اس نعم کے باوجود سالک بلند مقامات پر پہنچتے تھے۔ کیونکہ اس طریقہ کا دارومدار شیخ کی ہمت اور توجہ پر منحصر ہوتا ہے۔

خوارق وتصرفات وکرامات آپ کی کرامات بے شمار ہیں ایک مرتبہ آپ کا ایک مرید جسکا نام صوفی پائیدہ محمد تھا۔ وہ کابل سے عراق کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں ایک رافضی سے ملاقات ہوئی اس رافضی نے حضرت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیں جس پر صوفی کو غصہ آگیا۔ اور اس نے اس رافضی کو قتل کر دیا لیکن پھر یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے ساتھی آکر مجھ کو تنگ نہ کریں۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک ایک برقعہ پوش سوار نمودار ہوا اور اپنے عصار سے اس رافضی کی طرف اشارہ کرتے

ہوئے کہا کہ کوئی فکر نہ کرو۔ میں نے اس کو گدھے کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ صوفی نے جب رافضی کو دیکھا تو اس کی شکل گدھے کی ہو گئی تھی۔ پھر صوفی نے سوار سے دیدار کی التجا کی جب سوار نے برقعہ اٹھایا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ حضرت شیخ سیف الدین ہیں۔ جب اس رافضی کے ساتھی آئے تو پہلے تو گھوڑے کو خالی دیکھکر بہت شور مچایا مگر جب اس کی لاش کو گدھے کی شکل میں دیکھا۔ تو شرمندہ ہو کر اس کو دفن کر دیا اور کچھ نہ کہا۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ اس کو جذام کی بیماری ہو گئی تھی اس نے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی آپ نے کچھ پڑھ کر دم کیا اور اسی وقت شفایاب ہو گیا۔

ارشادات و فرمودات

ایک بار حضرت شیخ سیف الدین قدس اللہ سرہٗ تخت پر تہجد کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ پڑوس میں سماع ہو رہا تھا اس وجد و سماع کے ذوق سے آپ پر بے خودی اور وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ آپ زمین پر گر پڑے اور دست مبارک میں بہت چوٹ آئی جب صبح کو ہوش میں آئے اور لوگ عیادت کے لئے آئے تو فرمانے لگے کہ ارباب سماع ہم کو بے درد سمجھتے ہیں حالانکہ سماع سے میری حالت یہ ہو گئی تھی کہ عنقریب میری زندگی کا رشتہ منقطع ہو جائے اور میری روح کا مرغ قالب عنصری سے پرواز کر جائے۔ معلوم نہیں یہ لوگ جو کثرت سے سماع سنتے ہیں وہ کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس انصاف کرنا چاہیئے کہ ہم بے درد ہیں یا وہ، لیکن وہ معذور ہیں کیونکہ ان کو ہمارے اندرونی درد

کی خبر نہیں اگرچہ ہم ظاہر میں راکھ کی طرح سکون رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارے باطن کا آتش کدہ درد وغم کے سوز سے شعلہ زن ہے ؎

باہمہ کس درمیان وز ہمہ کس برکران

سوختن وساختن دین فقیر است وبس

فرمایا اس لئے ہم وجد وسماع کی طرف میلان نہیں رکھتے اور پردہ نشینان درد وغم کو بالوں سے کھینچتے ہوئے خاص وعام کو نہیں دکھاتے۔ کیونکہ ہمارا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے جو بہ ظاہر کمال تمکنت ووقار سے آراستہ اور نہایت سکون واستغراق سے پیراستہ تھے لیکن ان کے احوال باطنی کی سوائے محرمان راز کے کسی کو خبر نہیں تھی۔ وفات کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ مکان کی چھت جا بجا جلی ہوئی اور سیاہ ہے۔ آپ نے سبب دریافت کیا تو محرمان راز نے جواب دیا کہ آپ کبھی کبھی دردمند دل سے آہ نکالا کرتے تھے۔ جس کی حرارت گرمی او تپش سے یہ گھر جل کر سیاہ ہو گیا ہے۔

؎ اندرون شو آشنا وز بروں بیگانہ باش

ایں چنیں زیبا روش کم مے بود در جہاں

وفات ۱۹ رجمادی الاول ۱۰۹۵ھ کو آپ نے اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔

ذکر حضرت سید نور محمد بدایونی قدس سرہ

حالات و انتساب سید السادات حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ محمد سیف الدین قدس سرہ سے مقامات سلوک کا اکتساب فرمایا ہے اور کئی برس حضرت حافظ محمد محسن جو حضرت محمد معصوم قدس سرہ کے خلیفہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی اولاد میں سے تھے کی خدمت میں حاضر رہے اور حالات عالیہ اور مقامات ارجمند سے مشرف ہوئے۔

زہد و تقویٰ آپ کمال تقویٰ اور اتباع سنت میں ممتاز تھے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آداب و عادات کا بڑا التزام اور اہتمام فرماتے تھے۔ کتب سیر و اخلاق نبوی کا مطالعہ فرمایا کرتے تھے اور ان کے موافق عمل پیرا ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ بیت الخلا میں پہلے دایاں پاؤں رکھا تو تین روز باطنی احوال منقبض رہے بہت تضرع کے بعد حالت بسط پیدا ہوئی۔

اکل حلال کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ اپنے ہاتھ سے کئی دن کا کھانا پکا لیا کرتے تھے۔ اور بھوک کی شدت کے وقت اسی میں سے نوش فرما لیا کرتے تھے فرماتے تھے۔ کہ تین سال سے طبیعت کا تعلق کیفیت غذا سے نہیں رہا۔ ضرورت کے وقت جو مل جاتا ہے کھا لیتے ہیں۔ کمال اتباع سنت کا یہ عالم

تھا۔ کہ دو سالنوں کے اجتماع کو بدعت سمجھ کر ایک صاحب زادے کو گھی اور دوسرے کو شکر دیا کرتے تھے۔ امیروں کے گھروں کا کھانا کبھی نہیں کھایا کرتے تھے کیونکہ وہ اکثر شبہ کی ظلمت سے خالی نہیں ہوتا۔

کرامات و خرق عادات آپ بڑے صاحب تصرف بزرگ تھے اپنے مخلصوں کی حاجت برآری کے لئے توجہ فرمایا کرتے تھے۔ ایسا کم ہوتا تھا کہ توجہ سے مراد پوری نہ ہو چنانچہ ایک دفعہ ایک عورت نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری لڑکی کو جن اٹھا کر لے گئے ہیں بڑے بڑے اعمال و وظائف پڑھے گئے ہیں مگر لاحاصل۔ آپ توجہ فرمائیں۔ بڑی دیر تک مراقبہ کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ تیری لڑکی فلاں وقت آجائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب لڑکی سے دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ میں ایک جنگل میں تھی ایک بزرگ میرا ہاتھ پکڑ کر یہاں لے آئے۔ جب آپ سے اسقدر طویل مراقبہ کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ مراقبہ میں میں نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ اگر میری توجہ اور دعا میں اثر ہو تو کردں جب الہام الٰہی سے مجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ فقیر کی توجہ سے یہ کام ہو جائے گا۔ تو میں نے لڑکی کے والد سے کہہ دیا کہ فلاں وقت تمہاری لڑکی آجائے گی۔

ارشادات و فرمودات فرمایا ایک روز ہم اپنے شیخ حضرت حافظ محمد محسن کے مزار کی زیارت کے لئے گئے تو ہم نے دیکھا کہ کفن اور جسم مبارک درست ہے مگر پاؤں کے تلوے کے چمڑے اور کفن کے اس حصہ پر خاک کا اثر ہے

جب وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ تم کو معلوم ہے کہ ہم نے کسی غیر شخص کا پتھر بغیر اجازت وضو کی جگہ رکھ دیا تھا اور ارادہ یہ تھا کہ جب مالک آئے گا تو اس کے حوالے کر دوں گا۔ ہم نے ایک بار اس پتھر پہ اپنا قدم رکھا تھا اس عمل کی نحوست سے مٹی نے اثر کیا ہے۔

وفات ۱۱ر ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ کو آپ نے اس دنیائے فانی سے وصال فرمایا اور دہلی میں حضرت شاہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے قریب نواب مکرم خان کے باغ میں دفن ہوئے۔

ذکر حضرت خواجہ سید جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب آپ کا شجرۂ نسب حضرت امیر المومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے

آپ نے حضرت خواجہ محمد اشرف سرہندی صاحب علیہ الرحمۃ سے مقامات سلوک کا اکتساب فرمایا۔ آپ حافظ قرآن مجید اور علوم ظاہریہ و رسمیہ کے منتہی تھے اور اصل وطن بخارا ہے وہاں سے بحالت مجذوبی سرہند شریف تشریف لائے اور حضرت خواجہ شاہ محمد اشرف علیہ رحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور فیوض و برکات کا استفادہ کیا آپ اپنے زمانہ میں فضائل و برکات کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ بعد ازاں آپ رامپور تشریف لے گئے۔ اور وہیں پر مستقل سکونت اختیار کی۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ جمال اللہ صاحب نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ آج احمد شاہ بادشاہ کے قلعہ اور باغ کی سیر کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔ لیکن پہلے اپنے اپنے اوراد و نوافل سے فارغ ہو جائیں تاکہ پھر اطمینان سے قلعہ اور باغ کی سیر کریں۔ چنانچہ اوراد و وظائف کے معمولات سے فارغ ہو کر آپ بمعہ اپنے خلفا کے سیر کو روانہ ہو گئے جب باغ کی سیر سے فارغ ہو کر قلعہ شاہی کے پاس پہنچے تو اس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب بملازمت سپہ سالاری تعینات تھے۔ اور اپنی ڈیوٹی پر قلعہ کی دیوار پر کھڑے تھے جس وقت حضرت خواجہ محمد فیض اللہ کی نظر حضرت شاہ جمال اللہ صاحب پر پڑی آپ نے متحیر ہو کر شاہ صاحب کی طرف دیکھا فوراً دیوار سے اتر کر حضرت شاہ جمال اللہ صاحب کے قدموں میں گر گئے اور ایسی حالت طاری ہو گئی کہ دو تین گھنٹے تک آپ کے ہوش و حواس درست نہیں ہوئے۔ جب اضطراری حالت ختم ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ حضرت مجھکو داخل سلسلہ طریقہ شریفہ نقشبندیہ فرما دیں حضرت شاہ جمال اللہ صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خلیفہ حضرت خواجہ سید محمد عیسٰی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ ان کی بیعت اگرچہ میری طرف سے ہے مگر ان کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب اسی روز اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو کر حلقہ بگوش حضرت خواجہ ممدوح ہو گئے۔

آپ کے خلفاء میں سید محمد عیسٰی ملا شیر خان تیراہی۔ سید ملاں امان تیراہی

شاہ درگاہی غزنوی - وارث خان بنارسی اور سید محی الدین تیراہی آپ کے جانشین اور صاحب ارشاد تھے ۔

ارشادات و فرمودات روایت ہے کہ جب حضرت شاہ جمال اللہ صاحب نے حضرت خواجہ محمد فیض اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملک افغانستان جانے کا حکم دیا تو بطور وصیت کے فرمایا ۔

رباعیات

مایہ دین و دنیا دارن از بے ہمتی است	زانکہ دنیا جملگی رنج است و دین آسائش است
احمدے فانی ستانی دولت باقی دہی	اندریں سودا خرد داند کہ غبن فاحش است
بکوش تا دل صاحب نظر بدست آری	کہ نیست در دو جہاں دولتے ازیں بہتر
مکن عمارت دنیا بکن عمارت دل	کہ عرش اعظم است ایں دل بقول پیغمبر ؐ

آپ تمام عمر مجرد رہے مزار مبارک رامپور میں ہے ۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس سرہ

انتساب و اکتساب آپ سادات علوی سے ہیں آپ کا سلسلہ نسب امیر کمال الدین سے ملتا ہے اور امیر کمال الدین کا نسب محمد بن حنیفہ کی وساطت سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ملتا ہے ۔ آپ کے جد بزرگوار مرزا عبد الجان جد دو واسطوں سے اکبر بادشاہ کے نواسے تھے ۔ خاندان چشتیہ میں مرید کیا کرتے تھے ۔ آپ کی جدۂ بزرگوار جو

اسدخاں وزیر کی صاحبزادی تھیں آپ کے جد بزرگوار کی برکت سے مذہب اہل سنت والجماعت سے مشرف ہوگئی تھیں۔ ان کے باطن کی صفائی کا یہ عالم تھا کہ جمادات کی تسبیح سن لیا کرتی تھیں اور مستورات کو مثنوی مولانا روم کا درس دیا کرتی تھیں آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عفیفہ خدا ترس اور پارسا تھیں اور جود وسخا میں بے نظیر تھیں بیجاپور کے رئیس شیخ زادوں کے عالی خاندان سے تھیں آپ کے والد مرزا جان سلطان شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر کے یہاں صاحب منصب تھے۔ اور سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری کے مرید تھے۔ جس وقت سلطان موصوف ممالک دکن کے انتظامات میں مشغول تھا آپ کے والد مرزا جان منصب کو چھوڑکر دارالخلافہ اکبرآباد کی طرف جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں بروز جمعہ بوقت فجر بتاریخ ۱۱ ماہ رمضان ۱۱۱۱ھ کو آپ پیدا ہوئے۔ عالمگیر نے آپ کی پیدائش کی خبر سن کر کہا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے ہم نے ان کے بیٹے کا نام جان جانان رکھدیا۔ لیکن عوام میں آپ جان جانان کے نام سے مشہور ہوئے آپ کا تخلص مظہر اور لقب شمس الدین حبیب اللہ ہے کلام اللہ شریف کی تعلیم بمعہ تجوید و قرأت قاری عبدالرسول شاگرد شیخ القرار شیخ عبدالخالق شوقی سے حاصل کی۔ آپ نے معقول و منقول کی کتابیں علمائے وقت سے پڑھیں اور علم حدیث و تفسیر کی کتب مبسوطہ حاجی محمد افضل سیالکوٹی شاگرد شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی سے پڑھیں۔

آپ کو فن سپاہ گری میں اسقدر کمال حاصل تھا کہ آپ فرماتے تھے

کہ اگر بیس آدمی تلواروں سے مسلح مجھ پر حملہ آور ہوں اور میرے ہاتھ میں صرف لاٹھی ہو تو ایک آدمی بھی مجھے زخمی نہ کر سکے گا۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک دفعہ بادلوں کی تاریکی میں نماز مغرب میں سلام پھیرنے کے وقت ایک شخص نے مجھ پر حملہ کر دیا بجلی کی چمک میں میں نے اس کے ہاتھ سے خنجر لے لیا اور پھر اسی کو دیدیا۔ اس نے دوبارہ حملہ کر دیا۔ میں نے پھر اسی کے ہاتھ سے چھین کر اسی کو واپس کر دیا اس نے اس طرح سات مرتبہ حملہ کیا آخر کار اس نے معذرت کی اور قدموں میں گر پڑا۔

مجاہدہ و بیعت

نقل ہے کہ جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا آپ کے بعض احباب آپ کو منصب موروثی شاہی کے حصول کے لئے فرخ سیر بادشاہ کے پاس لے گئے مگر بادشاہ اس روز ناسازی طبع کے باعث دربار میں نہیں آیا۔ اسی روز رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اپنے مزار سے نکل کر اپنی کلاہ میرے سر پہ رکھ دی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مرزا صاحب کے دل سے منصب شاہی کے حصول کی خواہش بالکل جاتی رہی اور بزرگوں اور درویشوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی صحبت کا شوق دل میں پیدا ہو گیا۔ چنانچہ شیخ کلیم اللہ چشتی۔ شاہ مظفر قادری، شاہ غلام محمد اور میر ہاشم جالیسری رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا۔

فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال کی عمر میں حضرت نور محمد بدایونی قدس سرہٗ العزیز

کے کمالات اور ان کے اوصافِ حمیدہ سن کر دل میں بے اختیار ان کی زیارت سے مشرف ہونے کا دل میں خیال پیدا ہوا چنانچہ ان سے جاکر شرف قدم بوسی حاصل کیا مگر احباب کے انتظار کے خیال سے جلدی وہاں سے آنے کا ارادہ کیا اور عرض کیا پھر حاضرِ خدمت ہوں گا۔ اگرچہ حضرت نور محمد بدایونی بغیر استخارہ مسنونہ کے کسی کو تلقین طریقہ نہ فرماتے تھے مگر اس وقت بغیر درخواست کے حضرت مرزا صاحب سے فرمایا کہ آنکھیں بند کر کے دل کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور ایک ہی توجہ میں لطائف خمسہ کو ذاکر بنا کر رخصت کیا۔ آپ کی توجہ کی تاثیر نے باطن کو اس قدر متاثر اور منور کر دیا کہ دوسرے روز جب حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا۔ اور حسب عادت آئینے میں اپنی صورت دیکھی تو بعینہٖ حضرت سید کی شکل معلوم ہوئی۔ اور اس واقعہ سے محبت اور عقیدت اور زیادہ ہو گئی۔ چار سال تک آپ حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ اور اس درمیان میں آپ کی رسائی مراتب علیا تک ہو گئی۔ بعد میں اجازت مع خرقہ کے مرحمت فرما کر یہ وصیت فرمائی کہ عقیدہ اہل سنت والجماعت پر قائم رہنا۔ سنت پر عمل اور بدعت سے پرہیز کرنا آپ چھ سال تک حضرت سید صاحب کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے رہے اور تجلیات مسمّٰی اسم الباطن تک ترقی کر گئے۔ لیکن حضرت سید صاحب نے بارہا آپ سے فرمایا کہ کمالات الٰہی کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے قبور سے استفادہ کو معمول نہ بناؤ کسی زندہ بزرگ سے مقامات کی تحقیل کرنی چاہیئے۔ آپ پہلے شاہ گلشن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے جو شیخ محمد عبدالاحد وحدت کے خلیفہ تھے ۔ شاہ موصوف نے فرمایا
کہ تم کو میسح زمانہ بننا ہے میں آداب طریقہ کا چنداں پابند نہیں کبھی سماع
سنتا ہوں کبھی نماز بے جماعت پڑھتا ہوں ۔ تم کسی اور جگہ جاؤ چنانچہ آپ
وہاں سے اٹھ کر حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع کی خدمت میں پہنچے ۔ خواجہ
موصوف نے یکماں توجہ آپ کی طرف نظر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ ایسے
بزرگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے جو آداب ظاہر اور انوار باطن سے
آراستہ ہوں فرمایا تم ہمارے ہی ہو مگر ہمارے طریقہ میں صحبت شرط
ہے تمہارا مکان دور ہے تم روزانہ یہاں نہیں آسکتے تم حضرت سید سے جو
نسبت ملی ہے اس کی حفاظت کرنا ، اور یہی کافی ہے ۔ اس کے بعد آپ
حضرت حاجی محمد افضل کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ جنہوں نے حضرت حجۃ اللہ
محمد نقشبند سے اکتساب فیض حاصل کیا تھا ۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا
کہ تم نے سلوک بر سبیل بصیرت کیا ہے ۔ اور تمہیں کشف مقامات بھی ہے
اور ہمیں چنداں کشف و علم مقامات نہیں اس لئے تم کو کوئی اور بزرگ تلاش
کرنا چاہیے ۔ اگرچہ آپ نے ان کی توجہ سے استفادہ نہیں کیا ۔ لیکن سبق
حدیث کے ضمن میں ان سے باطنی فیض حاصل کیا ۔ بعد ازاں آپ حضرت
حافظ سعد اللہ کی خدمت میں تشریف لے گئے جو حضرت محمد صدیق بن خواجہ
محمد معصوم کے خلیفہ اوّل تھے ۔ حضرت حافظ صاحب نے استخارہ کیا جس میں
اجازت کا حکم ہوا چنانچہ آپ بارہ سال تک حضرت حافظ صاحب کی خدمت
میں رہے ۔ اور بہت سے فیوض و برکات حاصل کئے ۔ یہاں سے تکمیل کے

بعد آپ شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنامی خلیفہ حضرت شیخ عبد الاحد سرہندی
کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی توجہات سے آپ نے کمالات ثلاثہ و
حقائق سبعہ وغیرہ کی سات سال میں تکمیل کی۔ بعد ازاں حضرت شیخ نے
ایک سال میں دوبارہ ابتدا سے انتہا تک بطریق سیر مرادی تمام مقامات
سیر عبور کرایا۔

حضرت مرزا فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کی توجہات سے میری نسبت باطنی
میں اس قدر طول و عرض پیدا ہو گیا کہ نظر کشفی اس سے قاصر ہے۔ اور تکمیل
مقامات طریقہ میں وہ قوت حاصل ہوئی جسکا اظہار باعث خود پسندی وغیرہ
ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خاندان قادری کی اجازت کے لئے
عرض کیا فرمایا ہم تم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت دیتے ہیں
چنانچہ آپ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ اور مراقب ہو
کر بیٹھ گئے۔ آپ کے حکم و اجازت سے مرزا صاحب نے بھی مراقبہ کیا۔
دیکھا کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام مع صحابہ کرام و اولیائے عظام رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم ایک بارگاہ عالی میں جلوہ افروز ہیں اور غوث اعظم حضور پاک
کے دربار میں کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ سنامی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ
مرزا جان جانان خاندان قادریہ کی اجازت کے امیدوار ہیں۔ حضور اقدس
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس معاملہ میں سید عبد القادر سے اجازت
لو چنانچہ ان سے عرض کیا گیا۔ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت معہ
خرقہ عطا فرمائی۔ اور نسبت قادریہ کا باطن میں شہود محسوس ہوا۔ اور اس

نسبت عالیہ کے انوار سے سینہ منور اور لبریز ہوگیا۔
حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کشف صحیح عطا فرمایا ہے کہ روئے زمین کے تمام حالات ہم سے پوشیدہ نہیں اور ہتھیلی کے خطوط کی طرح عیاں ہے۔ اس وقت حضرت مرزا جان جاناں کا مثل کسی اقلیم و شہر میں نہیں جس شخص کو سلوک مقامات کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے چنانچہ شاہ صاحب کے اصحاب نے حسب الارشاد حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں استفادہ کے لئے رجوع کیا۔

ارشاد و تلقین

حضرت مرزا پورے گیارہ سال حضرت شیخ محمد عابد قدس سرہٗ کی خدمت میں رہے ۱۸ رمضان ۱۱۶۰ھ میں جب حضرت شیخ کا وصال ہوگیا۔ تو آپ مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے ہر چہار سمت سے طالبان راہ حق کا آپ کی طرف رجوع شروع ہوگیا۔ حضرت شیخ کے بڑے بڑے خلفاء اور مشائخ وقت نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کیں۔ علمائے وقت اور صلحائے دہر کسبِ فیوض کے لئے آپ کی خانقاہ میں حاضر رہتے تھے۔ آپ کی توجہ اس قدر پرتاثیر ہوتی تھی کہ لوگ بیتاب ہو جاتے تھے اور کمال استغراق کے سبب بیخود و بیہوش ہو جاتے تھے۔ آپ کی صحبت میں طالبان حق کی جو تربیت اور ہدایت ہوتی تھی اور بزرگان سلف کے وقت میں ہوتی ہوگی۔ مشائخ عظام یہ کہا کرتے تھے کہ دوسرے بزرگوں کی ہمت اور توجہ سے وہ مقامات نہیں

کھلتے تھے جو فیض آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہو جاتا تھا۔

آپ کی یہی کوشش تھی کہ طریقہ محمدیہ عالم میں مروج ہو جائے اور طریقہ مجددیہ کی نسبتوں سے جہان منور ہو جائے۔ چنانچہ ہزار ہا آدمی آپ سے بیعت ہو کر دوام ذکر خدا میں مشغول ہو گئے اور تقریباً دو سو خلفا اجازت و تعلیم وطریقہ کے حصول کے بعد ہدایت و رشد خلق میں مشغول ہوئے۔ ان میں سے پچاس مقامات عالیہ کی نہایت کو پہنچ کر ارباب طریقہ کے مقتدا اور پیشوا ہو گئے۔

اخلاق و عادات

حضرت مرزا میں زہد و توکل اس درجہ تھا کہ دنیا دار اور اہل دنیا کی قطعاً پروا نہ کرتے تھے۔ اور دنیا داروں کے ہدیے قبول نہ فرماتے تھے۔ ایک بار محمد شاہ بادشاہ نے اپنے وزیر قمرالدین کی زبانی کہلا کر بھیجا کہ باری تعالیٰ نے ہم کو ملک عطا فرمایا ہے جس قدر مزاج مبارک میں آئے بطور ہدیہ قبول فرمائیں۔ جواباً فرمایا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ جب اللہ تعالیٰ نے ہفت اقلیم کی متاع کو قلیل فرمایا ہے اور تمہارے پاس اس قلیل متاع کا ساتواں حصہ اقلیم ہندوستان ہے اس میں سے میں کیا قبول کروں۔

ایک مرتبہ ایک امیر نے حویلی اور خانقاہ تیار کر کے اور فقرا کی وجہ معاش مقرر کر کے آپ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے قبول نہیں فرمایا اور فرمایا کہ چھوڑنے کے لئے اپنا اور بیگانہ مکان برابر ہیں اور ہر شخص کی روزی جو علم الہٰی میں مقدر ہے وقت پر اس کو ضرور ملنی ہے فقراء کے لئے صبر و قناعت کا خزانہ کافی ہے۔

نواب نظام الملک نے ایک بار بیس ہزار روپیہ آپ کی خدمت میں پیش کئے مگر آپ نے قبول نہیں فرمائے۔ نواب نے عرض کیا کہ آپ راہ خدا میں تقسیم فرما دیں فرمایا میں تمہارا خانساماں نہیں ہوں یہاں سے تقسیم کرنا شروع کر دو گھر تک ختم ہو جائے گا۔

فرماتے تھے کہ اگرچہ ہدیہ کے رد سے منع فرمایا گیا ہے۔ لیکن اس کے قبول کرنے کو واجب بھی نہیں بتایا گیا ہے۔ جو مال کہ یقینی طور پر حلال ہو اس کے لینے میں برکت ہے۔ فقیر اپنے اصحاب کے ہدیے جو اخلاص سے لاتے قبول کر لیتا ہے۔ امیروں کا مال اکثر مشتبہ ہوتا ہے اور لوگوں کے حقوق اس سے متعلق ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن اس کا حساب دینا دشوار ہو گا۔ ترمذی شریف میں یہ حدیث شریف ہے لا تزول قدما ابن ادم یوم القیمۃ حتی یسال عن خمس عن عمرہ فیما افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وما ذا عمل فی ما علم اس لئے ہدایا کے قبول کرنے میں تامل ضروری ہے۔

ایک دفعہ ایک امیر نے آموں کا ہدیہ آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے واپس کر دیا اس نے بڑی منت سماجت کے ساتھ دوبارہ بھیجے آپ نے دو آم رکھ لئے اور باقی واپس کر دیئے۔ اور فرمایا کہ فقیر کا دل اس ہدیہ کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے اسی وقت ایک باغبان نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فلاں امیر نے میرے آم ظلم سے لے لئے ہیں ان میں سے کچھ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں میری مدد کیجئے۔

آپ نے فرمایا سبحان اللہ یہ ناعاقبت اندیش لوگ مغضوبہ ہدیوں سے فقیر کا باطن خراب کرنا چاہتے ہیں۔

آپ امراء کے گھر کا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ ان لوگوں کے کھانے کی ظلمت باطنی نسبت کو مکدر کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ شر الطعام طعام الاغنیا سب سے برا کھانا امیروں کا کھانا ہے۔ بلکہ غریبوں کی ضیافت قبول کرنے میں تامل کرتے تھے بدیں خیال کہ لوگ بے سامانی کی وجہ سے سودی قرضہ لے کر ضیافت کرتے ہیں۔

آپ نے غنا پر فقر کو اختیار کیا تھا۔ اور صبر وقناعت پسند کر کے تسلیم ورضا کو اپنا شیوہ بنایا تھا۔ اپنے اصحاب کے لئے بھی یہی دعا کیا کرتے تھے کہ اس قدر امیر نہ ہوں کہ اسراف میں مبتلا ہو جائیں اور اس قدر غریب نہ ہوں کہ قرض لینے کی نوبت پیش آئے۔

آپ لوگوں کو سنت کے مطابق سلام کرنے کی تاکید کرتے تھے اور جھک کر سلام کرنے اور ہاتھ سر پر رکھنے سے منع کرتے تھے۔ آپ ہر ایک سے تواضع اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور بزرگوں اور پرہیزگاروں کی تعظیم حسب مراتب کیا کرتے تھے۔ آپ عمر بھر کسی کافر امیر یا غریب کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ ایک بار آپ نے سنا کہ سردار مرہٹہ آپ کی زیارت کے لئے آرہا ہے آپ مجلس سے اٹھ کر کسی کام کے لئے حجرے میں چلے گئے۔ جب وہ آکر بیٹھ گیا تو نکل آئے اور جب دیکھا کہ اٹھنے کو ہے تو حجرے میں تشریف لے گئے کیونکہ اگر اس کی تعظیم نہ کرتے تو وہ ناراض ہوتا

اور اگر کرتے تو دین کا نقصان تھا۔

خرق عادات و کرامات حضرت مرزا اپنے زمانے میں دیگر مشائخ خاندان سے اس امر میں ممتاز تھے کہ آپ کا کشف مقامات الٰہیہ صحیح و مطابق نفس الامر ہوتا تھا۔

ایک بار محمد قاسم کے بھائی نے حضرت مرزا سے عرض کیا کہ محمد قاسم عظیم آباد میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اس کی رہائی کے لئے توجہ دیجئے۔ آپ نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر فرمایا کہ وہ قید نہیں ہوا ہے۔ دلالوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا خیریت گذری۔ اس نے اپنے گھر ایک خط بھیجا ہے۔ کل یا پرسوں پہنچ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دن خلیفہ شیخ غلام حسن کو آپ نے توجہ کے بعد فرمایا کہ شاید تو نے کفار کی پرستش کا کھانا کھایا ہے۔ چونکہ تیرے باطن سے کفر کی ظلمت معلوم ہوتی ہے اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ اس نے ایک ہندو کے ہاتھ کا کھانا کھایا ہے۔

ایک روز حضرت مرزا صاحب ایک فاحشہ عورت کی قبر پر مراقبہ میں بیٹھ گئے فرمایا کہ اس کی قبر میں دوزخ کی ایک آگ شعلہ زن ہے۔ اور وہ عورت شعلوں کے ساتھ اوپر جاتی ہے اور نیچے آتی ہے۔ کلمہ طیبہ کا ختم اس کی روح کو بخشتا ہوں اگر ایمان کے ساتھ مری ہے تو بخشی جائے گی چنانچہ کلمہ طیبہ کا ختم کا ثواب پہنچا کر فرمایا کہ الحمد للہ ایمان کے ساتھ مری تھی۔ اس کلمہ کی برکت سے عذاب سے نجات پا گئی۔

ارشادات و فرمودات

فرمایا سماع رقت پیدا کرتا ہے اور رقت رحمت کا باعث ہے ۔ پس جو چیز رحمت الٰہی کا باعث ہو وہ کس طرح حرام ہو سکتی ہے ۔ اور مزامیر کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں مگر دف کو شادیوں میں مباح کہا گیا ہے ۔ اور نے کو مکروہ فرمایا ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لئے جا رہے تھے کہ نے کی آواز آپ کے کان مبارک میں آئی آپ نے اپنے کان مبارک بند کر لئے اور حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ جو ہمراہ تھے ان کو سننے سے نہ روکا پس معلوم ہوا کہ کمال تقویٰ ایسی آواز سے پرہیز کرنا ہی ہے ۔ بزرگان نقشبندیہ جن کا معمول عزیمت پر عمل کرنا اور رخصت سے پرہیز کرنا ہے ۔ سماع سے پرہیز کرتے ہیں ۔ چونکہ سماع کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے اور مختلف فیہ کا ترک کرنا اولیٰ ہے ۔ اسی طرح ان بزرگوں نے کمال تقویٰ کے سبب سے ذکر خفی کو اختیار کیا ہے ۔ اور ذکر جہر کو موقوف کر دیا ہے ۔

فرمایا یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہیے کہ حضرت مجددؒ اولیا متقدمین کے برابر ہیں یا ان اکابر سے افضل ہیں کیونکہ وہ اکابر دین حضرت کے مشائخ میں سے ہیں ۔

فرمایا کثرت درود ہزار بار اور استغفار سالکین کے لئے لازم ہے مکتوبات حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ جو جامع مسائل شریعت و اسرار طریقت و معارف حقیقت و نکات سلوک و دقائق تصوف و انوار نسبت مع اللہ ہیں ہمیشہ عصر کے بعد ان کا درس ہونا چاہیئے ۔ کیونکہ ان سے اُر

اسم ذات کی کثرت سے جذبہ الٰہی کی نسبت پیدا ہوتی ہے اور نفی و اثبات کا ورد سلوک اور مسافت راہ طے کرنے کے لئے مفید ہے۔

فرمایا اولیائے خدمت کو ہم پہچانتے ہیں اور ان سے ملاقات ہوتی ہے لیکن ان کا ظاہر کرنا مرضی الٰہی نہیں ہے۔ نادر شاہ کے لشکر کے قطب سے ملاقات ہوئی تھی ایک معاملہ میں لاہور کے قاضی کی مہر درکار تھی میں نے اس سے کہہ دیا وہ دن کے چوتھائی حصہ میں کاغذ کو وہاں کے قاضی کی مہر سے مزین کر کے لے آیا۔ اور کہنے لگا قاضی صاحب کو کچھ کام تھا اس لئے دیر سے آیا ہوں ورنہ میرا آنا جانا ایک ساعت میں ہوتا ہے۔

فرمایا بے مزہ کھانے کو شکر کے حصول کے لئے اگر مصالحوں سے بامزہ بنا لیں تو مضائقہ نہیں بلکہ احسن معلوم ہوتا ہے جو لوگ مزہ دار اور لذیذ کھانے کو پانی ملا کر بے مزہ بنا لیتے ہیں یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بے مزا طعام سے شکر دل ادا نہ ہوگا۔ مگر زبان ظاہر سے جو صورت شکر ہے نہ کہ حقیقت شکر۔ بلکہ وہ شکر حقیقت میں صبر کی قسم سے ہے جس کے معنی نفس کو روکنے کے ہیں لہٰذا یہ شکر کا متلزم اور اتباع سنت کا منافی ہے جو نفس کی مخالفت کے لئے سب سے سخت چیز ہے اور اس طعام بامزہ کی تجلی خاص کی حق تلفی اس کے علاوہ ہے۔ فرمایا ذکر سے ابواب سعادت کی کشائش ہوتی ہے۔ دعا حزب البحر صبح اور شام اور ختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز حل مشکلات کے لئے پڑھنا چاہیے ۔ نماز تہجد دس یا بارہ رکعات جس قدر آسان ہو سورہ

اخلاص یا سورہ یٰسین کو قرأت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اور چار رکعت نماز اشراق اور چار یا چھ رکعت نماز چاشت اور چار رکعت فی الزوال ایک سلام سے اور بعد سنت مغرب کے چھ یا بیس رکعت اور بعد سنت عشا چار رکعت اور چار رکعت سنت عصر اور تحیۃ الوضو ان سب کو لازم قرار دینا چاہیئے ایک یا دو سیپارے قرآن مجید اور سو سو بار کلمہ توحید اور کلمہ تمجید اور صبح کے وقت اور سونے وقت سبحان اللہ وبحمدہ ۱۰۰ ۱۰۰ بار ضرور پڑھنا چاہیئے اور جو دیگر اوقات کی دعائیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں ان کو حضور قلبی سے پڑھنا چاہیئے ـــ مراقبہ کی پابندی سے نسبت باطن میں قوت اور ملک الموت سے آگاہی ہوتی ہے۔ ذکر تہلیل کی کثرت سے صفات بشریت کی فنا کثرت درود سے نیک واقعات اور کثرت نوافل سے انکسار و شکست خودی اور کثرت تلاوت سے نور اور صفائی حاصل ہوتی ہے اور ذکر تہلیل بلحاظ معنی طریقہ میں مفید ہے۔ اور صرف تکرار لفظی ثواب آخرت کا سرمایہ اور گناہوں کا کفارہ ہے۔ ذکر نفی و اثبات حبس دم کے ساتھ تین سو بار سے کم فائدہ نہیں دیتا۔ جس قدر زیادہ ہو سکے زیادہ مفید ہے۔

فرمایا اولیائے کرام کے مزارات سے جمعیت کا فیض طلب کرو۔ اور مشائخ کرام کی ارواح طیبہ کو فاتحہ اور درود کے ثواب کا تحفہ پہنچا کر بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بناؤ کیونکہ ان سے ظاہر و باطن کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ مگر مبتدیوں کو بغیر تصفیہ قلبی کے اولیاء کی قبروں سے فیض حاصل ہونا مشکل

حو

ہے۔ اسی وجہ سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے
کہ حق سبحانہ کا مجاور ہونا قبروں کے مجاور ہونے سے بہتر ہے۔

وفات آپ کی عمر اسی سال سے متجاوز ہو چکی تھی کہ بتاریخ ۷ محرم ۱۱۹۵ھ شب چہارشنبہ چند لوگوں نے حضرت کے دروازہ پر دستک
دی۔ خادم نے عرض کیا کچھ لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں فرمایا آنے دو۔
تین آدمی داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک ولایت زادہ مغل تھا۔ حضرت
خواب گاہ سے نکل کر ان کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ مغل نے پوچھا مرزا
جان جاناں تم ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں دوسرے دو آدمیوں نے کہا کہ
مرزا جان جاناں یہی ہیں۔ پس اس بدبخت نے آپ پر گولی چلا دی۔ جو
آپ کے بائیں پہلو پر لگی۔ اور آپ ضعف و ناتوانی سے زمین پر گر پڑے
لوگوں کو خبر ہو گئی۔ جراح کو بلایا صبح کو شاہی وزیر نجف خان نے ایک
فرنگی جرّاح کو بھیجا۔ اور کہا قاتل معلوم نہیں ہو سکا۔ اگر معلوم ہو گیا تو قصاص
جاری کیا جائے گا۔ فرمایا اگر ارادہ الٰہی میں شفا ہے تو بہر صورت ہو جائے
گی۔ اگر قاتل معلوم ہو جائے تو ہم نے معاف کر دیا ہے تم بھی معاف کر دینا
آپ تین دن زندہ رہے۔ اور اکثر اپنا یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

؎ بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

لوگوں نے آپ کی وفات کی تاریخیں بہت نکالی ہیں جن میں سے دو
یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک آیت شریفہ اُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ
۱۱۹۵ھ

دوسری الفاظ حدیث شریف عاش حمیدا مات شہیدا۔
ایسا معلوم ہوتا ہے آپ کو اپنی شہادت کی موت کا علم ہو گیا تھا اپنے
دیوان میں اس طرح فرماتے ہیں ؎

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے۔
کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

شاہ عبداللہ معروف بہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب آپ علاقہ پنجاب کے قصبہ بٹالہ میں ۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملتا ہے۔ آپ شاہ عبداللطیف کے صاحب زادے تھے جو اپنے زمانہ میں اولیا رکبار میں سے تھے۔ جو شاہ نصیر الدین قادری سے بیعت تھے۔ اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کیا تھا کہ ایک بار چلہ کشی کی تو چالیس دن تک متواتر نہیں سوئے اور کشف القبور میں بڑا ادراک رکھتے تھے۔ اور اولیائے عظام کی ارواح کا مشاہدہ کیا کرتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد بزرگوار سے خواب میں فرمایا کہ اپنے لڑکے کا نام علی رکھنا۔ چنانچہ آپ کا نام علی ہی رکھا گیا۔ مگر جب سن شعور کو پہنچے تو بپاسِ ادب اپنے آپ کو غلام علی کہلانے لگے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے

آپ کی والدہ ماجدہ سے خواب میں فرمایا کہ اس لڑکے کا نام قادر رکھنا
آپ کے چچا نے جنہوں نے ایک ماہ میں قرآن شریف حفظ کیا تھا حضور
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔
علم تفسیر و حدیث حاصل کرنے کے بعد آپ نے ۲۲ سال کی عمر میں ۱۱۸۰ھ
میں حضرت مرزا جان جاناں شہید کے دست حق پرست پر خاندان قادریہ میں
بیعت کی حضرت نے آپ کو طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کی تعلیم و تلقین فرمائی۔ آپ
پندرہ سال تک اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر رہ کر ذکر و مراقبہ میں مصروف
رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرید ہونے کے بعد میں طریقہ نقشبندیہ کے
اوراد و اشغال میں مصروف تھا۔ تو دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ حضور غوث
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ توجہ سے ناخوش نہیں ہیں۔ چنانچہ ایک بار خواب میں
دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی تشریف
فرما ہیں۔ اور اس مکان کے بالمقابل دوسرے مکان میں حضرت خواجہ
نقشبند تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت خواجہ نقشبند کی خدمت میں جانا
چاہا تو حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ جاؤ کوئی ہرج نہیں مقصود تو ایک
ہی ہے۔

آپ پرانے بوریہ کا بستر اور نہ تکیہ کی بجائے سر کے نیچے اینٹ رکھا کرتے
تھے اور معاش چھوڑ کر توکل کو اپنا شعار بنا کر پچاس سال تک ایک حجرے
میں گوشہ تنہائی میں زندگی گزار دی۔

چند روز تنگ دستی کے بعد فتوحات کا دروازہ کھل گیا تو طالبان راہ

حق دور دراز مقامات سے آپ کی خدمت میں آنے لگے مولانا خالد رومی اور شیخ احمد کردی اور سید اسمٰعیل مدنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کی خدمت میں پہنچے ۔ مولانا محمد جان اور بعض حضرات نے شاہ صاحب کو خواب میں دیکھ کر بیعت کی تقریباً دو سو درویش آپ کی خانقاہ میں رہ کر آپ کے فیضان سے استفادہ کرتے تھے ۔ جن کے لئے لنگر کا انتظام خانقاہ کی جانب سے بڑے عمدہ طریقہ پر ہوتا تھا ۔ ان طالبان خدا کے علاوہ فقراء اور مساکین کو بھی فتوح تقسیم فرمایا کرتے تھے ۔

آپ کی زندگی میں ایک چشمہ فیض آپ سے جاری ہوا جو کم مشائخ سے جاری ہوا ۔ آپ کے خلفاء بیرون ہندوستان دیگر ممالک میں پہنچ کر آپ کے طریقہ کی تعلیم و اشاعت کرنے لگے ۔

مولینا خالد کردی صرف آٹھ نو ماہ کی قلیل مدت میں آپ سے استفادہ فیض اور اجازت حاصل کر کے خلافت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کردستان واقعہ ملک روم واپس چلے گئے ۔ مولانا موصوف نے حضرت شاہ ابو سعید مجددی کو ایک خط اس مضمون کا تحریر کیا تھا ۔ ”غریب و مہجور خالد کردی شہر زوری عرض کرتا ہے کہ بیک قلم تمام مملکت روم و عربستان اور دیار حجاز و عراق اور عجم کے بعض ملک اور سارا کردستان طریقہ عالیہ مجددیہ کے جذبات سے سرشار ہے ۔ اور حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی قدس سرہ السامی کا ذکر اور ان کے مجاہدات دن محفلوں اور مجلسوں اور مسجدوں اور مدرسوں میں ادنیٰ و اعلیٰ کے اس طرح زبان زد

ہیں کہ کبھی کسی قرن اور کسی اقلیم میں گمان نہیں کہ گویا زمانہ نے اس زمزمہ کی نظیر سنی یا دیکھی ہو۔ اور گردش کرنے والے آسمان نے ایسی رغبت اور ایسا اجتماع دیکھا ہو۔

اخلاق وعادات کمالات کے باوجود بڑے منکسر المزاج واقع ہوئے تھے۔ فرماتے جو طالب آتا ہے میں اس کے واسطے فقر الٰہی طلب کرتا ہوں۔ کلام اللہ شریف کے حافظ تھے۔ مگر لوگوں کو معلوم نہ تھا آپ بہت کم سویا کرتے تھے۔ تہجد کے وقت اگر لوگ سوتے ہوتے تو آپ جگا دیا کرتے تھے نماز تہجد پڑھ کر مراقبہ اور تلاوت کلام پاک فرماتے اور روزانہ دس سپارے پڑھتے تھے۔ نماز فجر کے بعد آپ طلبہ وتفسیر وحدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ زوال کے وقت بہت تھوڑا کھانا کھایا کرتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد آپ تھوڑا سا قیلولہ کر کے کتب وظیفہ مثلاً نفحات وآداب المریدین وغیرہ کا مطالعہ کرتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد پھر تفسیر وحدیث کا درس دیتے تھے۔ نماز عصر کے بعد کتب حدیث وتصوف مثلاً مکتوبات حضرت امام ربانی وعوارف ورسالہ قشیریہ کا وعظ فرما کر حلقہ ذکر وتوجہ میں مصروف رہتے تھے۔ نماز مغرب کے بعد خاص خاص مریدوں کو توجہ دے کر کھانا کھا کر نماز عشاء پڑھتے تھے۔ اور رات بھر ذکر ومراقبہ میں گذار دیتے تھے۔ اگر نیند بہت غلبہ کرتی تو آپ تھوڑی دیر مصلے پر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ آپ کا تقریباً تمام وقت ذکر وتہلیل مراقبہ اور عبادت مجاہدہ اور ریاضت میں گزرتا تھا۔ اس وجہ سے جو شخص آپ سے ملنے آتا اسے تھوڑی دیر کے

بعد رخصت کر دیتے اور یہ عذر کرتے کہ فقیر قبر کی فکر میں ہے۔ اور رخصت کے وقت شرینی یا تحفہ بھی دیا کرتے تھے۔

امیر لوگ جو پرتکلف کھانے بطور نذرانہ لاتے تھے۔ وہ خود نہیں کھاتے تھے۔ بلکہ طالبان حق کے لئے بھی مکروہ سمجھتے تھے۔ اور حاضرین، اہل شہر اور ہمسایوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ کبھی دیگیں پکوا کر اسی طرح چھوڑ دیتے۔ جو چاہتا لے جاتا، اگر کوئی نقد بھیجتا اور وہ مشتبہ نہ ہوتا تو اس میں چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکال کر پیران عظام خصوصاً حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز کے لئے حلوہ تیار کرا کر فقیروں میں تقسیم کرتے اور فقراء اور خانقاہ کے لئے جو قرض لیا ہوتا وہ اس میں سے ادا کر دیتے تھے۔

پلنگ پر نہیں سوتے تھے۔ اور نہ بوجہ حیا کے کبھی پاؤں پھیلاتے تھے۔ آپ موٹے کپڑے کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اگر کوئی نفیس اور عمدہ قیمتی کپڑا بھیجتا تو اس کو بیچ کر کئی کپڑے خرید کر فی سبیل اللہ تقسیم فرما دیتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ ایک آدمی کی بجائے کئی آدمیوں کا پہننا بہتر ہے۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت مبارکہ بھی یہی تھی۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے موٹی چادر تہہ بند نکال کر دکھایا کہ انہیں کپڑوں میں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روح مبارک قبض ہوئی تھی۔

آپ بڑے سخی تھے اور چھپا کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی محفل میں دنیا کا ذکر نہیں ہوتا تھا اگر کوئی کسی کی غیبت کرتا تو اس کو منع کر دیتے اور فرماتے

کہ زیادہ لائق تو غیبت کے ہیں ہوں۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے
سامنے شاہ عالم بادشاہ کی غیبت کی اس روز آپ کا روزہ تھا۔ فرمایا افسوس
روزہ جاتا رہا۔ خدام نے عرض کیا کہ حضور آپ نے تو غیبت نہیں کی فرمایا
نہیں کی تو سنی تو ہے غیبت میں ذاکر اور سامع دونوں برابر ہیں۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر آپ کا شیوہ حسنہ تھا، ایک مرتبہ نواب
شمشیر بہادر رئیس بدیل گھنڈ انگریزی ٹوپی پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر
ہوا۔ حضرت نے غصہ میں آکر اس کو منع کیا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہی
احتساب ہے تو پھر کبھی نہیں آؤں گا۔ آپ نے فرمایا جرائم کو ہمارے گھر
میں نہ لاؤ۔ نواب موصوف مغلوب الغضب ہو کر وہاں سے اٹھا اور
دالان کے چبوترے کے زینہ پر پہنچ کر وہ ٹوپی خدمت گار کو دے دی۔ اور
پھر حاضر ہو کر بیعت ہوا۔ آپ پہلے نرمی سے منع فرماتے تھے۔ چونکہ احتساب
میں پہلے نرمی برتنی چاہیے۔ میر اکبر علی کہتے ہیں کہ میرے چچا داڑھی نہیں رکھتے
تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے نرمی سے فرمایا کہ ہمارے میر صاحب داڑھی
نہیں رکھتے اور بڑی کشادہ پیشانی سے پیش آئے اور فرمایا آپ ہی کے
خاندان کے صدقے ہم تو آپ کے گماشتے ہیں۔ اس کے بعد سے میر صاحب
نے کبھی داڑھی نہیں منڈوائی۔

استغنا کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ وقت اور امرا بار بار اصرار کرتے تھے
کہ خانقاہ کے خرچ کے لئے مقرر کر دیں مگر آپ منع فرما دیتے تھے آپ
فرماتے تھے۔ کہ ہماری جاگیر مواعید الٰہی ہیں وفی السماء رزقکم وما توعدون

فرماتے تھے۔ کہ اس طریقہ میں چار چیزیں ضروری ہیں دست شکستہ پا شکستہ دین درست یقین درست۔

جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق آپ پر اس قدر غالب تھا کہ حضور انور کا نام مبارک سنکر بے تاب ہو جایا کرتے تھے۔ مرض موت میں ترمذی شریف آپ کے سینے پر تھی بکری کے شانہ کا گوشت پکوا کر اکثر کھاتے تھے چونکہ وہ مسنون ہے۔

قرآن مجید کا بہت شوق تھا۔ نمازوں میں اپنے خلیفہ حضرت شاہ ابو سعید مجددی جو خوش الحان تھے سے قرأت سنا کرتے تھے اور کبھی غلبہ شوق میں زیادہ سن لیتے تو بے تاب ہو کر فرماتے اب زیادہ سننے کی طاقت نہیں ہے اکثر پُر درد اشعار سنا کرتے تھے وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تو چونکہ کوہ استقامت تھے ضبط فرماتے تھے۔

طبیعت اس قدر نفیس تھی کہ اگر کوئی نسوار سونگھتا تو ناراض ہوتے تھے اور لوبان وغیرہ سنگھواتے تھے۔ فرماتے تھے کہ افغانوں نے ہماری مسجد کو ہلاس دانی بنا دیا ہے۔

کرامات وخرق عادات

نقل ہے کہ ایک روز ایک بہت حسین ہندو کا لڑکا آپ کی مجلس میں آگیا۔ سب اہل مجلس اس کی طرف دیکھنے لگے جب آپ کی نظر کرم اس پر پڑی تو زنار توڑ کر مشرف باسلام ہو گیا۔

میاں احمد یار جو آپ کے دوستوں میں تھے بیان کرتے ہیں کہ تنجارت

کے لئے قافلہ کے ہمراہ جا رہا تھا میں نے راستہ میں صحرا میں دیکھا کہ حضرت تشریف لائے۔ اور میری بہلی کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ بہلی کو دوڑا کر قافلے سے آگے لے جاؤ اس قافلہ کو ڈاکو لوٹ لیں گے یہ فرما کر آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں بہلی کو دوڑا کر آگے نکل گیا۔ اور ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹ لیا۔ اور میں بخیریت منزل پر پہنچ گیا۔

میاں زلف خان جو آپ کے مخلصین میں سے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں جب آپ سے بیعت کے لئے دہلی جا رہا تھا تو جنگل میں راستہ بھول گیا۔ اچانک ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ جنہوں نے میری راہبری کی میں نے پوچھا کون ہیں فرمایا میں وہی ہوں جن سے بیعت کرنے جا رہے ہو۔

میاں احمد یار کے چچا کو بادشاہ نے نظر بند کر دیا میاں احمد یار روتا ہوتا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا تم کئی لوگ اکٹھے ہو کر اس کو چھڑا لاؤ۔ میاں صاحب نے عرض کیا کہ قلعہ کے دروازہ پر پہرے دار اور پلٹن کے سپاہی متعین ہیں آپ نے فرمایا تم کو اس بات سے کیا مطلب، تم میرے کہنے سے جا کر لے آؤ۔ چنانچہ یہ قلعہ میں گئے اور قید خانے سے زندہ لے آئے۔ دروازے کے نگہبانوں اور پلٹن کے سپاہیوں میں سے کسی نے نہ دیکھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔

ارشادات و فرمودات

فرمایا اکابرین چشتیہ جو سرمستان ذوق محبت ہیں ان کا گزک سماع و سرود ہے جو دل میں

رنگارنگ شوق پیدا کرتا ہے اور یار کے چہرے سے پردہ اٹھا دیتا ہے
اور ہم خادمان سلسلہ نقشبندیہ جو شراب محبت کا پیالہ پینے والے ہیں ہمارا
گزک حدیث و درود ہے۔ جو قلب کو گوناگوں ذوق بخشتا ہے۔

ع آں ایشا نند من چنینم یارب

فرمایا فقیر میں ف فاقہ کی اور ق قناعت کا اور ی یاد الٰہی کی اور ر
ریاضت کی ہے جو شخص اس کو بجالایا اسنے ف فضل کی ق قرب الٰہی کا
ی یاری کی اور ر رحمت کی پائی ورنہ ف فضیحت کی ق قہر الٰہی کا ی
یاس کی اور ر رسوائی کی پائی

فرمایا طالب حق کو چاہیئے۔ کہ ہر وقت عبادت سے علیحدہ علیحدہ
کیفیات کو معلوم کرے۔ اور آگاہ رہے کہ نماز سے کیا کیفیت ظاہر ہوتی
ہے۔ تلاوت کلام اللہ سے کیا نسبت ظاہر ہوتی ہے درس حدیث اور
تہلیل زبانی کے شغل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح یہ بھی معلوم
کرے کہ اقمہ شک سے کس طرح ظلمت زیادہ ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس
دوسرے گناہوں سے کیا کیا ظلمتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

فرمایا کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام کمالات کے جامع تھے
لیکن ہر وقت میں اس زمانہ کی قابلیت کے مناسب افراد امت میں کمال
ظاہر ہوتا ہے۔ جو کمال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن فیض مخزن
سے ناشی ہے وہ بھوکا رہنا، جہاد کرنا اور عبادت کرنا ہے۔ وہ صحابہ
کرام میں جلوہ گر ہوا اور جو کمال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

قلب سے ناشی ہے یعنی استغراق و بے خودی اور ذوق و شوق اور آہ و دل فرار اور اسرار توحید وجودی وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے اولیائے امت میں ظاہر ہوا اور جو کمال کہ آنحضرت کے لطیفہ نفس سے ناشی ہے جس سے مراد نسبت باطنی میں اضمحلال و استہلاک ہے وہ حضرت خواجہ نقشبند میں ظاہر ہوا اور جو کمال کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسم شریف سے ناشی ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے مکشوف ہوا۔

فرمایا ہو کا رہنے کی رات درویشوں کی شب معراج ہے۔ فرمایا صوفی دنیا و آخرت کو پس پشت ڈال کر مولیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے ؎

ملت عاشقاں زملتہا جداست   عاشقاں را مذہب و ملت جداست

فرمایا آدمی چار قسم کا ہے، نامرد، مرد، جوانمرد، فرد — دنیا کا طالب نامرد ہے، عقبیٰ کا طالب مرد، عقبیٰ اور مولیٰ کا طالب جواں مرد، اور مولیٰ کا طالب فرد ہے۔

فرمایا حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کے آگے فاتحہ و کلمہ طیبہ و آیات کا پڑھنا بے ادبی ہے۔

وفات بتاریخ ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی بعد ازاں حسب وصیت جنازہ کو آثار شریفہ میں لے گئے اور وہاں سے لاکر حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کر دیا۔ یہ دو بیت پڑھیں ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو	شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بہ کشا جانب زنبیل ما	آفریں بر دست و بر بازوئے تو

پس میرے جنازے کے آگے بھی یہی شعر پڑھنا۔

حضرت خواجہ سائیں توکل شاہ انبالوی قدس سرہٗ

انتساب سنہ ۱۲۵۵ھ میں آپ بمقام موضع پکھوکے میں جو ضلع گرداسپور میں موضع رنفر چھنز اور ڈیرہ بابا نانک کے درمیان واقعہ ہے پیدا ہوئے بچپن ہی سے آپ کے سر سے سایہ رحمت اٹھ گیا تھا اور آپ کے نانا صاحب میاں اللہ دین شاہ مست نے جو نوشاہی سلسلہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپ کی پرورش کی۔

آپ کو بچپن ہی سے بزرگان دین سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ جہاں کہیں بھی کسی اچھے بزرگ کے متعلق سنتے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اسی طرح شوق کشاں کشاں اجمیر شریف لے گیا اور وہاں جاکر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ کے آستانہ مبارک پر حاضری دی وہاں چشتی نظامی سلسلہ کے ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو ایک حجرے میں گوشہ نشین رہتے تھے۔ اور کسی سے نہیں ملتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ صبح سے حجرے کا دروازہ بند کرکے ظہر کے وقت تک مراقبہ میں رہتے تھے اور استغراق کی کیفیت ان پر طاری رہتی تھی۔ وہ بزرگ محفل سماع میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ایک

مرتبہ کا ذکر ہے کہ روضہ شریف پر قوالی ہو رہی تھی اہل مجلس نے آپ سے بہت اصرار کیا محفلِ سماع میں تشریف لے چلیں مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے عشق کے جوش کو تم برداشت نہ کر سکو گے۔ لوگوں نے سائیں توکل شاہ سے کہا کہ تمہاری ان بزرگ کی خدمت میں رسائی ہے تم ان کو یہاں بلا کر لاؤ۔ چنانچہ آپ کے بے حد اصرار پر وہ بزرگ محفل میں تشریف لے گئے۔ جب ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی تو الا اللہ کا ایسا نعرہ مارا کہ قوال اور تمام اہل مجلس بے ہوش ہو گئے بعد ازاں وہ حجرے میں تشریف لے گئے اور کہنے لگے میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم میرے جوش کو برداشت نہ کر سکو گے اگر میں دوسرا نعرہ لگاتا تو تم اہل مجلس جل کر خاک سیاہ ہو جاتے۔ ایک روز ان بزرگ نے سائیں توکل شاہ کو نفی اثبات کی تلقین سے جس سے اسی وقت کلمہ طیبہ قلب پر جاری ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز کی طرف سے ان کو حکم ملا کہ تم بصرہ کے قطب ہو گئے ہو۔ چنانچہ وہ وہاں تشریف لے گئے۔

ان کے جانے کے بعد طبیعت بے چین رہنے لگی۔ بعد میں حضرت خواجہ صاحب کی طرف سے آپ کو بشارت دی گئی کہ تم سلسلہ نقشبندیہ کے صاحبِ رشد و ہدایت ہو گے تم نقشبندی سلسلہ میں فیض حاصل کرو۔ اسی جستجو اور تلاش میں سرگرداں تھے۔ کہ راہ میں ایک مست بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا تم جہاں خیل جاؤ چنانچہ اس جانب روانہ ہوئے جہاں خیلاں کے قریب پہنچے تو ایک مجذوبہ عورت

ملیں انھوں نے کہا آگئے ہو جاؤ۔ آفتاب ہدایت کے غروب ہونے کا وقت آگیا ہے جلدی وہاں پہنچ کر اپنا حصہ لے لو۔

اس وقت حضرت صاحب کی عمر تقریباً گیارہ برس کی تھی آپ شمس العارفین حضرت خواجہ قادربخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پیر طریقت نے بڑی شفقت اور محبت سے آپ کا استقبال کیا اور بیعت کرتے وقت فرمایا کہ توکل شاہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے تھوڑا تھوڑا یا ایک ہی بار حضرت نے عرض کیا حضور ایک ہی دفعہ میں بہتر ہے تھوڑے تھوڑے میں دیر لگتی ہے چنانچہ آپ نے توجہ دی تو اس قدر فیض کا غلبہ ہوا کہ ناک سے خون جاری ہوگیا اور بے ہوش ہوگئے۔ جب حضرت نے دیکھا کہ نکسیر جاری ہوگئی ہے تو تھوڑا سا فیض سلب کر لیا تب ہوش آیا کچھ عرصہ جہان خیل میں قیام کیا اس کے بعد انبالہ جانے کی اجازت مل گئی۔ انبالہ آنے کے بعد گھر میں دل نہیں لگتا تھا کبھی قبرستان میں رہتے کبھی کسی مسجد میں دن گزارتے کبھی کسی باغ میں چلے جاتے۔ جب دل گھبراتا تو اپنے مرشد کی خدمت میں چلے جاتے تھے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت خواجہ قادربخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

ایک بار آپ نے اپنے مرشد کے متعلق خواب میں دیکھا کہ انکا انتقال ہوگیا ہے وہ خواب صحیح ثابت ہوا اور آپ نے سنا کہ واقعی حضرت خواجہ کا انتقال ہوگیا ہے چنانچہ آپ چہلم کے موقع پر جب وہاں پہنچے تو دوسرے

خلفاء کی دستار بندی کی گئی مگر آپ کی طرف بوجہ کم سنی کے کسی نے توجہ نہ دی نہ دستار بندی کی۔ اس بات کا آپ کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ اور جنگل میں جاکر ذکر الہٰی میں مشغول ہو گئے ایک روز عالم رویا میں آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی دستار کا پلہ عرش الہٰی سے اتر کر حضرت کی طرف آیا ہے اور آواز آئی کہ یہ باری تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کو باندھو لو چنانچہ آپ نے اس کو اپنے سر پر باندھنا شروع کر دیا۔ دستار اس قدر لمبی تھی کہ آپ باندھتے باندھتے تھک گئے۔ مگر وہ ختم نہ ہوئی آخر تھک کر باندھنا چھوڑ دیا۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت شاہ توکل شاہ صاحب حبس دم کر کے سلطان اذکار کا ورد کیا کرتے تھے اور اکثر دیکھا گیا کہ پندرہ ۔ پندرہ بیس بیس منٹ تک سانس نہیں لیتے تھے۔ بسا اوقات دریا میں غوطہ لگا کر حبس دم کیا کرتے تھے۔ اور خواص کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ اور دو دو گھنٹے تک دوسرا سانس نہیں لیتے تھے۔

غلبۂ وجدان وحال کے باعث وضو اور نماز میں بڑی الجھن پیش آتی تھی۔ مولینا سراج الدین روایت کرتے ہیں کہ ۱۸۹۴ء میں جب آپ سے بیعت ہوا تھا تو اس وقت ایک گھڑے سے آپ وضو فرما رہے تھے۔ اور بعض اوقات آپ ایک ہی پاؤں کے دھونے میں ایک مشک پانی صرف کرتے تھے پھر بھی وضو پورا نہیں ہوتا تھا۔ تو تالاب پر جاکر وضو کیا کرتے

تھے فرماتے تھے کہ ہم ایسے مقام پر ہاں کہ اگر اس کا خیال چھوڑ دیں تو وضو ہو اگر خیال نہ چھوڑیں تو وضو محال ہے۔ جب خلیفہ امیر الدین شاہ صاحب حج بیت اللہ کے لئے جانے لگے۔ تو آپ نے ان سے کہا کہ میزاب رحمت کے نیچے میرے لئے دعا کرنا کہ میرا وضو ہو جایا کرے۔ چنانچہ خلیفہ صاحب نے میزاب رحمت کے نیچے دعا مانگی۔ اس کا اثر یہ ہو کہ آپ وضو کرتے وقت ایک گھڑے سے چھ لوٹوں پر اور پھر چار لوٹوں پر اور آخر میں دو لوٹوں پر آ گئے تھے۔

ایک دور میں آپ پر استغراق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ہر نماز مشکل سے وقت پر ادا کر سکتے تھے۔ خصوصاً عشار کی نماز میں بہت الجھن ہوتی تھی۔ پھر آپ نے اس کا علاج یہ سوچا کہ آپ اپنے خلفاء میں سے کسی سے ز۔ کر رکعات نماز شمار کرتے رہنا مگر شمار کنندہ بھی آپ کے فیضان سے بےخود ہو جاتا تھا۔ اور آپ کبھی ایک رکعت پر اور کبھی دوسری پر سلام پھیر دیا کرتے تھے۔ اور شمار کنندہ سے فرماتے تھے کہ جاؤ ہم خود ہی پڑھ لیں گے لیکن اس کے باوجود کبھی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔

مولوی محبوب عالم صاحب روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت پر وحدت وجود کی حالت طاری ہوتی تو فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب وحدت وجود کے حالات و مقامات کا انکشاف ہوا تو وحدت کا ایک بحر بے پایاں نظر آیا اور ہر چہار سمت ایک ہی ایک نظر آتا تھا۔ اور اس مقام پہ پہنچ گئے تھے جس جگہ شیخ منصور علیہ الرحمۃ نے انا الحق کا نعرہ لگایا تھا۔ اور اس کیفیت میں

اس قدر جوش تھا کہ اپنا وجود نظر نہیں آتا تھا بلکہ اپنا وجود اس بحرِ بے کنار کا قطرہ معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ قطرہ پھر اس وحدت کے سمندر میں مل جاتا تھا ہر طرف وحدت ہی وحدت کا عالم نظر آتا تھا۔ جب یہ حالت وارد ہوتی تھی تو اپنے جسم میں سوئیاں چبھوتے تھے۔ جب سوئی کے چبھنے کی تکلیف ہوتی تھی تو دل میں خیال کرتے تھے کہ اگر تو خدا ہے تو سوئی چبھنے سے تکلیف کیوں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات تو تمام تکلیفوں سے منزہ ہے اور جب سوئی چبھنے سے تکلیف نہیں ہوتی تھی تو آگ کا دہکتا ہوا انگارہ بدن پر رکھتے تھے جب جلنے کی تکلیف محسوس ہوتی تھی تو پھر وہی خیال دل میں آتا تھا۔ کہ اس آگ نے تجھ کو کیوں جلایا۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات تو تمام کیفیات سے مبرّیٰ ہے جب عاجزی اور انکساری سے بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے تھے۔ کہ خداوندا تو وحدہٗ لاشریک ہے تو میری مدد فرما اور میرے حال پر رحم فرما کہ میں تیری ماننا ادا کر سکوں چنانچہ تھوڑے عرصے کے بعد مالک الملک نے اس بحر بے کنار سے پار نکال کر شہراہ شہود پر ڈال دیا۔ فرمایا پہلے تو ہم اسی حالت کو بہت بڑا مقام سمجھتے تھے۔ مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ وحدت وجود سے آگے شاہراہ شہود کی منزل ہے۔

مولوی سراج الدین احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم نے اکثر مزارات پر انوار سے اکتساب فیض کیا ہے۔ فرمایا ایک بار بعد نماز عشا حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمت کے مزار پر مراقبہ کیا

صبح کو آواز آئی السلام علیکم معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ کی روح نماز فجر کو گئی
آنکھ کھلی تو صبح تھی اور سارا حجرہ انوار سے پُر تھا۔ فرمایا ایک مرتبہ حضرت
خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے مزار اقدس پر مراقبہ کیا بڑا ازبرد بستہ
فیضان تھا۔ اور وہاں پر نسبت چشتیہ کا اس قدر شدید غلبہ ہوتا ہے۔
کہ ذکر بالجہر اور سماع کو دل چاہتا ہے۔ نیز فرمایا کہ حضرت نظام الدین
اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پر انوار۔ پر مراقبہ کیا تو ہمارا کبھی سانس بند ہوتا
کبھی کھلتا تھا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت زری زربفت رحمۃ اللہ
علیہ کی روح حبس دم کر رہی ہے۔ نیز یہ منکشف ہوا کہ زندگی میں آپ
کے ورد حبس دم کا یہی وقت تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ کما تعیشون تموتون وکما تموتون تحشرون۔[1]
ترجمہ جس حال میں تم دنیا میں ہو گے اسی حال میں مرو گے اور جس حال
میں مرو گے اسی میں اٹھائے جاؤ گے۔

مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہر چہ دنیا خیالت آں بود   عاقبت راہ وصالت آں بود

اشغال و معمولاتِ وظائف

آپ کا روزانہ کا مشغول تھا کہ باجماعت نماز
فجر ادا کرنے کے بعد سورج کے طلوع ہونے
پر ناشتہ کیا کرتے تھے اور اس کے بعد مراقبہ کی نیت سے بیٹھ جاتے
تھے۔ جس کا سلسلہ تقریباً ۱۲ بجے یا اس سے کم و بیش تک جاری رہتا تھا۔
اس کے بعد درود شریف کا ورد فرماتے تھے۔ پھر دوپہر کا کھانا کھا کر

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ جز رابع صفحہ ۱۹۵

قیلولہ کی نیت سے لیٹ جاتے تھے۔ بعد ازاں اٹھ کر وضو کر کے ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد اپنے اوراد میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جو اسم ذات، ذکر نفی اثبات، کلمہ تمجید، سلامٌ قولاً من ربِ الرحیم۔ اللہ الصمد، آیہ کریمہ، سورہ اخلاص، بسم اللہ شریف، سبحان اللہ پر مشتمل تھے۔ اوراد سے فارغ ہو کر نماز عصر باجماعت ادا کرتے تھے۔
نماز عصر کے بعد مسجد میں اپنے وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ مغرب سے پہلے وضو کر کے نماز مغرب باجماعت ادا کرتے تھے۔ اور نماز مغرب کے بعد ڈیڑھ دو گھنٹہ تک مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ پھر مسجد سے مکان کو تشریف لے جاتے۔ ایک یا آدھی سادی خشک روٹی اندر سے آتی تھی اس کو تقسیم کر کے آٹھواں حصہ خود تناول فرما کر پھر مراقبہ میں بیٹھ جاتے تھے یہ مراقبہ بہت طول طویل ہوتا تھا۔ عموماً ۱۲ بجے یا رات کو ایک دو بجے فارغ ہو کر عشا کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ رات کو سوتے نہیں تھے فجر سے پہلے ذرا یونہی لیٹ جاتے تھے۔ پھر نماز صبح ادا فرماتے تھے۔ جب تک آپ تندرست رہے یہی معمول رہا۔ لیکن جب مرض بواسیر کا زور ہو گیا۔ تو مسجد میں جانا ترک ہو گیا۔ مکان پر ہی نماز پڑھ لیا کرتے تھے لیکن باقی وظائف آخر دم تک پابندی کے ساتھ جاری رہے۔

فراخی رزق آپ نماز فجر کے بعد سورۂ اخلاص تین بار پڑھتے تدبر اور تفکر سے پڑھا کرتے تھے۔ اور اس درمیان میں نہ کسی سے کلام کرتے تھے نہ مصافحہ کرتے تھے۔ اور اپنے مریدین کو بھی اس ورد کی تاکید

فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے ایک قرآن شریف کے پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔ نیز اس سے رزق کی تنگی دور ہوتی ہے۔ فرمایا ہمارا لنگر اسی کی برکت سے جاری ہے۔ پھر سلامٌ قولاً من رب الرحیم سو بار اور آیت کریمہ سو بار پڑھ کر ان سب کا ثواب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روح پاک کو اس طرح بخشتے تھے۔ الٰہی مجھ کو غلطی بخش دیجئے اور ثواب صحیح حرف کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو میں نے بخشا پھر فرماتے خاص کر میاں صاحب (پیر دستگیر) کی روح مبارک کو بخشا۔

اتباع سنت آپ جملہ اقوال و افعال۔ حرکات و سکنات اور خورد و نوش غرض تمام امور میں حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت کا پورا پورا اتباع فرمایا کرتے تھے۔ آپ زندگی بھر ایک چپہ زمین کے مالک نہیں ہوئے۔ نہ پلنگ پر آرام فرمایا۔ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم تو زمین پر استراحت کریں اور ہم ناچیز پلنگوں پر آرام کریں

کثرت درود شریف فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر یہ بھی حق ہے کہ آپ پر درود بھیجا کریں۔ چنانچہ آپ کے وظائف میں درود شریف کی امتیازی حیثیت تھی۔ اور اپنے مریدین کو بھی اس کی کثرت کی بہت تاکید فرماتے تھے۔

برکت درود شریف فرمایا جب ہم نے شروع شروع میں کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا تو اس کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو ایک ایسی حسین شکل نظر آنے لگی جس کا چہرہ نہایت موزوں اور سرخ و سفید تھا۔

اور آنکھیں نہایت خوبصورت جن میں سرخ ڈورا پڑا ہوا تھا۔ اور اس شکل کے عمامہ میں ایک شملہ پیشانی پر پڑا ہوا تھا۔ وہ صورت سوتے، جاگتے ہر وقت ہمارے ساتھ رہتی تھی جس کی وجہ سے ہر وقت طبیعت پر ایک جوش وخروش اور سوز ودرد کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد دو صورتیں نظر آنے لگیں۔ دوسری صورت کے عمامہ میں دو شملے نظر آئے، ایک پیشانی پر اور دوسرا بائیں طرف۔ بڑے عرصہ تک یہ دونوں صورتیں نظر آتی رہیں بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ پہلی صورت حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی تھی اور دوسری حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بعد میں وہ صورتیں گم ہوگئیں اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بالمشافہ زیارت ہونے لگی۔ اور ہماری روح ذات رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہوگئی۔ پھر تو بڑی موج ہوگئی۔ مدینہ طیبہ سے جلدی جلدی فیض آنے لگا پھر یہ سمجھ میں آیا کہ فنا فی الرسول کی یہ صورت ہوتی ہے۔

آپ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ادب بھی کما حقہٗ کیا کرتے تھے اور نہ ان کے حق میں کسی قسم کی بے ادبی برداشت کرتے تھے۔

سادات کی تعظیم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم وتوقیر میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ آپ کے اہلبیت کا احترام کیا جائے۔ حضرت قبلہ سائیں توکل شاہ صاحب اس بات کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاؤں دبانے آتا تو دریافت کر لیتے تم سید تو نہیں ہو اگر سید ہونے کا شبہ بھی ہو جاتا تو پاؤں ہٹا لیتے اور فرماتے کہ سید

سے پاؤں دبوانا گستاخی ہے۔

حضرت حافظ سید سرفراز علی شاہ صاحب سکندر پوری جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ بیعت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بیعت فرمانے کے بعد مجھ سے دریافت فرمایا کہ طریقت میں سب سے پہلا سبق کیا ہے میں نے عرض کیا مرشد کے حکم کی تعمیل کرنا۔ فرمایا تم چونکہ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو اس لئے مجھکو تمہاری ظاہری سرداری ماننی چاہیئے۔ اور تم میرا باطنی خیال اپنے دل میں رکھنا۔ اور اچھی طرح یاد رکھنا کہ کبھی کوئی خدمت نعلین برداری یا اگر کوئی شخص موجود نہیں ہے اور تم میری کوئی چیز اٹھاؤ گے تو میں تم سے ناخوش ہوں گا۔

علمائے دین کی تعظیم

حدیث شریف العلماء ورثۃ الانبیاء کے تحت حضرت شاہ صاحب قبلہ

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دین کے عالموں کی بڑی تعظیم وتکریم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ جناب مولوی محبوب عالم صاحب تحریر فرماتے ہیں، کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے صرف علمائے کرام کی دعوت کی۔ اور نہایت عمدہ اور نفیس کھانا پکوایا اس دعوت میں صرف علمائے عظام ہی مدعو تھے۔ دوسرے تمام درویش باہم سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ خصوصیت کے ساتھ صرف مولوی صاحبان ہی کی دعوت کی گئی ہے اور دوسرے درویشوں کو اس میں شامل نہیں فرمایا جب ایک بار

آپ سے اس بات کی مصلحت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور نے فرمایا کبھی ہمکو بھی تو کھانا کھلا دیا کرو۔ ہم نے سوچا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کھانا کھلائیں آخر کار ایک واقعہ ذہن میں آیا کہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوگیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حصہ ان کی ہمشیرہ ہالہ رضی اللہ عنہا کو جن سے وہ بہت خوش تھیں بھجوا دیا کرتے تھے اس واقعہ سے ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جس سے آپ خوش ہیں انھی کو دعوت کھلانی چاہیے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور آپ کا کام انجام دینے والے علماء ہیں۔ اس لئے ہم نے آپ کی دعوت علماء کو کھلا دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فاتحہ دلا کر ہم یہ سمجھے کہ علماء کو کھلانا خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو کھلانا ہے اور ہم دوسروں کو کھلاتے تو یوں بھی پہنچ جاتا مگر اس میں ہم نے مصلحت یہ سمجھی کہ اس گروہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت ہے تو انھیں کو کھلانا چاہیے تاکہ آپ زیادہ خوش ہوں۔

جناب مولوی سید ظہور الدین صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ولی محمد صاحب فاضل جالندھری جو حضور کے معتقدین میں سے تھے ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور قبور اولیاء اللہ اور اہل مراقبہ کی باہمی بات چیت کے موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ صاحبان مراقبہ ارواح لطیفہ سے کس طرح کلام کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا کہ فاضل ہو کر ایسی بات کہتے ہو۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کس نے کہا تھا۔ مولوی صاحب آپ کے اس جواب سے حیران ہو کر آپ کے قدموں میں گرنے لگے مگر آپ نے ہرگز قدم چومنے کی اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا اگرچہ آپ کو ہم سے عقیدت ہے مگر آپ مولوی ہیں یہ خلاف ادب ہے۔

توکل آپ اسم بامسمیٰ تھے ہمیشہ خدا کی ذات پر توکل رکھتے تھے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اپنے توکل کا امتحان کرنا چاہا تو ایک جنگل میں جا کر بیٹھ گئے۔ دو تین دن گزر گئے مگر کہیں سے کھانا نہیں آیا مگر ہم اللہ کے بھروسہ پر وہیں بیٹھے رہے۔ بالآخر ایک گوجری کھیر کی ہانڈی لے کر حاضر ہوئی اس کے بعد تو وہیں جنگل میں دودھ چاول گھی، مکھن بکثرت آنے لگا۔

روایت ہے کہ ایک درویش مسمّی عبداللہ شاہ کیمیا گر آپ کا مرید ہو گیا۔ جب اس کو وہاں رہتے رہتے کافی دن گزر گئے تو اس کو معلوم ہوا کہ حضرت کے لنگر کا خرچ صرف توکل پر چل رہا ہے۔ اس نے ۲ تولہ سونا بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا مگر آپ نے نہ کوئی توجہ فرمائی نہ اس بات کو کوئی اہمیت دی۔ کیمیا گر یہ سمجھا کہ چونکہ میں نے تھوڑا سونا بنا کر پیش کیا ہے نیز یہ کہ نسخہ نہیں بتایا ہے شاید اس وجہ سے آپ نے بے توجہی برتی ہے تو اس نے عرض کیا حضرت میں بازار سے دوا لا کر آپ کے ہاتھ سے سونا بنوا دیتا ہوں یہ کہ کر وہ دوا لینے چلا گیا۔ حضرت صاحب کے دل میں خطرات آنے لگے۔ آپ نے فوراً خادم کو اس کے پیچھے دوڑایا اور فرمایا اس کیمیا گر کو ہمارے ہاں نہ آنے دینا وہ بازار گیا ہے اس کا اسباب وہیں لیجا کر اس کے حوالے کر دو

اس کے سونا بنانے سے ہماری توجہ الی اللہ اور توکل میں فرق پڑتا ہے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

مکاشفات فرمایا ہمارا معمول تھا کہ عشار کے وقت دو تسبیح درود شریف کی پڑھ کر سوتے تھے اتفاقاً ایک دن وہ تسبیحیں قضا ہو گئیں ہم نے وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ فرشتے بڑی خوش الحانی کے ساتھ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف بیان کر رہے ہیں اور تعریف کے دوران کہتے جاتے ہیں کہ وضو کرنے والو دو تسبیح درود شریف پڑھ لیا کرو۔ قضا نہ کیا کرو۔

فرمایا کہ ایک روز ہم فجر کی سنتیں پڑھ کر بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھا کہ ایک فرشتہ رزق تقسیم کر رہا ہے اور تمام حاضرین مسجد کے سامنے گیہوں کے ڈھیر لگا رہا ہے اور ہمارے سامنے اس نے سب سے زیادہ ڈھیر لگایا۔ اس وقت اس بات کا انکشاف ہوا کہ اس وقت خداوند تعالیٰ کی جانب سے رزق تقسیم کیا جاتا ہے جیسا کہ قطب شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نماز فجر کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو اس وقت وہ لیٹی ہوئی تھیں۔ آپ نے اپنے پاؤں مبارک سے ان کو ہلایا اور فرمایا۔ اے پیاری بیٹی! اٹھ اپنے پروردگار کے رزق میں حاضر ہو اور غافلین سے نہ بن، کیونکہ اللہ تعالیٰ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کے درمیان لوگوں کے رزق تقسیم فرماتا ہے ــــ ایک روز آپ کی مجلس میں یہ تذکرہ ہو رہا تھا۔

کہ کراماً کاتبین بندے کے دائیں بائیں رہتے ہیں اور نیک وبد اعمال لکھتے ہیں آپ نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہوتا ہے ایک بار عالم محویت میں ہم نے دیکھا کہ ہمارے دائیں بائیں دو شخص ہاتھ میں کاغذ اور قلم لئے کھڑے ہیں اور ہم نے ان کی عجب حالت دیکھی ہے اور فرمایا وہ لوگوں کی طرح نہیں لکھتے ہیں بلکہ اوپر سے نیچے کی طرف لکھتے ہیں اور جب آدمی اچھا یا برا فعل کرے اس وقت نہیں لکھتے۔ بلکہ یہ دیکھا ہے کہ آدمی کی زبان اور ان کے ہاتھ کے درمیان ایسا تعلق ہے کہ جونہی زبان ہلتی ہے ان کا ہاتھ ہلنے لگتا ہے اور جب انسان خاموش ہوتا ہے تو ان کا ہاتھ بھی ساکت ہو جاتا ہے اور لکھنے کے بعد ان کا قلم کاغذ سے جدا نہیں ہوتا۔ اور نہ روشنائی لینے کے لئے ہاتھ کو دوات کی طرف لے جانا پڑتا ہے بلکہ ان کے قلم میں کچھ نوری سیاہی نظر آتی ہے اور ہاتھ اور قلم ان کا کاغذ سے جدا نہیں ہوتا بلکہ وہیں ٹھہر جاتا ہے اور جب انسان کی زبان سے کوئی بات نکلتی ہے تو فوراً ان کی تحریر شروع ہو جاتی ہے اور یہ بھی دیکھا ہے کہ دائیں طرف والا نیک اعمال لکھتا ہے۔ اور بائیں طرف والا اعمال بد لکھتا ہے۔ فرمایا ہم نے اسی لئے اپنا معمول بنا لیا ہے کہ ہمہ وقت تسبیح وتذکیر وتہلیل میں اپنی زبان کو ہلاتا ہوں تاکہ میرے نامہ اعمال میں ذکر الٰہی کی کثرت ہو۔

فرمایا کہ ہم بچپن میں وعظ میں یہ سنا کرتے تھے۔ کہ جب نمازی وضو شروع کرتا ہے تو اس پر چار فرشتے نور کی چادر تان لیتے ہیں جب وضو کرنے والا ایک بات کرتا ہے تو ایک فرشتہ چادر کے گوشہ کو چھوڑ دیتا ہے دوسری

بات کرے تو دوسرا، تیسری بات کرے تو تیسرا، اور چوتھی بات سے چوتھا فرشتہ چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔ آپ نے اس بات کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک روز جب ہم وضو کرنے لگے تو ہم نے دیکھا کہ اس طرح فرشتے چاروں طرف چادر تانے ہوئے ہیں۔ ہم نے وضو کے دوران ایک بات کہی تو دیکھا کہ فرشتہ نے چادر کا ایک گوشہ چھوڑ دیا ہے ہم نے اسی وقت استغفار پڑھی تو وہ ٹھہر گیا اس روز ہم نے عہد کر لیا ہے کہ ہم وضو کرنے کے دوران بات بالکل نہیں کرتے۔

کرامات

آپ کی کرامات اور خرق عادات بے شمار ہیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں چند کرامات بیان کی جاتی ہیں:

(۱) ڈپٹی حمید علی صاحب مرحوم سہارنپوری شہر انبالہ میں تحصیلدار تھے۔ اور شاہ صاحب کے بے حد معتقد تھے۔ اکثر کھانے کے وقت آتے تھے اور حضرت شاہ صاحب آپ کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ آپ پر بغاوت کی تہمت پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور یہ وہ خطرناک زمانہ تھا جب بغاوت کی سزا پھانسی تھی تاریخ سے ایک روز پہلے ڈپٹی صاحب شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حسب معمول حضرت صاحب کے ساتھ کھانا کھایا اسی دوران عرض کیا حضور شاید میں زندہ نہ رہوں آپ میرے واسطے دعاء مغفرت فرمائیے حضرت شاہ صاحب نے وجہ دریافت کی تو ڈپٹی صاحب نے اپنا قصہ تہمت اور اس کی سزا کا سنایا حضرت شاہ صاحب نے قدرت تفکر کے بعد فرمایا کہ مجھ کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم انشاءاللہ بری ہو کر پھر

ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ گے۔ چنانچہ دوسرے روز جب ڈپٹی صاحب عدالت میں گئے تو ان کو عزت کے ساتھ بغاوت سے بریت کا حکم سنا دیا گیا، اور بڑے خوش خوش حضرت صاحب کی خدمت میں آئے اور یہ خوشخبری سنائی۔ حضرت صاحب بڑے خوش ہوئے اور ان کی خیریت اور عافیت کے لئے دعا مانگی۔

(۲) فرمایا ایک بار ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے۔ میں یہ دیکھ کر حیران اور خوف زدہ ہوا کہ ان کی صورت گدھے کی طرح ہے یہ دیکھ کر بارگاہِ ایزدی میں توبہ کی اور ان کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم دی درود شریف کی برکت سے۔ ان کی ہیئت بدل گئی اور وہ مولوی صاحب اپنی اصلی شکل پر واپس آگئے۔

(۳) مولوی محبوب عالم صاحب روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے سامنے ایک فقیر حضرت سائیں صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے حسب عادت اس سے پوچھا کہو کیا کہتے ہو اس نے کہا حضور مجھے سونا بنانا سکھا دیجئے آپ یہ سن کر جوش میں آگئے۔ اور بڑی دیر کے بعد حتیٰ کہ نمازِ ظہر کا وقت بھی آخر ہوگیا۔ باہر تشریف لائے۔ میں نے اس فقیر کو مسجد میں لے جا کر دریافت کیا کہ بتا تجھ پہ کیا گذری اس فقیر کی آنکھیں سرخ تھیں اور اس پر محویت کا عالم طاری تھا۔ اس نے بتایا کہ مجھ کو حجرہ کے اندر لے جا کر جانماز کے نیچے میرا سر دبا دیا۔ میں نے دیکھا کہ سونے چاندی اور جواہرات کی نہریں جاری ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے کہا کیا حال ہے فرمایا آگے چل کر دیکھو کہ

یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں اور مجھے ایک دھکا اور دے دیا میں نے دیکھا کہ ایک جگہ پر ایک نوری تختہ پر لفظ اللہ لکھا ہوا ہے اور اس کے ایک ایک حرف سے ایک نہر جاری ہے فرمایا دیکھ لے اس سے کیمیا آتی ہے اور پھر میرے قلب پر اللہ لکھ کر مجھ کو توجہ دی اب میرے جسم کے جوڑ جوڑ سے اللہ اللہ جاری ہے وہ ایسی حالت میں جنگل کو چلا گیا۔ کیمیا کی خواہش اس کے دل سے بالکل جاتی رہی اور خدا کے نام میں محو ہو گیا۔

ارشادات وفرمودات

فرمایا یا ایہا الذین اٰمنوا اٰمنوا کے یہ معنی نہیں کہ اے ایمان والو! ایمان لاؤ، چونکہ ایمان تو وہ پہلے ہی لا چکے ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ اے ایمان والو خدا کے دیدار کے ساتھ اپنے ایمان کو پکا کرو۔

فرمایا علم دو قسم کا ہے ایک علم لدنی ایک علم کسبی۔ کسبی کی مثال ایسی ہے کہ ایک جوہڑ کھود کر اس میں پانی بھر دیا جائے۔ تو جتنا پانی اس میں ہے اسی قدر اس میں رہے گا۔ اور اگر اس میں نہر کاٹ دی جائے تو خواہ اس میں سے پیو جانوروں کو پلاؤ خواہ کسی جگہ صرف کرو اس میں سے کم نہیں ہوتا۔ تو یہ جو لوگ علم پڑھتے ہیں جتنا پڑھتے ہیں اسی قدر رہتا ہے اور یہ مسائل بتاتے ہیں اس میں دیکھ کر بتاتے ہیں لیکن جب دل کی طاقی کھل جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نور کا ایک منبع دل میں آتا ہے اور خود بخود دل کے اندر سے ساری باتیں سمجھ میں آتی رہتی ہیں۔ کسی سے پڑھنے کی ضرورت نہیں پھر فقیر مولویوں سے نہیں اپنے دل سے فتوی لیتا ہے ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی فضیلت کے بارے

ہیں فرمایا کہ یوں تو امام شافعی علیہ الرحمۃ بھی ہمارے پیشوا ہیں اور ہم ان کی بزرگی کو مانتے ہیں مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں کسی کا بھی علم نہیں ہے ایک دفعہ ہم مراقبہ میں تھے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا حوض ہے جس کا پانی سبز رنگ کا ہے اور بہت ہی گہرا ہے۔ ہم نے بہت ہی غوطے لگائے مگر اس کی گہرائی کا پتہ نہ معلوم ہوا نیز یہ بھی دیکھا کہ اس حوض میں کچھ نہریں نکلی ہوئی ہیں۔ اور حوض کے کناروں پر بہت سی چرخیاں لگی ہوئی ہیں پانی نہروں کے ذریعہ سے بھی نکل رہا ہے اور چرخیوں کے ذریعے سے بھی لوگ کھینچتے ہیں اور اس کے علاوہ ہزارہا خلقت پانی کھینچ رہی ہے مگر پانی ختم نہیں ہوتا۔ باقی ائمہ کرام حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے علم کے حوض بھی ہم نے دیکھے ہیں وہ قریب ہی تھے گو وہ اپنی مقدار کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں مگر اس حوض کے مقابلہ میں بہت چھوٹے نظر آتے ہیں۔ اس روز سے ہم کو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اسقدر محبت ہوگئی ہے کہ کہہ نہیں سکتے۔ نہروں کی بابت فرمایا کہ وہ امام محمد اور امام یوسف کی نہریں تھیں اور چونکہ حوض کا پانی سبز رنگ کا تھا۔ اس لئے ہم یہ سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی شریعت کا نور ادھر ہی آگیا ہے۔

وفات آخر عمر میں آپ کو مختلف قسم کی بیماریاں لاحق ہوگئی تھیں بواسیر اس قدر شدید تھی کہ سیروں خون جاتا تھا۔ پیشاب زیادہ آتا تھا۔ کبھی کبھی بخار بھی ہو جاتا تھا۔ وصال سے ایک ماہ پیشتر اسہال کی شکایت ہوگئی تھی۔ حالتِ صحت میں آپ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ کہ خدایا مجھ کو شہادت کی موت عطا

فرمانا یہ اسی دعا کی برکت تھی کہ اسہال جاری ہو گئے تھے۔ کیونکہ شریعت میں موت اسہال شہادت کے حکم میں ہے۔ اگرچہ اسہال کی وجہ سے دن رات میں پچاس پچاس۔ ساٹھ ساٹھ بار بیت الخلاء جانا پڑتا تھا۔ مگر اس تکلیف میں نمازِ پنجگانہ جماعت سے ادا کرتے تھے۔ اور اپنے اذکار و اشغال و مراقبات بدستور پورا کرتے تھے۔

آپ کا علاج معالجہ ہوتا رہا مگر مرض میں آفاقہ نہ ہوا آپ دوا پیتے وقت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر دوا استعمال کرتے ہیں ورنہ ہم کو معلوم ہے کہ بغیر اللہ کے حکم کے دوا کچھ نہیں کر سکتی۔

بالآخر ۲ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ یوم چہار شنبہ آپ نے فجر کی نماز اول وقت پلنگ پر لیٹے ہوئے اشارے سے جماعت کے ساتھ ادا کی پھر آپ نے شہد کا شربت کرا کر پیا۔ پھر آسمان کی طرف دیکھ کر لباس تبدیل کرایا اور تیمم کیا پھر پوچھا کیا نماز کا وقت ہے بتایا گیا کہ نہیں پھر پوچھا کہ مراقبہ کا وقت تو ہے جواب دیا ہے تو دو زانو بیٹھکر سلطان الاذکار کا ورد شروع کر دیا دو دفعہ حبس دم کر کے سانس لیا تیسری بار حبس دم کی حالت میں روح مبارک قفسِ عنصری سے نکل کر محبوب حقیقی سے جا ملی جس شغل میں جوانی سے لیکر بڑھاپے تک تمام عمر گزار دی تھی اسی حالت میں جان حق کو سونپ دی۔

پیر غلام دستگیر صاحب نامی لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح لکھی ہے۔

رفت از دنیا چوں آں قطب زماں | پیرِ کامل خواجۂ ابنا لوی!
مقتدائے عارفانِ نقشبند! | پیشوا و رہبرِ ہر متقی!!
صدقِ روشن ضمیر و پاک باز | آفتاب فیض انوار نبی!
سال وصلش نامی مسکین گفت | ستم توکل باد و متوکل ولی!!

۵ ۱ ۳ ۱ ۱۳۱۵ھ

باب چہارم

پاکستان کے صوفیۂ نقشبند کے حالات

حضرت خواجہ خاوند المعروف بہ حضرت ایشاں رحمۃ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب آپ حضرت میر سید شریف بن خواجہ جیبا کے صاحبزادے ہیں۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا نسب حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو شاہ بہاؤ الدین نقشبند کے خلیفہ تھے۔ اور اپنے والد ماجد کی طرف سے آپ کا نسب حضرت آقائے دوجہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے آپ نے اگرچہ حضرت خواجہ ابو اسحاق سفید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ لیکن آپ کو حضرت خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبندؒ سے نسبت اویسیہ کا شرف حاصل تھا۔ آپ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بہت بلند مرتبہ حاصل تھا۔ آپ صاحب حال وقال جامع کمال ظاہری و باطنی مظہر جمال صدری و باطنی اور مادر زاد ولی اور قطب الارشاد بزرگ تھے۔

شاہ بخارا عبد اللہ خان اور اس کے بیٹے کے انتقال کے بعد جب ہمایوں تخت نشین ہوا تو اشارہ غیبی کے تحت حضرت ایشاں کابل تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کرنے کے بعد آپ کشمیر تشریف لے گئے اور حاکم کشمیر جمیل خان کے یہاں قیام فرمایا جہاں سینکڑوں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی آپ کافی عرصہ کشمیر میں رہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد اور ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مرید کشمیر میں پائے جاتے ہیں۔

بعد ازاں جلال الدین اکبر کے زمانے میں آپ ہندوستان تشریف لائے

اور لاہور، دہلی اور اکبرآباد وغیرہ مقامات پر قیام فرمایا۔ شہنشاہ اکبر، جہانگیر اور شاہجہاں بادشاہ آپ کا بڑا احترام کرتے تھے حتیٰ کہ شاہی بیگمات آپ سے پردہ نہیں کرتی تھیں

کرامات وخرق عادات

ایک بار جب حضرت ایشاں کشمیر سے ہندوستان کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو گرمی کا موسم تھا۔ اور رمضان المبارک کا مہینہ تھا گرمی کی شدت سے آپ کے ساتھی بے حد پریشان اور پیاس کی وجہ سے نڈھال تھے آپ سے بارش کی دعا کے واسطے عرض کیا گیا آپ نے آسمان کی طرف منہ ہاتھ اٹھا کر بارگاہ ایزدی میں التجا کی اسی وقت بادل نمودار ہوئے اور بارش ہو کر ٹھنڈی ہوا چلنے لگی سورج غروب ہونے تک مطلع ابر آلود رہا اور آپ اور آپ کے ساتھی آرام سے کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

اسی طرح جب آپ کشمیر میں حاجی باندی کے یہاں مقیم تھے۔ تو بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ قحط کی آفت سے دوچار تھے کہ آپ کی دعا کی برکت سے موسلادھار بارش ہوئی اور لوگوں کی تنگ حالی جاتی رہی۔

"کتاب رضوانی" کے مؤلف نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ نماز عید ادا کرنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے کہ حاکم وقت کے انتظار میں نماز میں بہت دیر ہو گئی۔ حاضرین اس موضوع پر گفتگو کرنے لگے کہ نماز عید کا آخری وقت کیا ہے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نماز عید کا آخری وقت زوال تک ہے ملا صالح لاہوری جن کا لقب امیر تھا بڑے جید عالم تھے۔ اس بات پر بگڑ گئے۔ آپ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کے کلمات زبان سے نکالے، حضرت ایشاں نے فرمایا کہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تمہاری زندگی کا سورج حماقت کے ابر کے

نیچے آجائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب امیر صاحب نماز عید پڑھانے کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف جا رہے تھے۔ تو راستہ میں گھوڑے سے گر کر گردن ٹوٹ گئی بدقت مکان پر پہنچے یہ سمجھ گئے کہ حضرت ایشاں کی بد دعا کا اثر ہے۔ فوراً قاضی نورالدین اور شیخ الاسلام امیر حسین لاہوری کو حضرت خواجہ کی خدمت میں اپنے قصور کی معافی کے لئے بھیجا آپ نے فرمایا کہ جو تیر کمان سے نکل کر ملا صالح کی جان کو پہنچ گیا ہے وہ واپس نہیں آ سکتا۔ اب تو ملا صالح کی سلامتیٔ ایمان کے لئے دعا کرو یہ کہہ کر آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ صالح کا خاتمہ بالخیر ہوا شیخ الاسلام وہاں سے ناکام اور مایوس واپس آ گئے اور دوسرے روز ملا صالح کا انتقال ہو گیا

وفات آپ نے اپنے انتقال سے پندرہ روز پیشتر نماز عصر کے بعد اپنے مرید نواب افتخار خاں عالی جاہ سے فرمایا کہ پندرہ روز کے بعد اس دنیا سے رحلت کر جاؤں گا چنانچہ سولھویں دن بروز سہ شنبہ بعد نماز مغرب چند بار مولانا جامی کا یہ شعر پڑھا ؎

الٰہی غنچہ امید بکشا

گلے از روضہ جاوید بنما

بعد ازاں بعد نماز عشاء سر سجدہ میں رکھا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی تجہیز و تکفین کے بعد شاہ جہان بادشاہ کی طرف سے صدر الصدور میراں سید جلال الدین حضرت خواجہ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ انہوں نے لحد میں نعش کو لٹانے کے بعد روئے مبارک سے پردہ وکفن زیارت کے لئے اٹھایا تو دیکھا کہ آپ کے مبارک ہونٹ ہل رہے تھے اور آپ کچھ پڑھ رہے تھے آپ لاہور میں مدفون ہیں۔ دفن کے بعد نواب سعید خان نے ایک عظیم الشان گنبد مزار پرانوار پر تعمیر کرایا۔

نوٹ :۔ "تاریخ لاہور" (انگریزی) میں خان دوراں کا سال وفات ۱۰۵۳ھ / ۱۶۴۳ء لکھا ہے یعنی حضرت ایشانؒ سے ایک سال بعد۔ اس طرح آپ کا سال وفات ۱۰۵۲ھ ہوا

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ

اکتساب فیض حضرت شیخ آدم بنوریؒ صحیح النسب سادات سے تھے چنانچہ اپنے والد بزرگوار کی روایت کے حوالہ سے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر کوئی چیز میرے والد کو دی اور فرمایا کہ اس کو کھالو چنانچہ انہوں نے کھالی بعد ازاں میری والدہ حاملہ ہوئیں اور میں پیدا ہوا اور مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا وجود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ سے ہے۔ ابتدا میں حضرت شیخ نے حاجی خضر خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور ان سے اکتساب فیض و کمال فرمایا۔

آپ کے فضائل حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حالات اور مقامات بلند کے بارے میں اپنے شیخ سے تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا کہ مجھ کو اس سے زیادہ معلوم نہیں ہے تم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اپنے واقعات بیان کرو چنانچہ جب آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اپنے واقعات بیان کئے تو انھوں نے فرمایا کہ یہ ابتدائی حالات ہیں اگرچہ حضرت خضر

کے فرمانے پر آپ کو اس وقت تعجب ہوا تھا لیکن کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد آپ پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ حالات تو ابتدائی سے بھی کم درجہ کے تھے۔ حصول مراتب کمال اور تکمیل کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دن خلوت میں طلب فرما کر اجازت ارشاد اور خلافت عطا فرمائی۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت شیخ موصوف کو طریقۂ نقشبندیہ میں ایک طریقہ مخصوصہ عطا فرمایا جسکو طریقۂ احسنیہ نقشبندیہ کہتے ہیں حق باری تعالیٰ نے آپ کو ایسی طاقت اور قوت عطا فرمائی تھی کہ اول توجہ میں بلکہ بمجرد تلقین طریقہ مرید کو فنائے قلب اور نسبت قلندریہ پر پہنچا دیتے تھے ــــ آپ کو یہ الہام ہوا کہ جو کوئی تیرے طریقہ میں ہوگا وہ مرحوم و مغفور ہوگا۔ اور قیامت کے روز تم کو علم سبز ظل محمدی عنایت ہوگا۔ اور تمہارے طریقہ کے متوسلین اس کے نیچے آرام کریں گے۔

روایت ہے کہ آپ کے چار لاکھ مرید تھے۔ اور آپ کے کامل خلفاء کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اتباع سنت، دفع بدعت اور استقامت شریعت اور طریقت آپ کا شیوہ تھا۔ ریاکاری سے آپ کو سخت تنفر تھا۔ غنا اور دولت کی آپ کے نزدیک حقیقت نہ تھی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آپ کا مشغلہ تھا۔ اہل دنیا کے ساتھ غلبہ اور ہیبت کے ساتھ کلام کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ استغنا کے ساتھ پیش آتے تھے۔ آپ رسمی کلام قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کا کلام امر بالمعروف اور بیان حقایق و معارف سے پر ہوتا تھا۔ آپ کی گفتگو پند و نصائح پر مشتمل اور حکمت و معانی سے لبریز ہوتی تھی۔

استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ ایک بار اپنے مریدین کے ہمراہ لاہور تشریف

لے گئے۔ اتفاق سے شاہجہان بادشاہ بھی وہیں موجود تھا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ شیخ کے ہمراہ ایک ہزار کی تعداد افغان ہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ قضیہ برپا کریں چنانچہ بادشاہ نے سعد اللہ خان وزیر کو حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جب وزیر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں پہنچا تو نہ تو آپ نے اس کو کوئی اہمیت دی اور جو کچھ اس نے دریافت کیا اس کا جواب بڑی لاپرواہی کے ساتھ دیا وزیر کو اس بات پر بہت غصہ آیا اور آپ کے خلاف بادشاہ سے شکایت کی بادشاہ نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ کو مکہ معظمہ جانے کا حکم دیا آپ کو پہلے ہی وہاں جانے کا شوق تھا۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔

روایت ہے کہ جب حضرت شیخ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ اور فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ اقدس پر حاضر ہوئے۔ تو مرقد اطہر سے دونوں دست مبارک ظاہر ہوئے اور شیخ ممدوح نے بہ ہزار شوق بڑھ کر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا۔ اور جب آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت کا قصد فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت ہوئی کہ یار دلدی انت جاری۔

چنانچہ آپ نے وہیں قیام فرمایا اور ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کے قریب مدفون ہوئے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری قدس سرہ

انتساب و اکتساب فیض حضرت شیخ محمد طاہر لاہوری حضرت امام ربانی

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے کامل و فاضل خلفاء میں سے تھے۔ جب آپ کے دل میں ذکر الہی کی خواہش پیدا ہوئی تو آپ حضرت مجدد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور انتہائی عجز و انکساری اور بڑے تواضع و افتقار کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ آپ پر حضرت مجدد صاحبؒ کی محبت اس درجہ غالب تھی کہ ایک روز آپ نے حضرت شیخ کو امام بنایا تو اگرچہ آپ اچھے حافظِ قرآن تھے۔ لیکن اپنے شیخ کی ہیبت کی وجہ سے قرأت کے الفاظ گلے میں رک رک کر نکلتے تھے۔ بہر حال انکساری و عاجزی اور ادب و احترام کے باعث اپنے شیخ کی صحبت اور رفاقت سے بڑے بلند مقامات اور کمالات حاصل کئے۔

آپ حافظِ قرآن اور معقول و منقول کے منتہی اور جید عالم تھے۔ طلبا کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ اتباع شریعت، اوامر و نواہی کی پابندی فقر و قناعت اور انکسار و مسکنت میں وحید العصر تھے۔ حجرہ کا دروازہ اندر سے بند کر کے بیٹھے رہتے تھے۔ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور خصوصاً امراء اور اغنیاء کو تو بالکل اندر آنے کی اجازت نہیں تھی اور نہ آپ ان کے نذرانے یا تحائف قبول فرماتے تھے۔ آپ اکل حلال سے روزی کھاتے تھے آپ کا معمول تھا کہ دینیات کی کتابیں چھپوا کر ان پر حاشیہ لکھ کر فروخت کر دیا کرتے تھے اور اسی سے بسر اوقات کیا کرتے تھے آپ نے کافی عمر کا عرصہ تجرد میں گزارا البتہ آخر عمر میں نکاح کر لیا تھا۔

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ غلبہ کی حالت میں آپ نے فرمایا کہ اگر خود حضرت بھی چاہیں تو میری نسبت سلب نہیں کر سکتے چونکہ میں فانی ہو گیا ہوں اور صوفیاء کا یہ

عقیدہ ہے الفانی لایُرَدّ کسی نے حضرت سے یہ بات کہہ دی تو آپ کو جلال آ گیا اور شیخ محمد طاہرؒ کی نسبت سلب کر لی۔ حضرت شیخ نے کئی بزرگوں کی سفارشات کے ساتھ بصد اضطراب و گریہ و زاری اپنے مرشد کامل سے معافی طلب کی چنانچہ آپ نے معاف فرما دیا۔ اس طرح بہت سی جلالی اور جمالی تربیتوں اور منازل سے گزارنے کے بعد جب آپ کے مقامات کی تکمیل ہو گئی تو تعلیم طریقہ نقشبندیہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور خرقۂ ارادت طریقہ قادریہ اور خرقۂ تبرک سلسلہ چشتیہ سے مشرف فرما کر طالبان حق کی رشد و ہدایت کے لئے لاہور بھیج دیا۔

ریاضت و مجاہدہ

ریاضت و مجاہدہ کا شغل اس درجہ تھا کہ خشک ہو کر پوست و استخوان باقی رہ گئے تھے۔ بڑے صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ نزول انوار و برکات کا اندازہ آپ کے ایک عریضہ سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے ایک بار اپنے شیخ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا چونکہ آپ کا معمول تھا کہ سال میں ایک بار یا چند بار کاندھے پر چادر رکھ کر درویشی کوزہ اور عصا ہاتھ میں لیکر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور کچھ مدت رہ کر اجازت لے کر واپس چلے جاتے تھے۔ اور پھر وہاں سے بذریعہ عرائض اپنے حالات سے اپنے پیر طریقت کو مطلع فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار اپنے عریضہ میں یوں تحریر فرمایا۔ حضرت سلامت! انسبنہا ئے طرق ثلاثہ جلوہ گر است و ارواح مشائخ آن فوج در فوج تشریف مے آرند و الطاف کثیرہ مے نمائند خصوصاً حضرت خواجہ بزرگ و حضرت غوث الثقلین و حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ اسرارہم و نیز در حلقہ ذکر و نماز بہ نشنند و نوازشہا می نمایند و در عشرہ اعتکاف خلعت خاص عنایت

فرمودند وحضرت فاطمۃ الزہرہ علیہا وعلی انبیا الصلوٰۃ والسلام نیز الطاف بسیار نمودند وبہ تشریف نواختند ودرضمن ایں وقائع عروج ونزول بسیار واقعہ شد بعداز طے مقامات کثیرہ خود را درخدمت روضہ منورہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم یافتم بعدازاں روضہ مبارکہ را در منہرے خود دیدم بعدازاں نورے کہ از روضہ مقدسہ ساطع شد متحقق گشت وبہ حقیقت آں نیز ساختند وبتکرار انجامید بعدازاں ظاہر شد کہ حجب بتمامہ از روئے کار زائل شد وحقیقت وصل عریانی آشکارا گشت مکالمہ ومحادثہ نیز وقوع یافت بعدازاں جہل ونکرت صرف رد نمود حالانکہ وصل است ونہ فقد ونہ طلب ونہ غیر طلب ہیچ حکم محکوم علیہ نیست نہ اثباتاً نہ نفیاً۔ اور ایک عریضہ میں اس طرح تحریر فرمایا "ثانیاً آنکہ بعض اوقات چیز بار دمے دہد کہ در اظہار شرم مے آید ودر غلبہ احوال مے فرمایند کہ ہر کہ تُرا دید او را از آتش دوزخ آزاد کردم دوشنے دیگرے فرمایند ہر کہ بتو بیعت کرد او را بخشیدم فرمایا کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا نہایت غلبہ ہوا اور کمال بے قراری ہوئی اور درگاہ حق سبحانہ میں زاری کی اتفاقاً اسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے۔ اور آواز آئی کہ یہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ فرمایا بارہا حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کو دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر چترشاہی رکھتے ہیں۔

وفات آپ نے بتاریخ بستم محرم الحرام ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی اور ربانی صاحب لاہور میں محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ امتداد زمانہ سے آپ کا مزار پُر انوار شکستہ و بوسیدہ ہو چکا تھا۔ موجودہ متولی سجادہ نشین سید بشیر گیلانی نے

نے یہ صرف زرکثیر شاندار گنبد تیار کرایا ہے۔ اور خوب صورت لوح مزار نصب کرا دی ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

حضرت شیخ حجۃ اللہ محمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب

آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ثانی اور خلیفہ اول ہیں۔ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ماہ ذی قعدہ ۱۰۳۴ھ میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے متعلق حضرت خواجہ معصومؒ کو بشارت دی تھی۔ کہ تمہارا یہ لڑکا جو پیدا ہونے والا ہے یہ حامل معارف و اسرار باطنی ہوگا اور خلقت خدا کو اس سے فیض عام پہنچے گا۔

آپ نے تھوڑی ہی مدت میں کلام پاک حفظ کرنے کے بعد علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل کی آپنے اکثر کتب درسیہ اپنے عم مکرم حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ سے پڑھیں اور ایسی تحقیق و تدقیق سے پڑھا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ سعیدؒ فرماتے تھے کہ یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں غرضیکہ آپ نے فقہ حدیث اور جمع علوم متداولہ بڑی محنت سے حاصل کیے۔ اور علوم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اپنے والد بزرگوار سے علم باطنی اور معارف و اسرار کی تعلیم بھی شروع کر دی اور بہت قلیل عرصہ میں بہت بلند و اعلیٰ مقامات پر پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے جو خط اپنے والد بزرگوار کو لکھا ہے اور آپ کے والد نے اس کا جواب

دیا ہے اس سے آپ کے علو، مرتبت روحانی کا اظہار ہوتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔ قبلہ عالم و عالمیان سلامت۔ دریں دو سہ روز آں فدر مجمول عنایات و مواہب عطیات الٰہی عز شانہٗ در بارہ خود احساس نمود کہ شمہ ازاں بیان را بنہ تابد علی الخصوص دریں نزدیکی انفور ید فائق و اسرار خلعت نو اختندہ و بآں سربلند ساختند کہ تفصیل آں بالقاب بزرگ سرفراز گردیدہ و پیرد نہ بعد از نماز عصر کہ فی الجملہ در آزار رخصتے داشتہ متوجہ حال خود گشت ہماں اسرار و ابب الاشارہ بقوت و غلبہ ظاہر شدن گرفت و عجائب غنج و دلال درمیان آوردند دریں اثناء ملہم ساختند کہ خدائے تعالیٰ پیش تو آمدہ است احساس نمود کہ در ہما بالاخانہ با خیر و برکت گویا نزول بلاکیف بلا عظمت و کبریا واقع شد وخصوصیات کہ بایں بندۂ عاجز درمیان آمد نتواں گفت لا عین رأت ولا اُذُنٌ سمعت بضیق صدری ولا ینطق لسانی زیادہ بریں جرأت نمے تواند اطلاق ایں قسم الفاظ بر آں حضرت جل سلطانہٗ از تنگی میدان عبارت است و مصروف از ظاہر ما لا فھو سبحانہ منزہ عن الزمان والمکان والنقائص کلھا سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین ۔ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔ الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ آنچہ از اذواق علیہ مواجید سنیہ وشمول عنایات و مواہب کہ دربارہ خود احساس نمودہ اند سرفرازی یافتن با سرار خلعت وملقب شدن بالقاب بزرگ و مشاہدہ نمودن غنج و دلال و ملہم شدن بنزول بے کیف بعد ازاں احساس ایں نزول درمیان آمدن امور یکہ لا عین رأت ولا اذن سمعت کہ بر اگاشتہ بودند بوضوح

پیوست و بسبب لذت معنویہ گردید علو رتبہ این اسرار چہ بیان نماید کہ از حیطہ مدرک عقل و تصور بہ خیال بیرون است من لم یذق لم یدر ز فقیر نزدیک باین چیزہا در مادہ شما معلوم مے کند و الغیب عند اللہ ہر چہ نوشتہ اند باجمال نوشتہ اند باجمال نوشتہ ظاہر از تفصیل را بجناب حوالہ نمودہ آمد بلے این امور بنوشتن درست نمے آید بلکہ بہ بیان ہم نمے در آید ہمان قضیہ است کہ نوشتہ اند یضیق صدری ولا ینطلق لسانی انتہی۔

نقل ہے کہ ایک بار آپ نے اپنے والد بزرگوار کے سامنے بعض حقائق و معارف بیان کئے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اسرار مقطعات قرآنی ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر منکشف فرمائے تھے تم کو بھی اپنے فضل و کرم سے آگاہی بخشی ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ حویلی میں ایک کوٹھری میں تشریف فرما تھے۔ کہ اچانک ایک فرشتہ انسانی شکل میں کوٹھری کے اندر آیا اور کہا کہ خداوند تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ میں نے یہ سن کر تواضع سے سر جھکا لیا جب سر اٹھا کر دیکھا تو وہ فرشتہ واپس جا رہا تھا۔

وفات شب جمعہ ۹ محرم الحرام ۱۱۱۵ھ ہجری کو اکیاسی سال کی عمر میں آپ نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی اور سرہند شریف میں اپنے والد کے مقبرہ کے شمالی جانب مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد اشرف صاحب سرہندی

ولادت و انتساب آپ حضرت عروۃ الوثقیٰ قدس سرہ العزیز کے چوتھے

میں ۱۰۴۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اسم مبارک قطب الدین بخاری اور لقب سید حسین ہے۔ آپ کا اول وطن ماوراالنہر ہے سرہند شریف آکر حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے علوم باطنی۔ نسبت ارادت اور فیوض و برکات کا استفادہ فرمایا۔ اور حضرت خواجہ کے انتقال تک سرہند شریف ہی میں مقیم رہے۔ پیر روشن ضمیر کے وصال کے بعد سرہند شریف میں اپنے مرشد کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور کچھ عرصہ تک وہیں قیام فرمایا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے ساتھ اختلافات رونما ہوئے تو آپ بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔

فضائل و کمالات علوم معقول و منقول اور کلام اور تفسیر و حدیث کو یکماں کوشش حاصل کیا چنانچہ آپ علوم ظاہری اور باطنی میں کامل و یکتا تھے آپ نے بہت سی کتابوں پر شرح و حاشیہ تحریر فرمایا ہے ــــ حضرت عروۃ الوثقی اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ میری مدت عمر بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ لیکن بعنایت الٰہی ایک توجہ میں تمہارا کام کر دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ ایک ہی توجہ میں نسبت مجددیہ یعنی ولایت ثلثہ، کمالات ثلثہ۔ اور حقائق سبعہ القاء فرما دیئے۔ اور نسبت عالیہ اور جمع احوال و اسرار باطن آپ پر عیاں ہوگئے یہ حضرت عروۃ الوثقی کے کمال تصرف اور حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے کمال استعداد اور قابلیت کی دلیل ہے۔ جو تصرف و کرامت کی انتہا ہے۔ آپ استقامت شریعت و طریقت اور زہد و تقویٰ میں منفرد اور ممتاز تھے۔

وفات نزع کے وقت آپ حسبی اللہ و نعم الوکیل بار بار پڑھتے تھے۔ اور اسی

حال میں ۱۱۵۰ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پاک کے زیریں حصہ میں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارک کی چھت کا پانی آپ کے مزار مبارک پر گرتا ہے

سلطان الاولیاء قیوم چہارم حضرت محمد زبیر قدس سرہٗ

انتساب آپ حضرت ابوالعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور قیوم ثالث حضرت خواجہ محمد رحمۃ اللہ نقشبند حجۃ اللہ بن قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ (قیوم اول) کے پوتے تھے۔ جب حضرت خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو وہ حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔

ریاضت و مجاہدہ آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تھے اور نماز تہجد میں کبھی چالیس بار کبھی ساٹھ بار سورۃ یٰسین شریف پڑھتے تھے شام کے وقت نماز داؤدی ادا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد دس ہزار مرتبہ ذکر نفی و اثبات فرماتے تھے پھر مردوں کا حلقہ فرماتے اور ان کو توجہ دیتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ شاہی محل میں تشریف لے جا کر عورتوں کے حلقے میں ان کو توجہ دیتے تھے۔

آپ کے حلقہ ذکر میں ہزار ہزار مرد اور دو دو تین تین سو عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ نماز فجر کے بعد سے نماز چاشت تک آپ مراقبہ میں مشغول رہتے تھے پھر مردوں کے حلقہ میں ان کو توجہ دیتے تھے۔ آپ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ جس دم کے ساتھ

تمام دن چوبیس ہزار بار ذکر نفی و اثبات کرتے تھے۔ اور پندرہ ہزار بار اسم ذات کا ذکر فرماتے تھے۔

کرامات خرق عادات

جب شہنشاہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد شہزادہ معظم اور شہزادہ اعظم میں تخت نشینی کے مسئلہ پر اختلاف ہو گیا اور نوبت جنگ تک پہنچ گئی تو شہزادہ معظم (بہادر شاہ) کو اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے۔ تو شہزادہ معظم نے جن کو بزرگان مجددیہ سے عقیدت تھی آپ سے دعا کی درخواست کی چنانچہ آپ نے شہزادہ کے حق میں دعا فرمائی اور ہندوستان کی بادشاہت کی بشارت دی — چنانچہ روایت ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد شمال کی جانب سے ایک خوفناک آندھی آئی جس سے شہزادہ معظم کی فوج میں ابتری اور افراتفری پھیل گئی اس کو شکست فاش ہوئی اور شہزادہ معظم بہادر شاہ کے لقب سے ہندوستان کا حکمران ہوا۔

لاہور میں آمد

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد آپ لاہور تشریف لائے لاہور کے ہزاروں لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے انہوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور آپ سے علوم ظاہری اور باطنی میں فیض حاصل کیا۔

خلافت

حضرات القدس میں درج ہے کہ خواجہ محمد صادق کابلی قدس سرہ العزیز جو حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم مریدوں اور مخلص احباب اور خلفاء میں سے تھے جب درجہ کمال کو پہنچے اور مقامات طریق سے مشرف ہوئے۔ تو آں جناب نے آپ کو خلافت اور تعلیم طریق کی اجازت عطا فرمائی

قیام لاہور و وفات

بعد از اں آپ نے شہر لاہور میں سکونت فرمائی قیام

لاہور میں آپ کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اور ہزاروں افراد نے طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں آپ سے فیض حاصل کیا۔

آپ نے بروز چہارشنبہ سہ ذی قعد ۱۲۵۵ھ کو انتقال فرمایا پہلے آپ دہلی میں مدفون ہوئے بعد ازاں آپ کا تابوت وہاں سے سرہند شریف منتقل کیا گیا۔

قطب دوراں، غوث زماں حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری رح

حسب و نسب آپ ۱۲۰۲ھ میں بمقام قصور ضلع لاہور پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب خلیفہ اول حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ پشت ہا پشت سے آپ کے خاندان میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے اجداد میں حضرت مولانا حافظ غلام مرتضےٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے قطب وقت اور علوم ظاہری و باطنی کے مشہور زمانہ بزرگ تھے۔ ابھی آپ دو برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ سایہ پدری سر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کے چچا حضرت مولانا شیخ محمد صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی کفالت اور سرپرستی فرمائی اور آپ نے مروجہ علوم معقول و منقول کی کتابیں اپنے چچا صاحب ہی سے پڑھیں۔ اس کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ عربیہ سے علوم حدیث و تفسیر کی تکمیل فرمائی بعد ازاں آپ کے چچا صاحب نے آپ کو سلوک

ومعرفت کی تعلیم و تربیت دی اور اپنی روحانی استعداد اور اہلیت کی بنا پر جلد ہی ان منازل کو طے کر کے سلسلہ قادریہ میں اپنے چچا سے بیعت ہو کر خلافت اور اجازت سے مشرف ہوئے۔ اور آپ بہت جلد مرجع خلائق ہو گئے۔

جب آپ کے چچا صاحب کا انتقال ہو گیا تو آپ قطب زمانہ مجدد دوراں حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ کی خدمت میں دہلی تشریف لے گئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شاہ صاحب نے بکمال مہربانی آپ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بارگاہ الٰہی میں نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دعا فرمائی کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو وار ثاً اور کسباً جو فیض پہنچا وہ سب ان کو نصیب فرما۔ اور اس کے بعد آپ نے بایاں ہاتھ اٹھا کر اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر ہوا میں کر دیا اور فرمایا کہ میں نے حضرت غوث اعظمؓ کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ دے دیا ہے۔ تمام امور دینی و دنیوی میں تمہارے رہبر و رہنما ہوں گے۔ اور اپنی دستار مبارک اپنے سر سے اتار کر آپ کو پہنا دی اور دعائیہ فرمائی۔

حضرت شمس العارفین شاہ غلام علی شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ نے آپ پر اپنی خاص توجہ مرکوز فرمائی جیسا کہ آپ کے بعض مکتوبات اور ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ایک بار آپ نے حضرت مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا "کہ حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب را تعلیم طریقہ مجددیہ نمودم وسعت در نسبت باطنی ایشان پیدا شد و ایں منجملہ انعامات الٰہی سبحانہ است کہ ایں مولوی مسطور از قصور بہ نور تنزلاتے آمدہ در چند ماہ بہ نسبت ہائے

احمدیہ بہ اجازت وخلافت امتیاز یافتند۔"

حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات مظہریہ میں ۔اپنے خلفاء کے حالات کے بیان میں حضرت قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"جامع کمالات علوم ظاہری و باطنی حضرت مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری کہ شاگرداں ومستفیداں بسیار دارد از بلدۂ قصور پر نور نیز دریں سراپا قصور آمدہ حصول سعادت فیوض باطنی کردند بہ عنایت الہی سبحانہٗ در اندک مدت بہ نسبت ہائے احمدیہ مناسبت بہم رسانیدہ اجازت بلکہ خلافت یافتہ الحمد سبحانہٗ اوعم نوالہٗ اللہ تعالیٰ بفضل خویش ایشاں را مرجع طلاب محبت ومعرفت جناب خود امام مستفیدان فرماید، آمین! سبحان اللہ والحمد للہ ایں نعمات الہی بواسطہ حضرت ایشاں یعنی حضرت مرزا مظہر جان جاناں است علیہم الرحمۃ والرضوان"

مندرجہ بالا تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے۔کہ حضرت شاہ دہلویؒ کی آپ پر جس قدر عنایت تھی وہ شاید ہی کسی دوسرے مرید کو حاصل ہوئی ہو۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار عید النبی کے موقعہ پر آپ نماز ادا کرنے کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔ نماز عید کے بعد آپ کے گرد اگرد مریدین اور متوسلین کا اسقدر ہجوم ہو گیا۔ کہ آپ سے باریابی مشکل ہو گئی چنانچہ حضرت مولانا قصوری صاحبؒ اس خیال سے کہ جب ہجوم کم ہو جائے گا تب شرف ملاقات حاصل کروں گا ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اور انتظار کرنے لگے۔ لیکن اسی بھیڑ میں حضرت غلام علی شاہ صاحب نے جب آپ کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ مولانا قصوری صاحب کہاں ہیں چنانچہ آپ جلدی سے اٹھ کر حاضر خدمت ہو کر شرف قدم بوسی حاصل کرنا

چاہتے تھے کہ شاہ صاحب نے آپ کو اپنے سینے سے لگا لیا اور توجہ فرماتے ہوئے اپنے فیض باطنی خصوصی سے مشرف فرمایا اور بہت دیر تک آپ کے حق میں دعا فرمائی اور بلند آواز سے اس مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ حضرت مولانا صاحب جو قصور پٹھانوں سے میرے پاس تشریف لائے ہیں انہوں نے تین چار برس میں جو کچھ مجھ سے حاصل کیا ہے وہ چھ سال میں لوگ مجھ سے حاصل نہ کر سکے اور پھر فرمایا یہ میرے بڑھاپے کی کمائی ہے۔ بعد ازاں آپ شیخ طریقت حضرت مرزا مظہر جانجاناں علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے اور حضرت مولانا پیر قصوریؒ کو اپنے پاس بٹھا کر آپ کا ہاتھ دیر تک ہوا میں معلق رکھا اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص آپ کے گھر میں آیا ہے اس کے حق میں کمال عنایت فرمائیں حضرت شاہ صاحب نے چھ ماہ کی قلیل مدت میں خلافت سے مشرف فرما کر آپ کو رخصت کیا اس کے بعد آپ کی طرف خلائق کا اس قدر رجوع ہوا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

کرامات وخرق عادات

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔

ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے اور مجمع پر وجد و سرور کی کیفیت طاری تھی کہ اتنے میں بڑی زبردست کالی گھٹائیں آئیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی موسلا دھار بارش شروع ہو جائے گی۔ اس سے لوگ مضطرب اور پریشان ہوئے۔ آپ نے دوران وعظ فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم وعظ فرما رہے تھے کہ زور کی گھٹا آئی اور ہلکی ہلکی بارش ہونے لگی اور مجمع میں ہلچل مچنے لگی تو حضرت

غوث الاعظمؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میں جمع کرتا ہوں اور تو پریشان کرتا ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ بادل منتشر ہوگیا اور بارش ختم ہوگئی۔ جب آپ یہ واقعہ بیان کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں بارش رک گئی۔ اور لوگ اطمینان اور سکون کے ساتھ آپ کا وعظ سنتے رہے۔

ایک بار بارش کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا اور موسلا دھار بارش سے لوگ تنگ آگئے اور بہت پریشان ہوئے لوگوں نے آپ سے بارش تھمنے کے لئے دعا کی درخواست کی چنانچہ آپ نے آسمان کی طرف دیکھ کر انگلی سے اشارہ فرمایا اور فوراً بارش رک گئی۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے چچا صاحب سے ایک کتاب عاریۃً لی اور اسکو لے کر سفر کے لئے روانہ ہوگئے دوران سفر کتاب گم ہوگئی۔ آپ کے چچا صاحب نے آپ سے اس کتاب کی واپسی کا تقاضا کیا آپ نے جواباً ان کو لکھا کہ کتب خانہ میں کتاب تلاش کی جائے۔ اور خود یَاجَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ اُرْدُدْ اِلَیَّ ضَالَّتِیْ کا ورد شروع کر دیا کچھ دن کے بعد آپ کے چچا صاحب نے آپ کو لکھا کہ کتاب کتب خانہ سے مل گئی ہے۔

ایک نہایت مفلوک الحال غریب شخص نے حصول برکت کے لئے آپ کی دعوت کی اور صرف گاجریں ابال کر ماحضر کے طور پر آپ کے سامنے پیش کیں آپ نے بخوشی تناول فرمایا اور کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ آج کے دن سے تنگ دستی ختم ہو جائے گی چنانچہ آپ کی دعا سے بفضلہ تعالیٰ وہ بہت جلد مالدار اور صاحب ثروت ہوگیا۔

کشف و انشراح صدر

آپ کو اس قدر کشف تھا کہ آپ واضح الفاظ میں پیشگوئی فرما دیا کرتے تھے اور خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ پیشنگوئی حرف بہ حرف صحیح ہوتی تھی۔ اور مخالفین کو بھی انکار کی مجال نہ تھی۔

ایک مرتبہ آپ کے ایک خادم مرید غلام حسین خاں رئیس ڈیرہ اسماعیل خاںؒ نے جن کی اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی آپ سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے خط تحریر کیا۔ خط پڑھ کر دریائے رحمت جوش میں آگیا آپ نے خط کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار تحریر فرما کر بھیج دیئے جن میں پانچ لڑکوں کی بشارت دی اور ان کے نام اور صفات بھی بیان فرما دیے:

شاہ نواز است قبول خدا	لعل بود گوہر کان حیا!
بادہ سردار سعادت قرین	بادہ عبداللہ عبادت گزیں
لطف اللہ بادہ لطف اللہ خاںؒ	جملہ برادر ز بلا در اماں!!

آپ کی دعا کی برکت سے حق سبحانہٗ نے اس کو پانچ فرزند عطا فرمائے جو انھیں صفات کے حامل تھے جنکی آپ نے بشارت دی تھی۔

ونگہ ضلع گجرات کے رہنے والے آپ کے ایک مرید نے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہا کہ آپ کا غلام زادہ پیدا ہوا ہے آپ اس کے حق میں دعا فرمائیں اور اس کا نام تجویز فرما دیں آپ نے فوراً فرمایا کہ اس کا نام نورالعین رکھ دو اور اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام نور حسین رکھنا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ آپ کا مرید پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا حضرت آپ کا غلام زادہ نور حسین پیدا ہوا ہے۔ مبارک ہو آپ نے فرمایا آئندہ جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام

عبدالرحمن رکھنا ۔ چنانچہ عبدالرحمن کی پیدائش کے بعد اس مرید نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عبدالرحمن کی پیدائش کی مبارک باد دی ۔ آپ نے فرمایا کہ اب جو لڑکا پیدا ہو اس کا نام عبدالرحیم رکھنا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور چاروں بھائیوں کی طویل عمریں ہوئیں ۔

یہ آپ کی مشہور کرامت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ سے اولاد کے لئے تعویذ کی درخواست کرتا تو آپ تعویذ عنایت کرتے وقت اگر ارشاد فرماتے کہ اس کو جست میں منڈھوانا تو یقیناً اولادِ نرینہ پیدا ہوتی اور اگر فرماتے کہ چاندی میں منڈھوانا تو پھر لڑکی پیدا ہوتی ۔

مکاشفہ اور شرحِ صدر کا یہ عالم تھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دکھا دیا ہے ۔ ایک شخص نے آپ کے خلیفہ اعلیٰ حضرت للہیؒ کے ذریعہ تعویذ منگوایا ۔ حضرت پیر قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعویذ مرحمت فرماتے ہوئے کہا کہ چاندی میں منڈھوانا اعلیٰ حضرت للہیؒ نے عرض کیا حضور اس کی خواہش تو لڑکے کی ہے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب تو چار ماہ گزر چکے ہیں ۔ چنانچہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی ۔

تصنیف و تالیف آپ کی تصانیف منظوم اور غیر منظوم بے شمار ہیں ان میں سے کچھ طبع ہو گئی ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں آپ کو حضرت غوث الاعظمؒ سے ایک والہانہ عقیدت تھی اور نہ صرف عقیدت بالکل عشق تھا ۔ چنانچہ آپ نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ کی مدح و مناقب میں ایک طویل پنجابی مثنوی لکھی ہے ۔ جس کے ہر شعر سے عشق و محبت ٹپک

رہی ہے اور وہ طبع ہو چکی ہے ۔ آپ نے ایک دوسری کتاب پنجابی زبان میں سفر حج کے متعلق "زاد الحج" کے نام سے منظوم لکھی ہے جس میں حج سے متعلق تمام مسائل تحریر کیے ہیں جو سفر حج پر جانے والوں کے لئے شمع راہ ہے آپ نے کئی رسائل علمی موضوعات پر لکھے ہیں جو بعض نا پید ہیں اور بعض بڑے کتب خانوں کی زینت ہیں آپ کی بہت سی قلمی تصانیف پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہیں ۔ چند ایک کتب کے نام یہ ہیں

(۱) خلاصۃ التقریر فی مذمۃ الغنا والمزامیر

(۲) "رد فرقہ وہابیہ"

(۳) شرح درود مستغاث وغیرہم

اس کے علاوہ آپ نے اپنے خلفائے کرام کے نام جو مکتوبات تحریر فرمائے ہیں وہ معرفت اور حکمت کا خزانہ ہیں اور ان میں مسائل شرعیہ کے علاوہ تصوف کے اسرار و غوامض بیان کئے ہیں ۔ آپ نے جمعہ کے خطبات نہایت دلکش پیرایہ میں عربی نظم میں ارشاد فرماتے ہیں ۔ جو مطبوعہ ہیں اور تقریباً ڈیڑھ صدی سے مساجد کے ممبروں پر پڑھے جاتے ہیں ۔

"دیوان حضوری" کے نام سے آپ کا ایک دیوان بھی ہے اس کے ایک ایک شعر میں عشق و محبت اور سوز و گداز بھرا ہوا ہے جس کی پہلی غزل بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے ۔

الا یا ایہا الساقی ادب لنا دھما	کہ بے کعبہ اندریں منزل نہ کرد قسم شکلہا
چو راہ عشق بسپردی تحفوظ نفس کنتہ چہ	کہ فرض نماز دنیا کستر بہ از قائمین و نماز

پئے دفع گزند چشم زخم از روئے زیبایش
سویدا دل عشاق اسپند است منقلبا

صبا شاید کہ بردارد نقاب از رخے اودش
ز خود بینی ندارد گل مدارائے عنادلبا

دل نگین او ہر گز نگردد مائل صنم
دگر جنبدش دمیدم سورہ یاسین مزملبا

دو زلفین دلآویزش دلیل راہ عشاق است
برائے قید عشاق است اغلال وسلاسلبا

غلام شاہ محی الدین شدم شادم زبخت خود
رسیدم در مقام دل بریدم جملہ منزل ہا!

آپ کی بہت مشہور تصنیف "تحفہ رسولیہ" کے نام سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نہایت عشقیہ انداز میں لکھا گیا ہے "تحفہ رسولیہ" کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں نہایت طویل قصائد فارسی اور عربی زبان میں منظوم فرمائے ہیں ان میں سے ایک قصیدہ یہاں تبرکاً نقل کیا گیا ہے:-

اے شرف آل آدم و اے فخر انبیاء
انت الذی وصالک لی غایۃ المنیٰ

دین تو راسخ است کتاب تو ناسخ است
فیہ العلوم اجمع والفہم ما حویٰ!

چشم جہان بوئے تو حیراں بروئے تو
یا بہت بک النبوۃ تاہت بک النہیٰ

از آفتاب روئے تو روشن زمین زمان
من نور حمدک العطر المسک والضحیٰ

زانکہ قد فرقتی دخسد فروغتی!
عوجبت قامتی ولجوزت لی جو آ!!

در منزل دنی فتدلی رسیدہ!
ادنی الیک ربک عینک عانیا!

حقاکہ در کمال وجمال نظیر نے
فی الشرق والغروب دفی الارض والسما

علم ازل بہ علم ابد منکشف بتو!!
کل العلوم منک ومن علمک العمیٰ

احوال امت ہمہ معلوم یک بیک — من شک فیہ ضل و من الیقین اہتدیٰ
لطف عنایت تو نہ دیدم بہ ہیچ کس — خلبی وفالبی وفریبی لک الفدیٰ
جز بہ شفاعتت نہ بود اعتماد دل! — الکل یطلبونک آتٍ و من مقلی!
ہر کس وسیلہ نام تو داد و بشوق دل — عجل لنا الشفاعۃ یا شافع الوریٰ!
آدم بخلد رفت پیئے دیدن رخت — والنوح فی النیاحۃ شوقا الی اللقار
بود است غرق بحر خیالت خلیل حق! — من ثم لم یمس بہ نار موقدا!
یوسف ملیح پیش ملاحت نہ دم زند — بالشمس فی الظہیرۃ لا یشبہ السہا
موسیٰ بکوہ طور لقائے تو خواستہ! — لکنہ اجیب بصمصام لن ترٰی!
عیسیٰ سر نیاز بے سودہ بر درت — حتی اصاب حظک بالصدق والصفا
یارب بہ خاک حبیبت گناہ بخش! — الصغرۃ الکبیرۃ والعمد والخطا!!
یارب بہ فضل خویش رساں تحفہ درود — من اضعف العباد الی اشرف الوریٰ

وفات

آپ نے اپنی وفات سے قبل اپنے خلیفہ اعظم اعلیٰ حضرت للہی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا کہ فلاں تاریخ کو قصور پہنچو۔ جب اعلیٰ حضرت للہی حسب الارشاد تشریف لائے تو آپ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور الطاف و عنایات قلبیہ سے سرفراز فرمایا۔ بروز پنج شنبہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۰۰ھ کو حضرت مولانا قصوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت للہی کو سامنے بٹھا کر مثنوی شریف کا درس دیا درس کے دوران اولیاء کی موت اور حیات بعد الممات کا ذکر تک ذکر فرماتے رہے جب درس ختم ہوا تو اسی وقت انتقال فرما گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۷۸ سال کی تھی آپ کا مرقد انور قصور شریف بڑے قبرستان

متصل جیل روڈ واقع ہے۔ آپ کے مزار پر انوار کے گردو نواح ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارتی توپوں کے گولے گرے تھے۔ تو یہ شکستہ ہوگیا لہٰذا حضرت صاحبزادہ سید شبیر احمد شاہ بخاری نے مزار مبارک کو نہایت شاندار طریق پر از سر نو تعمیر کروا دیا افسوس صد افسوس کہ مزار شریف کی تیاری کا ابھی کچھ حصہ باقی تھا کہ شاہ صاحب موصوف اچانک انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون موصوف حضرت مولانا غلام محی الدین کی تصانیف کو بھی چھپوانے کا بندوبست کر رہے تھے ملفوظات اور خطبات کی کتابت ہو چکی ہے۔ جو مکتبہ نبویہ لاہور چھاپ رہا ہے۔ سید بشیر احمد مرحوم نے حضرت پیر قصوری کے حالات پر "انوار محی الدین" کے نام سے ایک عمدہ کتاب بھی لکھ کر چھپوائی تھی۔

حضرت خواجہ نور محمد تیراہی المشہور بہ حضرت باباجیو صاحب

ولادت و حالات آپ ۱۱۷۶ھ میں پیدا ہوئے آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ بابا فیض اللہ صاحب تیراہی کے خلیفہ مجاز تھے۔ جس وقت آپ سجادہ نشین ہوئے تو سب سے پہلے فقیر اللہ نور اور عجب نور جو کہ افغانستانی تھے۔ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں منتہی ہو کر مجاز طریقہ ہوگئے جب دونوں حضرات افغانستان واپس گئے تو اس قدر شہرت ہوئی کہ دونوں بھائیوں کو بیعت کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔

تمام افغانستان میں ان کے ذریعے اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ ایک روز ایک درویش جو خاندان چشتیہ سے منسلک تھے عجب نور کے پاس آئے اور اس موضوع پر گفتگو شروع ہوئی کہ اولیائے ہندوستان زبردست ہیں یا اولیائے افغانستان۔ بعد نماز عشاء اللہ نور نے ایک پتھر لا کر رکھ دیا اور چشتی صاحب سے کہا کہ آپ اس پر توجہ کریں فقیر بھی توجہ کرے گا چشتی صاحب نے اسمائے الٰہی کی ضربات کا بہت زور لگایا لیکن اس پتھر پر کچھ اثر نہ ہوا اس کے بعد خلیفہ اللہ نور نے بسم اللہ شریف اور کلمۂ تمجید پڑھ کر اسم ذات کی ضربات لگانا شروع کیں بفضل الٰہی پتھر حرکت میں آگیا۔ گاؤں کا سردار اس پتھر کو تبرکاً اپنے گھر لے گیا اور باقی گاؤں کے تمام لوگ حضرت خواجہ صاحب کے سلسلہ میں داخل ہوگئے۔

آپ کے اشغال و معمولات

آپ صبح کی نماز کے بعد تا ادائے نفل اشراق کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔ اور تسبیح پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔ بعد نماز صبح ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ۔ الٓمٓ الی مفلحون۔ آیت الکرسی شریف۔ آیت ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ تا خٰلِدُوْن پڑھ کر سورہ یٰسین شریف۔ قل یا ایہا الکٰفرون۔ قل ہو اللہ احد اور سورۃ ہائے معوذتین پڑھ کر ایک تسبیح درود شریف پڑھا کرتے تھے ــــ بعد ازاں نماز نفل اشراق چار رکعت پڑھتے تھے نوافل کے بعد طالب بیعت حضرات کو بیعت فرمایا کرتے تھے۔ بعد ازاں لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ اور آپ خود بھی فقراء کے ساتھ کھانا کھاتے تھے ــــ قدرے آرام کر کے زوال کے بعد وضو کر کے نفی اثبات کی تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ اور چار رکعت نماز سنت زوائدہ ہمیشہ نماز ظہر اور عصر سے پہلے ادا کی پڑھا کرتے

تھے ۔ بعد نمازِ ظہر آپ توجہ فرماتے تھے ۔ اور سائلین کو تعویذات وغیرہ دیا کرتے تھے ۔ نماز ظہر کے بعد ایک بار ضرور سورہ نوح پڑھا کرتے تھے ۔ بعد نماز عصر مراقبہ فرماتے تھے ۔ نمازِ مغرب کی پہلی رکعت میں سورہ الھاکم التکاثر اور دوسری رکعت میں سورہ والعصر کی قراءت فرماتے تھے ۔ اور بعد میں چھ رکعت نماز اوابین پڑھتے تھے ۔ اور اپنے خلفاء اور مریدین کو ان نوافل کی تاکید کرتے تھے ۔ بعد میں سورہ واقعہ شریف کی تلاوت کرتے تھے ۔ اور بعد نمازِ عشاء ذکر سے پہلے آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے سبحان الملک القدوس اور نیز ایک بار سورہ تبارک الذی ایک مرتبہ اسماء حسنیٰ ، اور ایک مرتبہ آخر سورہ بقرہ ایک مرتبہ آیت ثم انزل علیکم تا صدور اور آخر سورہ بنی اسرائیل اور آخر سورہ کہف ، آخر سورہ حشر اور آخیر کے دس سورہ پڑھ کر استراحت فرماتے تھے ۔ آخر رات بیسے حصہ میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز بارہ رکعت ادا کر کے ایک تسبیح استغفار پڑھ کر تھوڑا سا مراقبہ کر کے سبحہ گردانی ذکر اثبات و نفی فرماتے اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ آپ درمیان سنت و فرض نماز فجر دائیں پہلو پر ذرا لیٹ جایا کرتے تھے ۔

خرق عادات

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضور جناب بابا جیو صاحبؒ بمقام موضع لحاظ جو کہ عین وسط نیراہ میں ہے تشریف لے گئے گاؤں کے باشندگان آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے موضع کا پینے کا پانی بہت دور سے آتا ہے ۔ اور ہم لوگوں کو سخت تکلیف ہے کیونکہ اس موضع کی آبادی پہاڑ پر واقع ہے اور پانی نشیب کی

طرف ایک میل سے زیادہ دور ہے اس لئے پانی لانے میں بہت تکلیف ہوتی ہے۔ خدا کے واسطے ہمارے حال پہ رحم فرمائیں اور درگاہ الٰہی میں ہمارے حق میں دعا کریں کہ باری تعالیٰ کہیں نزدیک سے ہمارے لئے پانی کی سبیل پیدا کردیں حضور نے فرمایا اچھا آج ہم استخارہ کریں گے۔ اور تم لوگ بھی استخارہ کرو جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہم کو حکم ہوگا اس پہ عمل کریں گے بعض حاضرین نے استخارہ کی ترکیب دریافت کی تو آپ نے فرمایا — نماز عشاء کے بعد وضو کر کے دو رکعت نفل بہ نیت استخارہ ادا کریں۔ اور اس کے بعد یہ دعا ایک مرتبہ پڑھ کر سو جائیں۔ استخارہ کی دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

—— اور فرمایا کہ نفلوں کی قرأت میں پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھیں چنانچہ حسب الارشاد سب نے اس پہ عمل کیا صبح کو بعد از نماز سب نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا

کہ حضرت آپ کی طرف سے ہماری مشکل کشائی کا اشارہ ہوا ہے ۔ آپ نے فرمایا
کہ خداوند کریم کی رحمت کا ہمیشہ امیدوار رہنا تصوف کا پہلا رکن ہے ۔ پھر فرمایا
چلو ہمارے ساتھ اس کے بعد آپ نے اس پہاڑ کے دوسرے گوشہ کی طرف
ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے تقریباً ایک میل چل کر دفعتہ
ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اسی جگہ ٹھہر جانے کا حکم ہے وہاں پر آپ نے دو رکعت
نماز ادا کی اور سورہ فاتحہ پڑھ کر پھاوڑے سے ایک پتھر کو نکالنا چاہا تین ضربیں
لگائیں اور بسم اللہ شریف پڑھتے رہے حکم الٰہی سے پتھر حرکت میں آگیا ۔ پھر حاضرین
نے اس جگہ کو کھودنا شروع کیا آدھ گھنٹے کی محنت کے بعد پتھر باہر آگیا اور
نہایت صاف اور شفاف پانی کا چشمہ اس جگہ سے جاری ہو گیا آپ نے فرمایا
کہ نہر کی صورت میں پانی کا راستہ آبادی کی طرف بنانے چلو چونکہ ایک بڑا عظیم
الشان مجمع تھا سب لوگ اس کام کو غنیمت جان کر نہر کھودنے لگے اور راجہ
صاحب نے وہاں پر زمین گاؤں کا صدقہ دیا ۔ عصر کی نماز کے وقت نہر کا پانی
مسجد لما ظ تک پہنچ گیا اور نماز مسجد میں ادا ہوئی بعد ازاں نہر کے پانی کو مسجد
کے صحن میں سے گزار کر جب آگے کی طرف پانی کا رخ کیا تو وہاں پر نشیب میں
ایک زمیندار کی زمین تھی ۔ زمین کے مالک نے اس زمین میں پانی کے بہاؤ سے منع
کر دیا ہر چند اس کو سمجھایا مگر اس نے کہا کہ اگر قتل بھی کر دو گے تب بھی یہ پانی
ادھر سے نہیں گزرنے دوں گا ہر چند اس کی منت سماجت کی مگر وہ راضی نہ
ہوا آخر کار آپ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ خود اس کے لئے راستہ بنا دیں گے
تقریباً نصف شب کے وقت ایک بڑا زبردست شور ہوا سب لوگ نیند سے

بیدار ہوگئے جب صبح کو لوگ نماز کے لئے مسجد میں گئے تو دیکھا کہ وہاں پر پتھر میں تین گز کا گول سوراخ ہوگیا ہے اور پانی اس میں جاری ہے۔ اب تک اس سوراخ میں نہر کا پانی گزرتا رہتا ہے۔ اور آگے کہیں اس پانی کا نام ونشان نظر نہیں آتا دو تین روز تک آپ کا وہاں پر قیام رہا اور گاؤں کے تمام لوگوں نے آپ سے بیعت کی۔

ہجرت

حضرت باباجیو صاحبؒ تقریباً اسی سال تک تیزی شریف میں قیام پذیر رہے جہاں ایک خلقت کثیر نے آپ کے فیض سے استفادہ کیا لیکن علاقہ تیراہ میں ایک گاؤں چیری نامی میں ایک شخص مسمیٰ ولی خان آپ کے خلاف ہوگیا وہ جگہ جگہ یہ وعظ کیا کرتا تھا کہ باباجیو صاحب کی خدمت میں کوئی نہ جایا کرے چونکہ ان کا طریقہ جوگیانہ ہے اور وہ اپنے مریدوں کو ایک ہزار مرتبہ یومیہ یا ابلیس پڑھنے کو بتاتے ہیں جو افغانی آپ سے ناواقف تھے وہ یہ باتیں سن کر آپ کے خلاف مشتعل ہوگئے اور آپ کے وہ عقیدت مند جو پنجاب اور ہندوستان سے آتے تھے۔ ان کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ اور مال و اسباب چھین لیا کرتے تھے چند سال تو آپ اس تکلیف کو برداشت کرتے رہے۔ اور جب اپنے متوسلین کی تکلیف گوارا نہ ہوئی تو بالآخر مجبور ہو کر تیزی شریف سے بمقام موضع ڈراڈر تشریف لے آئے۔

وفات

چند سال وہاں مقیم رہے اور پھر ۱۲۸۴ھ میں موضع ڈراڈر سے موضع چورہ شریف جو کہ اٹک کے مضافات میں ہے تشریف لے گئے اور وہاں پر ایک سال اور چھ ماہ قیام کے بعد رحلت فرمائے عالم

جاودانی ہوگئے۔

حضرت ابوالبرکات خواجہ امام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ مکان شریف والے

انتساب واکتساب آپ ۱۲۱۲ھ میں بمقام مکان شریف (رتر چھتر) ضلع گرداسپور پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی میر سید حیدر علی شاہ تھا جن کی نگرانی میں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ فارسی کی بعض کتابیں آپ نے مولانا فقیر اللہ دین کوفی سے پڑھیں اور چونکہ آپ کے آباؤ اجداد طبیب تھے اس لئے آپ نے بھی کتب درسیہ طبیہ حافظ محمد رضا صاحب اور مولانا نور محمد صاحب سے پڑھیں۔ آپ کی طبیعت شعر وسخن کی طرف مائل تھی اور اکثر فی البدیہہ اشعار کہا کرتے تھے جو عشق ومحبت اور سوز وگداز سے پر ہوتے تھے۔

ایک بار اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحب بھورے والا رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ میاں صاحب زادے تم کونسی کتاب پڑھتے ہو آپ ابھی جواب دینے ہی والے تھے کہ اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحب نے فرمایا کہ مثنوی شریف ضرور پڑھا کرو اس سے عمل واعتقاد میں پختگی اور قلب میں صفائی اور جلا اور روح کو تقویت حاصل ہوتی ہے چنانچہ حضرت صاحب کے کہنے کے مطابق آپ نے مثنوی شریف کا مطالعہ شروع کر دیا اور دوسرے روز اعلیٰ حضرت نے آپ کو بلا کر مثنوی شریف کے بعض اشعار کی تشریح وتوضیح فرمائی جو آپ کے دل پر نقش ہوگئی اور یہ محسوس ہوا کہ مثنوی شریف اعلیٰ حضرت سے بہتر کوئی نہیں پڑھا سکتا چنانچہ اس کے بعد سے آپ نے

باقاعدہ طور پر مثنوی شریف کا درس اعلیٰ حضرت سے لینا شروع کر دیا ابھی چند اوراق ہی پڑھنے پائے تھے۔ کہ اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحبؒ حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لئے جہلم تشریف لے گئے حضرت خواجہ امام علی صاحب بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ راستہ میں عجیب وغریب واقعات اور کرامات کا مشاہدہ ہوا خصوصاً جب آپ حافظ صاحب کے پاس پہنچے تو بے شمار خرق عادات کا ظہور ہوا۔ جب آپ نے عوام الناس کو حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے دیکھا تو آپ نے بھی حافظ صاحب سے اپنے حق میں دعا کی درخواست کی۔ حافظ صاحب نے آپ کے حق میں دعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحب کی محبت بدرجہ کمال عطا فرمائے اور ان کے رشد و ہدایت کے فیضان سے مالا مال فرمائے۔

حافظ صاحب کے فرمانے سے خواجہ امام علی شاہ صاحب کے دل میں اعلیٰ حضرت شاہ حسین صاحب کی الفت ومحبت اس درجہ جاگزین ہو گئی کہ بغیر آپ کی زیارت کے دل کو قرار نہ ہوتا تھا اور آپ کے دیدار کے علاوہ دنیا و مافیہا کی کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی تھی آپ کے والد ماجد کا سایہ بچپن ہی میں اٹھ گیا تھا۔ جب آپ کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو آپ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں بیعت کے لئے عرض کیا تو اعلیٰ حضرت نے بکمال وعنایت عام طریقہ کے مطابق بغیر استخارہ ہی کے آپ کو اپنی بیعت میں داخل فرمایا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی توجہ خاص سے سلوک وطریقت کے منازل طے

کراکر درجہ کمال کو پہنچا دیا۔

سید صدرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آپ کے پیر بھائی تھے۔ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے حضرت امام علی صاحب کو بیعت کرنے کے بعد جن معمولات و وظائف اور اشغال کی تعلیم فرمائی ان پر آپ آخری عمر تک کاربند رہے اور اس کا نتیجہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت کی توجہ خصوصی سے آپ فقر و ولایت کے ایسے بلند مرتبہ پر پہنچ گئے کہ آپ کی نظر اکسیر کا حکم رکھتی تھی اور آپ کے مریدین اور طالبان حق پہلی ہی ملاقات میں اس درجہ پر پہنچ جاتے تھے جس کا حصول برس ہا برس کی ریاضت اور مجاہدہ سے بھی مشکل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحبؒ وحدانیت کے روشن چراغ، علم و حکمت کے آفتاب اور سپہر قیومیت کے درخشندہ ستارے تھے۔ آپ کے قلب کو خداوند کریم نے ایسی جلا بخشی تھی کہ آپ کی محفل اور مجلس میں کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ دل میں کوئی خیال یا وسوسہ لا سکے اگر حاضرین میں سے کسی کے دل میں کوئی خیال یا وسوسہ پیدا ہوتا تھا تو آپ کے آئینۂ قلب پر فوراً اس کا عکس پڑ جاتا تھا۔ اور آپ اس کی اصلاح فرما دیا کرتے تھے۔

آپ خاندان شریفیہ نقشبندیہ مجددیہ کے وہ روشن ستارے ہیں۔ جن کے فیض سے خطہ پنجاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو عروج و فروغ حاصل ہوا۔

ریاضت و مجاہدہ

آپ نے باوجود اس علو مرتبت کے اس قدر مجاہدہ کیا کہ اسکی نظیر دیگر اولیاء کرام کے یہاں بہت کم ملتی ہے۔ آپ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا۔ کہ نماز عشاء سے فراغت

کے بعد مکان شریف سے دو میل کے فاصلہ پر جنوب کی سمت ایک پانی کا تالاب ہے جس کا نام ڈھولی ڈھاب ہے وہاں تشریف لے جا کر علیحدگی میں پانی کے کنارے مراقبہ کیا کرتے تھے۔ اور فجر کے وقت تک وہیں بیٹھے رہتے تھے۔

کرامات و خرق عادات آپ کی کرامات مکان شریف کے گرد و نواح میں زبان زد خلائق ہیں۔ سب سے افضل اور اعلیٰ کرامت تو آپ کی یہ تھی کہ جو شخص بھی آپ کو دیکھتا تھا دل وجان سے آپ پر عاشق ہو جاتا تھا۔ آپ کے جلال اور رعب کا یہ عالم تھا کہ کسی کو یہ مجال نہ تھی کہ نظر بھر کر دیکھ سکے۔ ہزارہا مردہ دل آپ کی توجہ سے اعلیٰ منازل اور مقامات پر پہنچ گئے۔ ہزاروں غیر مسلم آپ کی زیارت کرنے سے مشرف باسلام ہو گئے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

ایک روز ایک عورت اپنی بیمار لڑکی کو آپ کی خدمت میں دعا کیلئے لے کر روانہ ہوئی راستہ میں اس کا انتقال ہو گیا اس کی سوائے اس لڑکی کے اور کوئی اولاد نہ تھی صدمہ اور غم سے نڈھال وہ اب اس ارادہ سے مکان شریف پہنچی کہ اپنی لڑکی کو وہاں دفن کر دے جب حضور کی خدمت میں پہنچی اور اپنی داستان رنج و غم بیان کرنے ہی والی تھی کہ دفعتاً اس نے دیکھا کہ وہ بالکل تندرست ہو گئی ہے ہزارہا آدمیوں نے آپ کی اس کرامت کا مشاہدہ کیا۔

حضرت مولینا عبدالرحیم صاحب کلانوری فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک

ساربان اپنے ایک بیمار اونٹ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بے حد غریب ہوں میری روزی کا یہی ذریعہ اور آسرا ہے اور میرا اونٹ اچانک بیمار ہو گیا ہے اور سخت کانپتا ہے آپ اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیے۔ آپ پر اس وقت ایک خاص حالت طاری تھی آپ نے فرمایا تیرا اونٹ تو بالکل تندرست ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اگر تندرست ہوتا تو میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ تیرا اونٹ بالکل تندرست ہے اس نے عرض کیا کہ اونٹ در دولت پر حاضر ہے تکلیف گوارا فرما کر ملاحظہ فرمالیں۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ جاکر دیکھو اس کے اونٹ کو کوئی بیماری ہے جب لوگ اس ساربان کو لیکر اونٹ کے پاس گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اونٹ بالکل تندرست ہے اس نے اونٹ پر بوجھ لادا اور دعائیں دیتا ہوا خوشی خوشی چلا گیا۔

ایک شخص کا ایک ہی لڑکا تھا جس کی دونوں آنکھوں کی بینائی چیچک کی وجہ سے جاتی رہی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرا ایک ہی لڑکا ہے۔ اور میرے کاروبار اور ذریعہ معاش کا یہی ذریعہ ہے چیچک کی وجہ سے اس کی بینائی ختم ہو گئی ہے آپ براہ کرم اس کے واسطے دعا فرمائیں آپ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب اس کی آنکھ میں ڈال دیا اور حکم دیا کہ چند روز یہاں رہ کر لعاب دہن آنکھوں میں ڈلواتے رہیں۔ چنانچہ دو تین بار ڈالنے سے اس کی بینائی واپس آگئی۔

ایک زمیندار آپ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی درد زہ

میں تڑپ رہی ہے اور قریب المرگ ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوتا آپ نے فرمایا تجھے مبارک ہو تیرے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے جب وہ شخص گھر واپس گیا تو دیکھا کہ بیوی تندرست اور خوش و خرم ہے اور بچہ کو گود میں لئے بیٹھی ہے۔

بے شمار جذامی مکان شریف آتے تھے۔ اور آپ کے وضو کا پانی بدن پر ملنے سے بالکل تندرست ہو جاتے تھے۔

فرمودات وارشادات

فرمایا توبہ ہر شخص پر واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ اور جیسا کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ آیات شریفہ اور حدیث مقدسہ کی تشریح اور توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ عوام کی توبہ ممنوعہ اشیاء سے اجتناب کرنا اور گناہوں سے احتراز کرنا ہے۔ اور خواص کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنی حالت کی نگہداشت اور نگرانی کریں۔ توبہ اس طرح کرنی چاہیے کہ توبہ کرنے کے بعد گناہ کا خیال اور تصور بھی دل میں پیدا نہ ہو۔ اور دل میں یہ خیال رکھنا چاہیے۔ کہ توبہ کرنے کے بعد ایک گناہ صغیرہ بھی توبہ کرنے سے پہلے ستر گناہوں سے بدتر ہے چونکہ توبہ کرنے کے بعد گناہ کرنا توبہ کو توڑنے اور معاہدہ شکنی کے مترادف ہے اور عہد شکنی سے نزول بلا کا امکان اور صورت مسخ ہو جانے کا اندیشہ ہے بعض اوقات توبہ شکنی سے ایسی ظاہری اور باطنی بلائیں نازل ہوتی ہیں کہ معاذ اللہ ان سے نجات مشکل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ

السلام کی امتوں کے مسخ صورت کے قصے مشہور اور قرآن پاک میں مذکور ہیں۔ چونکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جسم یا چہرے کے مسخ کو روا نہیں رکھا اس لئے توبہ شکنی سے لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں اور دل دوبارہ توبہ کی توفیق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ، استغفر اللہ استغفر اللہ۔

فرمایا مرید کو ہر حالت میں متوکل رہنا چاہیے۔ رزق کے حیلے ضرور اختیار کرے بیکار نہ بیٹھے لیکن اللہ تعالیٰ کو رازق جانتے ہوئے۔ یہ یقین رکھے کہ جو مقسوم مقدر ہے وہ اللہ تعالیٰ ضرور پہنچائیں گے۔ رزق کے لئے فرمان الٰہی کو کبھی فراموش نہ کرے۔ چونکہ مقسوم ہر حالت میں زیادہ ملنا محال اور ناممکن ہے۔ اور نافرمانی کی وجہ سے خرابی دو جہاں میں مبتلا ہونا یقینی ہے۔ اس لئے یقین کو چھوڑ کر موہوم کے لئے مصیبت میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔

فرمایا تمام عبادات سے مقصود صرف ذکر الٰہی ہے اس لئے مرید کو کسی لمحہ ذکر سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔

جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ۔ تیسری جگہ ذکر کی بہت بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ اور چونکہ ذکر کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور چونکہ ذاکر کا دل ذکر کی برکت اور نورانیت کی وجہ سے ماسویٰ سے پاک ہو جاتا ہے جو عبادات کا اصل مقصو

اور مدعا ہے اس لئے مرید کو فرائض کے علاوہ تمام وظائف و اشغال پر ذکر کو ترجیح دینی چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ ذکر کی برکت سے دین و دنیا کے مقصود میں کامیابی عطا فرمائیں۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا ذِکْرًا دَائِمًا بِحَقِّ وَبِجَاہِ سَیِّدِنَا الْمُرْسَلِیْنَ

وفات قیوم زماں حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ ۱۲۸۲ھ میں واصل بحق ہوئے۔ مولوی ابو محمد حسن شغری امرتسری نے تاریخ وفات آیت ذیل سے نکالی، جو لاجواب و بے مثال ہے۔

" اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ

مزار پُر انوار موضع مکان شریف (جس کا پہلا نام رتڑ چھتڑ ہے) ضلع گورداسپور مشرقی پنجاب میں ہے۔

حضرت مولانا غلام مرتضٰی قدس سرہٗ ساکن بیربل شریف

ابتدائی حالات آپ کا خاندان حسب و نسب کے اعتبار سے بڑا عالیشان ہے فضیلت اور شرافت اس خاندان میں نسلاً بعد نسلاً و دیعت چلی آتی ہے آپ کے آباء کرام کئی پشت سے متواتر عالم باعمل اور ولی کامل چلے آتے ہیں۔ آپ ۱۲۵۱ھ میں بمقام بیربل شریف علاقہ شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے ایک کامل بزرگ نے آپ کے والد ماجد کو آپ کی پیدائش اور علو مرتبت کی بشارت دی آپ کی عمر ابھی تیرہ برس کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال

ہوگیا آپ نے اپنے والد بزرگوار کی زندگی ہی میں کلام اللہ شریف حفظ کر لیا تھا۔ اور کتب فارسی تا سکندر نامہ اور علم فقہ کی بعض فارسی کتب اور فتاوٰی مثل صلوٰۃ مسعودی وغیرہ پڑھ لی تھیں۔

اپنے والد محترم کی وفات کے بعد آپ تحصیل علم کے لئے کئی جگہ تشریف لے گئے مگر کسی جگہ جمعیت خاطر اور تسکین قلبی حاصل نہ ہوئی آخر حافظ قائم صاحب جو آپ کے کلام اللہ شریف کے استاد تھے۔ ان کے مشورہ سے جامع کمالات ظاہری اور باطنی وفہیم طریقہ احمدی اعلیٰ حضرت غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمقام للہ شریف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں تھوڑی سی مدت میں علوم مروجہ مثل نحو، کلام، منطق، بدیع، معانی، اصول، فروع، حدیث، ہیئت، فلسفہ وغیرہ کی تکمیل فرمائی اور بعمر اٹھارہ سال دستار فضیلت باندھ کر اور کمالات ظاہری و باطنی سے مشرف ہو کر اپنے آباؤ اجداد کی جگہ یعنی بیربل شریف میں رونق افروز ہوئے اور درس وتدریس اور تبلیغ کا سلسلہ جاری فرمایا۔

اکتساب فیض روحانی ایام تعلیم کے دوران آپ نے قطب الاقطاب مرشد الشیخ والشاب مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور بارشاد حضرت ممدوح سلوک طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اعلیٰ حضرت للہی سے جو موصوف قصوری کے اجلہ خلفاء میں سے تھے اکتساب فرمایا۔

تدریس علم چونکہ آپ کو تدریس علم کا بڑا شوق تھا۔ اعلیٰحضرت للہی نے چند طالب علم تبرکاً آپ کے حوالہ فرمائے پھر آپ کے حوالہ

فرمائے۔ پھر آپ کے پاس طلاب علوم کا اس قدر ہجوم ہوا کہ مسجد مبارک میں باوجود وسعت مکان قدم رکھنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ رات دن آپ پڑھانے میں ہی مشغول رہتے تھے۔ ایک دن خود ہی ارشاد فرمایا کہ ابتدا میں فقیر کو سوائے تدریس کے اور کوئی کام پسند نہ آتا تھا اور نہ کسی اور کام میں جی لگتا تھا۔ بڑے بڑے متبحر عالم اور ذکی لوگ دور دور سے شہرت سن کر آپ کے درس میں آتے طالب علموں کی تعداد عموماً ایک سو تک رہتی تھی۔ آپ کی تعلیم کی برکت ایسی تھی کہ جس نے کچھ تھوڑا سبق بھی آپ سے پڑھ لیا وہ بڑے بڑوں سے لائق و فائق ہو گیا۔

آپ کی تقریر میں یہ خوبی تھی۔ کہ بڑے بڑے مشکل مقامات آپ نہایت ہی مختصر الفاظ میں سمجھا دیتے تھے۔ اور خواہ کیسا ہی غبی طالب علم ہو اس نے کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ میں سمجھ نہیں سکا۔ اور طالب علموں کی کثرت سوالات سے آپ کبھی ناراض نہیں ہوتے تھے۔

کتابوں کے ساتھ آپ کو ایسا شغف تھا کہ جو کچھ آتا تھا کتابوں پر خرچ فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ فلاں موضع میں سڑک کے متصل کنواں ہے اس کی متعلقہ زمین آپ کے دادا صاحب کی ملکیت تھی آپ کے والد بزرگوار نے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ مزارعان موروثی اس پر قابض ہو گئے ہیں۔ آپ اگر ایک سو روپیہ اس پر خرچ کریں اور حکام کے پاس مقدمہ دائر کیا جائے تو وہ کنواں آپ کو مل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ایک سو روپیہ پاس ہو تو اس کی کتابیں خریدیں گے یا للہ خرچ کریں گے۔ ہم کو کنویں

کی کیا ضرورت ہے۔

تبحرِ علمی

آپ کے علم و فضل اور تبحر علمی کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ اس زمانہ کے تمام علماء آپ کا احترام کرتے تھے اور اس زمانہ کے مولویوں میں سے کسی کو آپ کے ساتھ مباحثہ اور مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ کم گوئی آپ کی جبلی عادت تھی۔ کسی سے زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے۔ اور نہ کسی اہل علم سے بغرض امتحان کوئی سوال کراتے تھے۔ البتہ اگر کوئی آکر اپنی تعلی ظاہر کرتا تو آپ کوئی نہ کوئی سوال ایسا کرتے جس کا جواب دینے سے عاجز ہو کر وہ آپ کی ہمہ دانی اور علو مرتبت کا قائل ہو جاتا۔

آپ کے زمانہ میں غیر مقلدوں کا بڑا زور شور ہو گیا ان کے ساتھ چند دفعہ آپ کو بحث مباحثہ کا اتفاق ہوا آپ کے انفاس قدسیہ کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان کو شکستِ فاش دی۔

سب سے بڑا مباحثہ بمقام کوٹ بھائی خان ہوا۔ بحث کی خبر سن کر خلقت دور دور سے جمع ہو گئی۔ حفظِ امن کے واسطے حکام کی طرف سے بذریعہ رسالہ انتظام کرایا گیا۔ غیر مقلدین کا سربراہ جو بڑی دھوم دھام سے آیا تھا اور جس کو اپنے علم و فضل پر بڑا غرور اور گھمنڈ اور فخر تھا۔ اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا حضرت قبلہ نے دو تین باتوں میں لاجواب اور ساکت کر دیا۔ پہلے آمین بالجہر کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی چونکہ غیر مقلد جا بجا زور زور سے امام کے پیچھے آمین پکارتے تھے۔ احناف کو بات گراں گزرتی تھی۔ عالموں میں اس بات پر جھگڑے شروع ہو گئے آخر اس بحث تک نوبت پہنچ گئی۔ حنفیوں کی طرف

سے حضرت قبلہ کی سرکردگی میں دوسرے علماء اور فضلاء تھے۔ آپ نے اپنے مقابل سے فرمایا کہ آمین بالجہر کے بارے میں تمہارے پاس کیا سند ہے۔ اس نے کہا صحیح بخاری میں ہے حضرت نے کہا دکھاؤ کہاں ہے اس نے صحیح بخاری سے باب الجہر بالآمین نکالا حضرت نے فرمایا یہ تو امام بخاری کا قول ہے وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول دکھاؤ۔ اس نے اس باب کی حدیث پڑھی جس میں آتا ہے۔ اِذْ قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْن حضرت نے فرمایا آمین تو ہم بھی کہتے ہیں اور اس حدیث سے صرف یہی مستفاد ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ جہر کا لفظ حدیث میں کوئی نہیں آیا۔ مقابل نے کہا جہاں قولوا کا لفظ آئے وہاں جہر مراد ہوتا ہے۔ حضرت نے فرمایا آگے دوسری حدیث میں ہے اِذْ قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔ اس حدیث میں بھی قولوا کا لفظ ہے اور جہر مراد نہیں اور تم لوگ بھی ربنا لک الحمد جہر سے نہیں کہتے مخالف چپ ہو گیا اور گھبرا کر کہا اس بات کا جواب ہم پھر کسی وقت دیں گے۔ اب ہماری طبیعت گھبرا گئی ہے یہ کہکر مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا اور رات کے وقت بھاگ کر چلا گیا۔ اسی مسئلہ میں ایک اور مقلد نے آپ کے پاس ترمذی شریف کی وہ حدیث پڑھی جس میں آتا ہے وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور بلند کیا ساتھ اس کے آواز اپنا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا یہ تو ہم مانتے ہیں کہ آں حضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند آمین کہی۔ مگر آنحضرت کا کہنا تعلیم کے لئے تھا۔ اور یہ بات تمہارے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ کسی حدیث میں یہ دکھاؤ کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو آمین بالجہر کہنے کے لئے ارشاد فرمایا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مقتدیوں نے کبھی آمین بالجہر کہی ہو۔ غیر مقلد یہ سن کر چپ ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

اس طرح ایک دفعہ ایک اور غیر مقلد نے آپ کے ساتھ آمین بالجہر کے بارے میں یہی حدیث اِذْ قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنْ پڑھ کر گفتگو کی جب اس مسئلہ میں ساکت ہوا تو پھر کہا کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنے کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا کہ علاوہ اور دلائل کے یہی حدیث بڑی پختہ دلیل ہے۔ اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو فاتحہ پڑھنے سے روکا اور حضرت امام کے فاتحہ ختم کرنے پر آمین بآواز آہستہ کہنے کا حکم فرمایا۔ یہ جواب سن کر سائل حیران ہو گیا۔ اور آپ کی تبحر علمی کا قائل ہو گیا۔

ایک دفعہ ایک اور غیر مقلد آیا اور گفتگو شروع کر دی اور زیادہ زور اس بات پر دیا کہ آیت اور حدیث میں تاویل نہ کرنی چاہیے حنفی لوگ تاویلیں بہت کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ هُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ۔ الآیہ میں تاویل نہ کرو اور تناقض دور کرو۔ بیچارے نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی شافی جواب نہ دے سکا آخر لاجواب ہو کر چلا گیا ـــــ اسی طرح ایک اور غیر مقلد سے آپ نے فرمایا کہ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى الآیہ میں تاویل نہ کرو اور تناقض رفع کر دو۔

ایک غیر مقلد مولوی کتب فروشی کے سلسلہ میں ہر سال بیربل شریف

آتا تھا اور اختلافی مسائل پر گفتگو کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا
کہ ہم تم سے ایک بات پوچھتے ہیں اُس کا جواب دو۔ تم لوگ اپنے آپ کو
محدث اور عامل بالحدیث کہلاتے ہو۔ اور نماز تراویح تمہارے نزدیک
آٹھ رکعت مسنون ہے اور بیس رکعت بدعت کہتے ہو اور یہ بھی تم مانتے ہو
کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھیں اور جملہ
صحابہؓ نے ان کے پیچھے بیس ہی پڑھیں اور بقول تمہارے سب اصحاب
مرتکب بدعت ہوئے اور جو شخص مرتکب بدعت ہو دینیات میں اس کی بات
قابل اعتبار نہیں ہوتی بنا بریں جملہ روایات ان کے قابل اعتبار نہ رہے یعنی
کوئی حدیث قابل اعتبار نہ رہی پس تمہارے عقیدے کے مطابق جب حدیثیں
قابل اعتبار نہ رہیں تو تم کس طرح محدث اور عامل بالحدیث بن سکتے ہو۔ وہ
مذکور سن کر چپ ہو گیا۔ اور دیر کے بعد کہا کہ میں اپنی جماعت سے یہ بات
کروں گا اور اس کا جواب دوسری دفعہ آکر دوں گا۔ حضرت نے فرمایا تم کو
سال کی مہلت ہے بے شک تحقیق کرو اور دوسرے سال پھر جب وہ
آیا تو حضرت نے ہنس کر فرمایا۔ کہ میاں ہمارے سوال کا جواب ملا یا نہیں۔
اس نے کہا کہ حضرت اس دفعہ تو تحقیقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا غرض
ہر سال آپ یاد دلاتے رہے اور وہ یہ جواب دے دیا کرتا تھا کہ حضرت
ابھی تو جواب میسر نہیں ہوا۔

طریقہ بیعت | جب آپ بعد تکمیل سلوک اور نسبتہائے خاصہ اجازت
نامہ و خلافت نامہ حاصل کر کے مسند ارشاد پر جلوہ فروز ہوئے۔ تو ابتدا میں

آپ لوگوں کو کم بیعت فرماتے تھے۔ اور طالبانِ بیعت کو اعلیحضرت للٰہی کی خدمتِ اقدس میں جانے کے لئے ارشاد فرماتے تھے۔ البتہ خدام کے اصرار پر کسی نہ کسی وقت توجہ فرمایا کرتے تھے۔ ختمِ خواجگان اور اوراد ضروریہ ادا فرما کر شب و روز تعلیم علوم دینیہ میں مشغول رہتے تھے۔ جب آپ کے بڑے صاحبزادے مولینا احمد سعید صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر درس و تدریس کے کام میں مشغول ہو گئے تو پھر آپ نے تعلیم ظاہری کا مشغلہ کم کر دیا۔ اور شواغلِ باطنی میں زیادہ وقت صرف کرنے لگے۔

اعلیٰ حضرت للٰہی کی وفات کے بعد اہل ارادت و محبت کو بیعت کرنا شروع کر دیا۔ بیعت اور داخل طریق کرنے کا قاعدہ یہ تھا کہ طالب کو اپنے روبرو بٹھا کر اس کا ہاتھ مثل مصافحہ کے اپنے ہاتھ میں لیکر اول استغفار پڑھاتے بعد ازاں کلمہ توحید و شہادت تلقین فرماتے یعنی آگے آگے آپ پڑھتے جاتے اور پیچھے پیچھے طالب کہتا جاتا تھا۔ بعد ازاں اکثر یہ معمول تھا طالب کو طریقہ قادریہ میں داخل کرتے اور سلوک طریقہ مجددیہ طے کراتے تھے۔ داخل طریقہ کرنے کے بعد سالک کو مقام قلب دکھا کر خیال قلب سے اسم ذات یعنی اللہ اللہ پڑھنے کا ارشاد فرما کر توجہ سے بٹھایا جاتا تھا۔ اور بعد تاکید ادائے ارکان اسلام یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کثرتِ اسم ذات و درود شریف و استغفار کی تلقین فرمائی جاتی تھی۔ درود شریف بعد نماز عشا تین سو بار یا زیادہ اور اسم ذات تین سو بار یا زیادہ حسب فرصت اور بعد نماز صبح ارواح طیبہ حضرت غوث الاعظم و حضرت خواجہ نقشبند و جملہ پیران سلسلہ کو ثواب فاتحہ دو بار سورہ

اخلاص تین بار بخش کر ہمیشہ پڑھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ باقی نمازوں کے بعد استغفار وغیرہ اسم ذات پڑھتے وقت ہر پچیس بار کے بعد یہ دعا پڑھنے کا ارشاد تھا۔ الٰہی مقصود میرا تو ہے۔ اور ذات تیری۔ محبت اور معرفت اپنی نصیب کر۔ طالب جب معراج ترقی پر عروج کرتا تو اسکو شجرہ پیران کبار دبعد ادائے زکوٰۃ حزب البحر دعائے مذکورکے پڑھنے کی اجازت اور نوافل تہجد و اشراق وضحیٰ و اوابین پر مواظبت رکھنے کے لئے ارشاد ہوتا تھا۔

التزامِ طہارت آپ کی طبیعت میں طہارت کا خاص اہتمام تھا۔ طہارت میں آپ احتیاط بلیغ فرماتے تھے۔ غسل اور وضو میں مستحبات کو بھی مثل فرائض کبھی ترک نہ فرمایا۔ ایسے غسل خانے میں غسل فرماتے تھے۔ جس میں آدمی بالکل دکھائی نہ دے۔ جہاں چھوٹا غسل خانہ دیکھا جس میں سر ننگا ہونے کا احتمال ہوتا اسکو اونچا کرنے کا حکم دیتے مسواک کرنے میں معتد بہ وقت خرچ کرتے تھے۔ منہ دھونے میں بہت دیر لگاتے تھے۔ ریش مبارک کو تر کرنے میں مبالغہ فرماتے تھے۔ فرمایا بعض کام جو ہمارے مذہب حنفی میں سنت یا مستحب ہیں وہی دوسرے مذاہب میں فرض ہیں اس واسطے کسی مستحب کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ آپ ہر نماز کے لئے علیحدہ وضو کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ وضو پر وضو کرنا نورٌ علی نور ہے وضو کے بعد آپ کے چہرے پر خاص نورانیت ہوتی تھی۔ ماہ جبین جیسا چمکتا تھا کہ آدمی دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے۔ آپ بیماری کی حالت میں بھی وضو ہی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ بیماری کی حالت میں بھی وضو ہی کرتے ہیں تیمم نہیں کرتے اس کی کیا وجہ

ہے فرمایا کہ ہمیں حدیث شریف میں کہیں نظر نہیں آیا کہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کسی بیماری کی حالت میں تیمم کیا ہو۔ کہیں آپ نے دیکھا ہے تو فقیر کو بتلا دیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں سفر میں تیمم کیا فلاں جنگ میں تیمم کیا تو آپ نے فرمایا یہ تو ہم مانتے ہیں۔ مگر مرض کی حالت میں تیمم کرنا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دکھاؤ۔ یہاں سفر اور جنگ کا تو ذکر ہی نہیں ہے مولوی صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک خادم آپ کو وضو کرا رہے تھے۔ ایک اجنبی اہل علم آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت صاحب غیر سے وضو میں اعانت لے رہے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ لانستعین علی عبادۃ اللہ تعالیٰ۔ میں نے اس وقت حضور میں جا کر اس کا اعتراض عرض کیا۔ آپ نے فرمایا آپ نے فرمایا کہ باب استفعال طلب کے معنی میں آتا ہے اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ہم کسی سے طلب اعانت نہیں کرتے اور یہ بات بے شک ناروا ہے کہ کسی سے بحالت صحت و سلامتی اعضا وضو میں طلب اعانت کی جائے اگر خود بخود کوئی آدمی حصول ثواب کے لئے وضو کرائے تو بے شک درست ہے۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے تھے۔

کیفیت نماز

آپ پنج گانہ نمازیں منتخب اوقات میں ادا فرماتے تھے حفظ اوقات کے لئے مختلف اقسام کی گھڑیاں منگوا کر اپنے خاص خادم میاں شاہ عالم صاحب کے حوالے کر دیں تھیں۔ وہ

اسی کام پہ مامور رہتے ۔ انہوں نے برس ہا برس کے تجربات کے بعد احادیث مقدسہ کے مطابق ایک اوقات نامہ تیار کیا تھا جس میں ہر ایک نماز کے مباح مستحب اور مکروہ اوقات کے حدود مقرر کئے تھے آپ نے کبھی مباح اور مکروہ اوقات میں نماز ادا نہیں کی بلکہ ہمیشہ مستحب اوقات میں نماز ادا کرتے تھے ۔ اور عمر بھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کی ۔ نماز میں سستی کرنے والوں اور جماعت ترک کرنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ آپ ارکانِ نماز کو نہایت اطمینان سے ادا کرتے تھے ۔ اور ہر رکن میں اعتدال کو مدنظر رکھتے تھے ۔ قرأت نہایت نرم آواز سے پڑھتے تھے ۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا دل لذت اور شوق سے پُر ہوتا تھا ۔ سنت چہارگانہ میں ہر چہار قُل اور سنت دوگانہ میں اکثر قُل یَا اَیُّہَا الْکَافِرُوْنَ اور قُل ہُوَ اللّٰہُ اَحَد اور سنت فجر میں سورہ الم نشرح اور سورہ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پڑھنے کا معمول تھا ۔ فرائض مغرب میں اکثر پہلی رکعت میں سورہ اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُر اور دوسری رکعت میں سورہ وَالْعَصْر اور فرض عشاء میں پہلی رکعت میں سورہ وَالتِّیْن اور دوسری رکعت میں سورہ اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَہ اور فرض فجر میں پہلی رکعت میں سورہ وَالْفَجْر اور دوسری رکعت میں ہَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَہ آپ نے اکثر پڑھا کرتے تھے ۔ آپ روزانہ ساٹھ رکعت سے کم ادا نہیں کرتے تھے ۔ اکثر اسی رکعت تک تعداد پہنچ جاتی تھی ۔ تحیۃ الوضو اور چہار رکعت سنت قبل از عصر اور اور اسی طرح قبل از عشاء کبھی ترک نہ کرتے تھے ۔ نماز تہجد اکثر بارہ رکعت کبھی آٹھ ۔ نماز اشراق و چاشت اکثر بارہ اور کبھی چھ اور نفل اوابین اکثر

بارہ اور کبھی چھ رکعت آپ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ بعد از ادائے سنن موکدہ و فرائض و نیز بعد از ادائے وتر دو دو رکعت نوافل پہ تمام عمر مواظبت فرمائی۔ ایام متبرکہ میں جو جو نوافل وارد احادیث مقدسہ ہیں ان کے ادا کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کرتے تھے۔

کیفیت ادائے نماز جمعہ

آپ ہمیشہ جمعرات کو بعد از نماز عصر والدین اور اقرباء کے مزارات پر بغرض فاتحہ خوانی تشریف لے جاتے تھے۔ بعد از نماز عشاء آپ کے ارشاد کے مطابق سورہ دہر شریف اور قصیدہ محمدیہ نہایت خوش الحانی سے پڑھے جاتے تھے۔ اور ان کا ثواب آپ کے ملک کیا جاتا تھا اور آپ ان کا ثواب حضرت پیران کبار کو بخش دیتے تھے آپ کو سورہ دہر اور قصیدہ محمدیہ کے سننے کا بہت شوق تھا۔ اور بوقت استماع طبیعت بکمال محظوظ ہوتی تھی۔ حضرت صاحبزادہ مولینا محمد سعید صاحب چونکہ نہایت خوش الحان تھے اس لئے سورہ دہر شریف اور قصیدہ محمدیہ شریف سنانے کا انہیں کو ارشاد ہوتا تھا۔ جب کبھی آپ کے سامنے سماع کا ذکر آیا آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید سننا چاہیے اور اسی سے لذت حاصل کرنی چاہیے۔

جمعہ کے روز نماز ضحیٰ پڑھ کر آپ حجامت بنوانے تھے۔ مخلوق آٹھ آٹھ۔ دس دس کوس سے آپ کے پیچھے جمعہ پڑھنے کے لئے آتی تھی۔ بعد حجامت آپ غسل کرتے۔ اور لباس سفید شستہ پہنتے تھے۔ اتنے میں نماز کی تیاری ہو جاتی خطبہ پڑھنے کا ارشاد مولینا محمد سعید صاحب کو ہوتا تھا

وہ اکثر خطبہ ہائے منظومہ مصنفہ حضرت قصور شریف والا یا خطبہ ہائے مصنفہ مولوی محبوب عالم صاحب مرحوم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ گاہ گاہ صاحب زادہ صاحب کی عدم موجودگی میں آپ خود خطبہ پڑھتے تھے۔ اکثر خطبہ منثورہ مسنونہ یا منظومہ اَلْحَمْدُ لِمَنْ قَدَّرَ خَیْرًا وَّحَبَّ لَا الخ باآوازِ نرم پڑھا کرتے تھے۔ امامت نماز جمعہ آپ خود کراتے تھے پہلی رکعت میں سورہ مبارک سبح اسم ربک اور دوسری میں ہل اتٰک حدیث الغاشیہ موافق سنت پڑھتے تھے۔

بعد نماز جمعہ چونکہ اس ملک میں شرائط جمعہ تمام موجود نہیں چار رکعت فرض ظہر یا بہ نیت آخر ظہر احتیاطاً پڑھ لیتے تھے۔ ایک دن کسی شخص نے عرض کیا۔ کہ اس ملک میں فرض ظہر احتیاطاً پڑھنے کا کیا حکم ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ صاحب احتیاط ہیں پڑھتے ہیں اور جو بے احتیاط ہیں وہ نہیں پڑھتے اس نے عرض کیا کہ آپ پڑھتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا کہ ہم تو صاحب احتیاط ہیں اور ضرور پڑھتے ہیں۔

بعد نماز جمعہ آپ بڑی لمبی دعا مانگتے تھے۔ دعائے فراغت کے بعد حضرات صاحبزدگان میں سے کسی کو وعظ کے لئے ارشاد فرماتے تھے۔ اگر کوئی اور مولوی صاحب ہوتے تو ان سے وعظ کے لئے کہتے تھے۔ کبھی کبھی آپ خود بھی وعظ کہتے تھے۔ آپ کا وعظ بالکل سادہ خالی از تصنع بآواز نرم وطول الحان اور شعر خوانی سے مبرا ہوتا تھا۔ مگر اس قدر موثر کہ سننے والے آپ کے مقابلہ میں کسی کے وعظ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پاس بیٹھنے

والے بوجہ نرمی آواز یہ سمجھتے تھے کہ دور والے بہ سنتے ہوں گے یگر دور والے یہ سمجھتے تھے کہ شاید آپ ہمارے پاس وعظ فرما رہے ہیں۔ صدہا فاسی القلب آپ کے وعظ سے ہدایت یافتہ ہو گئے۔ صدہا گمراہ راہِ راست پر آ گئے۔ بعد از دعاء خیر فرما کر آپ اندر تشریف لے جاتے۔ اور ریسرونجا سے آئے ہوئے مریدوں کو توجہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا۔ نماز عصر کے بعد آپ قبرستان تشریف لے جاتے۔ اور آباد اجداد اقرباء و احباء کی قبروں پر فاتحہ پڑھتے اور مغرب کی نماز قبرستان کی مسجد میں ادا کر کے گھر واپس آ جاتے۔

ختمات معمولہ

ترتیب ختم خواجگان :۔ پہلے ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر حضرات پیران کبار طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ارواح طیبہ کو بخشا جائے۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ سات بار، درود شریف ایک سو بار، سورہ الم نشرح اناسی بار، قل شریف ایک ہزار بار، سورۂ فاتحہ سات بار درود شریف ایک سو بار ثواب اس ختم شریف کا اس طرح بخشا جائے گا کہ "خداوندا ثواب اس ختم شریف کا ان حضرات خواجگان کے ارواح طیبہ کو پہنچا جنکی طرف یہ ختم منسوب ہے۔ اور ان کے طفیل میرے تمام مقاصد دینی اور دنیوی پورے فرما۔ الہی مقصود میرا تو ہے اور رضا تیری۔ محبت اور معرفت اپنی مجھے بخش"۔ یہ ختم کبھی بعد نماز عصر اور کبھی بعد نماز مغرب پڑھا جاتا تھا۔

ترتیب ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ :۔

پہلے فاتحہ شریف سات بار پڑھے پھر درود شریف ایک سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پانچسو بار سورہ فاتحہ شریف سات بار اور درود شریف ایک سو بار پڑھ کر حضرت امام ربانی کے روح مبارک کو اس طرح بخشے کہ "خداوندا اس ختم شریف کا ثواب بطفیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی خواجہ شیخ احمد سرہندی نقشبندی کے روح مبارک کو پہنچا۔ اور ان کے طفیل میرے تمام مقاصد دینی و دنیوی پورے فرما" یہ ختم بعد نماز فجر معمول تھا۔

دیگر ختمات معمولہ :- جو بوقت صبح بعد از ختم مجددیہ پڑھے جاتے تھے آیۃ کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ایک سو بار۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ ایک سو بار اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ایک سو بار۔ یَا وَاسِعَ الْعَطَایَا یَا دَافِعَ الْبَلَایَا ایک سو بار۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ایک سو بار، سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ ایک سو بار، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ ایک سو بار حاضرین حلقہ ختم پڑھ کر انکا ثواب حضرت قبلہ کے سپرد کر دیتے تھے۔ آپ پیران کبار کی ارواح کو بخش دیتے تھے۔

دعائے حزب البحر کے متعلق آپ کے معمولات و ارشادات

آپ روزانہ شب و روز میں ایک دو دفعہ دعاء حزب البحر پڑھا کرتے تھے۔ اور متوسلین میں سے جس کو صاحب لیاقت اور طالب حضوری سمجھتے تھے۔ اس کو پڑھنے اور اس پر مداومت کرنے کے لئے بعد از ادائے زکوٰۃ تاکید کرتے تھے۔ بعض نافہم لوگ جو حقیقت سے

آگاہ نہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ دعائے مذکور محض مسخرات دنیا کے لئے پڑھی جاتی ہے ان کا یہ خیال سراسر غلط ہے۔ اس دعا کو بطور وظیفہ پڑھنے کے لئے ہمیشہ پیران عظائم سے ارشاد ہوتا چلا آیا ہے چونکہ اس دعا کا پڑھنا ممد و معاون و مورث حضوری ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا قصوری حضوری علیہ رحمتہ نے ایک مکتوب میں حضرت مولوی غلام محمد صاحب مرالی والا کی طرف لکھا کہ "خواندن دعائے حزب البحر ممد و معاون و مورث حضوری است در خواندن ہم سعی دا واہمال نسازند"۔

آپ اس دعا کو پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تعلیم اس طرح دیتے تھے ہر عامل کو چاہیئے کہ ابتدائے مہینہ کے چہار شنبہ، پنج شنبہ اور جمعہ کو بہ شرائط ذیل ایک سو بیس دفعہ پڑھے تاکہ تین دن میں تین سو ساٹھ بار کی تعداد ہو جائے۔ ان تین سو ساٹھ مرتبہ میں اعتصام اور اختتام کا پڑھنا ضروری نہیں اعتصام اور اختتام کو صرف ایک بار پڑھے۔ ایام مذکورہ میں جلالی اور جمالی یعنی گو دودھ گھی شیرینی پیاز لہسن سے پرہیز کرے۔ الحیوان جلالی وما یخرج منہ جمالی عند المتقدمین۔ یعنی متقدمین کے نزدیک حیوان جلالی ہے اور جو چیز کہ حیوان سے نکلے وہ جمالی ہے۔ جب حزب مذکورہ کو شروع کرنا چاہے تو پہلے غسل کرے لباس عمدہ اور پاکیزہ پہنے اور جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگائے اور مسجد میں بطور اعتکاف روزہ رکھ کر روبقبلہ ہو کر بیٹھے اور پڑھے اگر وضو نہ رہے تو فوراً تازہ وضو کر کے دوگانہ ادا کر کے دعائے حزب البحر تمام کرے روزانہ شروع کرتے سے پہلے غسل کرنا چاہیئے اور خوشبو اپنے پاس رکھنی

چاہیئے ۔ یہ شرائط نہایت ضروری ہیں ۔ کوتاہی پر رجعت کا خوف ہوتا ہے
حضور قلب اور توجہ تام کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور بہتر یہ ہے کہ کھانے
پینے اور وضو وغسل میں دریا کا پانی استعمال کرے اور صرف جو کی روٹی ان شرطوں
کے ساتھ کھائی جائے ۔ جوؤں کو دریا کے پانی سے دھو کر باوضو پیس کر اور
باوضو لکڑی کی آگ سے روٹی پکائی جائے ۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ اس لکڑی
میں کیڑے وغیرہ نہ ہوں ۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد روزانہ نماز فجر اور عصر کے بعد بلند آواز سے ایک
ایک بار پڑھی جائے ۔ اگر تقدیراً قضا ہو جائے تو کسی اور وقت میں پڑھ لے
اگر ممکن ہو سکے تو پانچوں وقت نماز کے بعد پڑھ لیا کرے ۔ اور پڑھتے وقت
حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی روح مبارک کی طرف توجہ کرے تاکہ اثر زیادہ
ہو ۔ بلکہ حروف تہجی کے وقت حضرت شیخ موصوف کی صورت کا دل میں تصور
کرے ۔ ان کا حلیہ یہ ہے :۔ پست قد ، ریش سفید چند بال سیاہ ، ریش مبارک
میانہ ، دستار مدور ، رنگ گندمی اور حروف ہجا یعنی ا با تا ثا کو اول سے آخر
تک ایک سانس میں پڑھے اور حضرت شیخ موصوف کا دل میں تصور کرکے امداد
کا طلبگار ہو تو زیادہ فائدہ ظاہر ہوگا ۔ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی اس دعا کے
مصنف ہیں ۔

آپ کے ملفوظات وارشادات

ایک دن ایک شخص نے عرض کیا
کہ حضرت مرشد کی خدمت میں وظیفہ
پڑھنا چاہیے یا نہیں ۔ فرمایا کہ مرشد کامل کے حضور میں کوئی ورد اور وظیفہ

پڑھنا بے ادبی میں داخل ہے۔ پیر کی خدمت میں صرف بیٹھنا ہی اعلیٰ درجے کا وظیفہ ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا

بہتر از صد سالہ بودن در تقیٰ!

پھر فرمایا جب ہم اللہ شریف جاتے ہیں تو سبحہ تسبیح گھر رکھ جاتے ہیں۔

ملفوظ ارشاد فرمایا کہ جس قدر صلاحیت اور پرہیزگاری اور یاد الٰہی زیادہ ہو۔ اسی قدر چہرہ پہ صفائی اور رونق آتی جاتی ہے۔ کوئی مصنوعی صفائی جو ظاہری کوششوں سے کی جائے اس اصلی صفائی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ملفوظ فرمایا کہ سلوک میں محبت شیخ کامل بڑی بھاری شرط ہے۔ پھر مثنوی شریف کا یہ مصرعہ پڑھا ع

از محبت مسہا زرمے شود

پڑھ کر خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا قصہ کہ خواجہ صاحب کے پیر حضرت بختیار کاکی علیہ الرحمۃ ان کو حضرت خواجہ معین الدین علیہ الرحمۃ کی قدم بوسی کے واسطے ارشاد کرتے تھے۔ اور انہی کے پاؤں پہ گرتے تھے بیان فرمایا۔ بعد ازاں ایاز کی محبت کے چند قصے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ بطور مثال بیان فرمائے۔

ملفوظ ایک دن حضور میں سماع اور جہر کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ اگرچہ بعض طریقوں میں سماع اور جہر بھی وسائل تقریب قرار دیئے

گئے ہیں مگر اس قدر افراط جو اب ان میں ہو گیا ہے پہلے ہر گز نہ تھا سماع بالمزامیر اور جہر مفرط جس سے ایذا پیدا ہو۔ شریعت میں ممنوع ہیں۔ اس واسطے حضرت خواجہ شاہ نقشبند علیہ رحمت نے وقوف قلبی اور ذکر خفی کو اختیار کیا۔

عادت شریف آپ قرآن شریف زیادہ سنتے تھے۔ اور بعض مواقع مثل عرس، معراج شریف وعرس اور وفات وغیرہ پہ نعت سرور کائنات بھی سن لیتے تھے۔ مگر ایسے اشخاص سے جو سادہ لہجہ میں پڑھیں اگر کوئی ایسی طرز سے پڑھنا شروع کرتا جس سے راگ کی بو آتی۔ یا ایسی طرز پیدا ہوتی جو معمول فساق ہے تو آپ اس کو فوراً روک دیتے۔ فرمایا اس معاملے میں رفتہ رفتہ افراط ہو گیا ہے۔ پہلے بزرگ صرف قرآن شریف کے سننے سے لذت حاصل کرتے تھے۔ اور پیچھے بعض چند اشعار بھی سن لیا کرتے تھے پھر پیچھے زیادتی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ ایسی طرز شروع ہوئی جو علاوہ مخالف شریعت مقتدایان خلق کے لئے بالکل نازیبا ہے۔

عادت شریف آپ ہمیشہ نظر بر قدم اور نہایت آہستہ چلتے تھے۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا کا نمونہ خوب نظر آتا تھا۔ بازاروں اور عام کوچوں سے گزرنا آپ کو بہت شاق معلوم ہوتا تھا۔ جب کبھی بازار سے گزرنے کا اتفاق ہوتا تو چہرہ مبارک ڈھانپ کر نہایت تیزی سے گزرتے اور ہر گز کسی کی طرف نظر نہ پھیرتے تھے۔

ملفوظ کوٹ بھائی خان میں مولوی غلام محمد صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں رات کو ڈرتا ہوں جب سوتا ہوں خیالات فاسد

آپ نے لکھتے ہیں فرمایا کہ سات بار آیتہ الکرسی اور سات بار قل اعوذ برب الفلق اور سات بار قل أعوذ برب الناس پڑھ کر سونا چاہیئے

ملفوظ ایک دن حسد کا ذکر آیا فرمایا کہ ابوجہل کو ابوالحکم کہا کرتے تھے۔ جب آں حضرت کے ساتھ حسد شروع کیا ابوجہل شروع ہو گیا پھر یہ شعر پڑھا ہے

بوالحکم نامش بد و بوجہل شد اے بسا اہل ناموز نااہل شد

پھر فرمایا الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب پھر فرمایا جو کسی کے ساتھ محبت رکھے وہ اسی کے ساتھ ہو گا۔

ملفوظ ایک دن ایک پیرزادہ داخل طریق ہوا اور عرض کیا کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔

ملفوظ ملک شیر محمد خان ٹوانا نے عرض کیا کہ یزید اور اس کے اعوان کے حق میں کیا کہنا چاہیئے کیا اس پر لعنت کرنی چاہیئے یا نہیں فرمایا کہ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

ملفوظ منقول از مجموعہ ملفوظات فارسی جمع کردہ میاں اللہ دین صاحب خوشابی مقرب بارگاہ حضرت قبلہ روحی فداہ ے فرمودند کہ مثل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ در اتباع سنت سنیہ و علو نظر در اسماء و صفات و ذات الٰہی سبحانہٗ و معارف دقیقہ صحیحہ کہ اصلاً مخالف

شرع نیست دریں امت ہیچ کس بنظر نمے آید حقائق ایشان مطابق انبیاء است علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیا ازاں چہ دریابند بزرگے از حضرت سید عالم صلعم در مراقبہ پرسید کہ درحق حضرت مجددؒ چہ مے فرمائید فرمودند کہ مارا چہا خلیفہ اند ہم ایشاں شیخ احمد است وجناب مرزا جان جاناں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در عالم مکاشفہ ازاں حضرت صلعم پرسید نہ فرمودند کہ مثل ایشاں در امت من دیگر کیست۔

ملفوظ ایک شخص کوٹ بھائی خان کا جو آپ کا مرید تھا۔ ایک دن حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت فلاں شخص مجھ کو ہمیشہ ایذا دیتا ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی کلام ارشاد فرمایا جاوے جس کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ اس کو ہلاک کرے فرمایا کہ اس شخص نے خوردسالی کے دنوں میں فقیر کو ایک دفعہ اپنے کاندھوں پر سوار کیا تھا اب یہ لائق نہیں کہ فقیر کی طرف سے اس کو ایذا پہنچے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص کسی بزرگ کی کچھ خدمت کرے خواہ کسی قسم کی ہو اس کو ضرور اس کا نفع پہنچ جاتا ہے۔ خواہ اس جہاں میں خواہ آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ بالکلیہ خالی ہرگز نہ رہے گا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔

ملفوظ ایک دن حضور اقدس کے سامنے بعض اولیاء اللہ کے ان کلمات کا ذکر آیا جو بظاہر مخالف شریعت ہوئے ہیں فرمایا کہ اہل حال سے غلبہ حال کے وقت جو الفاظ وکلمات صادر ہوتے ہیں وہ اس میں سخت معذور ہوتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ حالت مستی میں

فرمایا کہ سبحانی ما اعظم شانی جب ہوش میں آئے مریدوں نے عرض کیا آپ نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ فرمایا کہ اگر پھر میں ایسا کلمہ زبان سے نکالوں تو مجھے تلوار سے مارنا۔ جب پھر حالت ہوئی تو پھر وہی کلمہ زبان سے نکالا۔ ہم نشین لوگ حسب فرمان آپ کے آپ کو تلواروں سے مارنے لگے لیکن جسم مبارک پر بقدر ریک سر موئے زخم نہ ہوا۔ جب ہوش میں آئے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ مارا انہوں نے عرض کیا حضرت مارا تو تھا۔ لیکن تلواروں نے کوئی اثر آپ کے جسم مبارک پر نہ کیا۔ فرمایا کہ یہ سر الٰہی ہے مولوی روم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ملفوظ فرمایا کہ واصلان حق دو قسم کے ہیں۔ ولی اللہ اور خلیفۃ اللہ شیوۂ ولی اللہ رضا بالقضاء اور شیوۂ خلیفۃ اللہ کبھی رضا بالقضا اور کبھی برعایت خلق تصرف فی الامور ہوتا ہے۔ پھر یہ عبارت پڑھی الولی ینصورو لا ینتصر والخلیفۃ اللہ ینصرو ینتصر۔ اس کے بعد چند قصے اس امر کے واضح کرنے کے واسطے اذکار انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے بیان فرما کر طالبین کو مستفیض فرمایا۔

ملفوظ ایک سالک کے مصائب ایام سے شکایت کرنے پر فرمایا کہ اس راستہ میں تکالیف کا سامنا بہت ہے صبر اور استقامت سے کام لینا چاہیئے۔ پھر فرمایا عشق جانبازی است نہ طفلبازی است پھر یہ آیت پڑھی۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ

خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔

پھر فرمایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام ذات الہٰی کے ساتھ کلام کرنے کے واسطے کوہ طور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک ولی اللہ کو دیکھا زنجیر گردن میں پاؤں محکم باندھے ہوئے۔ کو زلپشت پڑا ہوا ہے۔ جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہا کہ اے حضرت موسیٰ علیہ السلام! جنابِ الہٰی میں میرا اسلام عرض کر کے کہنا کہ اے الہٰی اگر تو میرے نیچے زمین اور آسمان کو میرے اوپر کر کے مجھ کو ان کے درمیان چکی کی طرح پیسے تو بھی میں یک سرِ مُو تیرے حکم سے منہ نہ پھیروں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا پیغام پہنچا دیا۔ حق سبحانہٗ نے فرمایا کہ نعم العبد یعنی بہت اچھا بندہ ہے۔ ہماری آزمائش میں پورا آیا موسیٰ نے کچھ جرأت کی حق سبحانہ وتعالیٰ کی جناب سے ارشاد ہوا کہ اے موسیٰؑ اس ہماری جلالیت میں ہزاروں راز پوشیدہ ہیں۔

ملفوظ فرمایا کہ جس شخص نے ہزار بار درود شریف پڑھا ہو۔ جب فقیر کے پاس آوے تو اس کے ماتھے پر نظر کرنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ گویا اس کے ماتھے پر لکھا گیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے اسم ذات پڑھا ہو یا نفی اثبات کا ذکر کیا ہو۔ اس کی پیشانی سے ظاہراً معلوم ہو جاتا ہے

ملفوظ منقول از مجموعہ ملفوظات میاں اللہ دین صاحب خوشابی فرمودند کہ بندۂ کامل در شہرے بیامد مردمان بکثرت برائے زیارت

وو یدزر عالمے متبحر دراں شہر بود روی خلق کثیر بسوئے بزرگ دیدہ در دل خیال کرد کہ من چندین علم خواندہ ام ہیچ کس نزد من نیایند و نزد شما ہجوم دارند بزرگ فرمود کہ روغن شاہ و آب باہم تذکرہ کردند آب گفت کہ خلق را از من فائدہ کثیر مے رسد چہ سبب است کہ چوں در چراغ انداز مد یک لمحہ روشن نے شود بلکہ اگر روشن باشد تاہم مے میرد تو چوں دراں روی روشن گردد روغن جواب داد کہ تو ہیچ رنجے ندیدہ و من بہ تکلیفہائے شاقہ باایں مرتبہ دیدہ ام اولاً مرا در زمین کاشتند بعدہٗ باہمن بدیدند بعدہٗ کوفتہ پراگندہ کردند بعدہٗ در اسباب کشیدہ روغن انداختہ شوم در انجا تصادم بے اندازہ بر من رفت پس باایں مقبولیت رسیدم کہ عالم از من روشن مے شود۔ آں عالم را جواب پسند آمد و بدل فہمید کہ بجز مجاہدات و تکلیفات شاقہ رتبہ مقبولیت حاصل نے گردد۔

ملفوظ ایک دن حالت انکسار میں فرمایا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فقیر چوں خود را از کافر فرنگ بدتر نہ پندارد فقیری بروے حرام است۔ پھر فرمایا کہ ایک مجذوب نے اپنی جدہ صاحبہ کے حق میں گستاخی کی جس سے وہ رنجیدہ خاطر ہوئیں مجذوب نے ایک کتی کا بچہ پکڑ کر ان کی خدمت میں پیش کیا اور انہوں نے پوچھا کہ اسے کیوں لایا ہے۔ کہا کہ آپ کی خدمت میں بطور شفیع لایا ہوں۔ ان کی طبیعت میں زیادہ رنجش ہوئی۔ عرض کیا کہ شفیع آدمی اس کو لاتا ہے جس کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے۔ یہ مجھ سے اچھا ہے۔ اس واسطے اس کو لایا ہوں انہوں نے مجذوب کا انکسار دیکھ کر اس کا گناہ معاف کر دیا۔

ملفوظ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت کیا تصوف اور شریعت

آپس میں مغائر ہیں۔ فرمایا ہرگز نہیں یہ خیال سخت غلط ہے تصوف اور سلوک مغز شریعت ہے۔ جو لوگ مغائر سمجھتے ہیں وہ حقیقت شریعت اور تصوف سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

ملفوظ ایک شخص نے عرض کی کہ ختم خواجگان جو ہمارے طریقہ عالیہ میں پڑھا جاتا ہے کون سے خواجگان کی طرف منسوب ہے۔ فرمایا کہ سات بزرگ وار ہیں اوّل حضرت خواجہ عبدالخالق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ دوئم خواجہ عارف ریوگری، سوئم خواجہ انجیر فغنوی، چہارم خواجہ علی رامیتنی، پنجم خواجہ سماسی، ششم خواجہ میر کلال، ہفتم خواجہ خواجگان شیخ الطریقہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند۔ مگر چونکہ تعداد اور اسماء میں کسی قدر اختلاف ہے اس واسطے اس طرح بخش دینا چاہیے۔ کہ الٰہی اس ختم کا ثواب ان خواجگان کے ارواح طیبہ کو پہنچا جن کی طرف یہ ختم منسوب ہے۔ یہ ختم حل مشکلات اور انجاح حوائج دینی دنیوی کے واسطے مفید ہے۔

ملفوظ سردار غیر خان نے بمقام کوٹ بھائی خان عرض کی کہ یا حضرت کیا باعث ہے۔ کہ مجذوب اور مست فقیروں سے ظاہری فیض بہت پہنچتا ہے۔ اور ان سے مطلب براری جلدی اور زیادہ ظہور میں آتی ہے۔ اور سالکین سے ظاہری فوائد اتنے جلدی نہیں پہنچتے۔ ارشاد فرمایا مجذوب اور مست لڑکوں کی طرح ہوتے ہیں۔ لڑکوں سے مناسب اور غیر مناسب کام تھوڑا سا دل بہلانے سے آدمی کر سکتا ہے۔ اور ہوش مند آدمی مناسب کام حسب الموقعہ کرتا ہے۔ اسی طرح مجذوبوں اور مستوں سے فائدہ باطنی کم پہنچتا ہے۔

اور ظاہری زیادہ کشف و کرامات لہو ولعب کی طرح ہیں۔ جو لڑکوں کا کام ہے حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ کشف و کرامت بازیئے کودکان ست۔

ملفوظ فرمایا کہ تنگی اور تکلیف دوستان خدا کا حصہ ہے۔ ایک پیغمبر علیہ السلام پر چند روز فاقہ آگیا۔ اتفاقاً ایک دن شہر سے باہر گئے۔ تو دیکھا کہ ایک سوداگر بڑا بیش قیمت لباس پہنے ہوئے ہے۔ اور بے انداز اجناس کے اونٹ لدوائے اور بہت سے خدمت گار ساتھ لئے ہوئے چلا جاتا ہے دیکھ کر دل میں خیال کیا۔ کہ میں پیغمبر اور میری یہ حالت اور اس کی یہ حالت غیب سے آواز آئی۔ کہ اگر تو چاہے تو غنٰی تجھ کو دے دیا جاوے۔ اور پیغمبری اس کو دے دی جائے۔ یہ آواز سن کر سخت پریشان ہوئے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ

ملفوظ اولیاء کرام سے استمداد کرنے کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ استمداد از اولیاء کرام بیشک جائز ہے۔ ہاں جس طرح کہ عوام کالانعام تصرف کلی سمجھتے ہیں۔ بالکل جائز نہیں۔ مگر جس طرح کہ دشمنان اولیاء کرام وہابی نجدی وغیرہ تصرفات اولیاء کا مطلق انکار کر کے ان کو مثل دیگر بندوں کے سمجھتے ہیں اور استمداد کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان کی مثال بھی مادر زاد اندھوں کی ہے بے چارہ اندھا جس نے کوئی چیز نہ دیکھی ہو بھلا لاکھ اس کو سمجھائیں کس طرح سمجھ سکتا ہے۔ ان کی انکار و منع کی طرف ہرگز نہ خیال کرنا چاہیئے۔ اولیاء کرام باذن خداوند کریم صاحبِ تصرفات ہیں ؎

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ !!

ملفوظ ایک شخص نے عرض کیا کہ وحدت وجود حق ہے یا وحدت شہود فرمایا کہ دونوں حق ہیں۔ مگر وحدت وجود کی سمجھ اسی کو آسکتی ہے جس پر وہ حالت آوے اور پورا کمال اس وقت ہوتا ہے۔ جب وحدت شہود ظہور کرے۔ حضرت مجددؒ نے لکھا ہے کہ توحید از معارف قلبیہ است وارباب آں اہل ولایت کمال ورائے آنست کہ العبد عبد الرب ظہور کند۔ اس پر سائل نے عرض کیا کہ وحدت وجود کے قائل بہت بزرگ ہیں اور وحدت شہودی کے قائل چند بزرگ ہیں۔ فرمایا کہ حضرت سلطان باہُو صاحب نے لکھا ہے کہ اولیائے امت محمدیہ سے پورے کمال کو چند ہی بزرگ پہنچے ہیں۔

ملفوظ فرمایا کہ ولی اللہ کی دعا ضائع نہیں جاتی ضرور بندوق کی گولی کی طرح نشانہ پر جا لگتی ہے۔ ہاں جب بندوق کا سانس پیچھے سے نکل جاوے تو پھر نہیں چل سکتی۔ اسی طرح دعا کے وقت کوئی وسوسہ یا خیال ایسا آجاوے جس سے طبیعت کی وہ تیزی نہ رہی تو اثر کا حقہ نہیں ہوتا۔

ملفوظ ایک شخص نے عرض کیا کہ تصور شیخ کی نسبت بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت میں ناجائز ہے حالانکہ حضرات صوفیاء کرام کثرہم اللہ تعالیٰ متوسلین کو ارشاد کرتے ہیں۔ فرمایا کہ صورت شیخ کا بتکلف لکانا ضروری نہیں محبت شیخ ایسی پیدا کرنی چاہیئے جس سے اس کا تصور لازم ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آیۂ کریمہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

اس بارہ میں نص ہے کیونکہ معیت دو قسم کی ہے۔ ایک معیت ظاہری اور دوم معیت باطنی اور صادقین سے مراد کامل بندگان خدا ہیں۔ آثار صحابہ سے بھی اس کا ٹھیک ثبوت ملتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا حلیۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دوسرے کو سنانا اور اس کا محفوظ رکھنا بڑی بھاری دلیل ہے جو کتب احادیث میں بلا خفا مرقوم ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلویؒ کا مستقل رسالہ اس بارہ میں فقیر کے پاس موجود ہے۔ جس میں آپ نے بدلائل قویہ اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے۔

ملفوظ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت اکثر لوگ وظیفہ مبارک یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو ناجائز کہتے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اس وظیفہ کے بارہ میں فقیر کو بھی ابتدائے عمر میں جب کہ پوری سمجھ نہ تھی تردد رہتا تھا۔ سو آخر معلوم ہوا کہ تردد کی وجہ محض سمجھ کی غلطی تھی اس مسئلہ کی بنا استمداد از اولیائے کرام پر ہے اور وہ حدیث مبارک سے ثابت ہے۔ اذا انفلتت دابة احدكم فليقل يا عباد الله اعينونى حدیث مبارک میں آچکا ہے کہ یا محمد انی اتوسل بک حضرت علی قاریؒ نے فرمایا ہے کہ:-

اَلْمُرَادُ بِالْعِبَادِ رِجَالُ الْغَيْبِ يَعْنِيْ اَلْاَبْدَالُ اَوْ مَلَائِكَةٌ اَوِ الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ الْجِنَّاتِ۔ استعانت کلی بے شک بالاتفاق جائز نہیں اور استعانت جزی اکمل افراد امت سے ثابت ہے اور

تصرفات اولیائے کرام بحالت حیات و بعد از حیات ظاہری اکثر محدثین اور فقہاء کے نزدیک ثابت ہیں۔ پس کوئی وجہ اس وظیفہ کے ناجواز کی نہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی ایک کتاب میں صریحاً فرمایا ہے کہ من استغاث بی فی کربۃٍ کشف عنہ۔ حضرات قادریہؒ کا یہ خاص وظیفہ ہے اور بعض حضرات نقشبندیہ اور چشتیہ سے بھی اس کا پڑھنا پڑھانا ثابت ہے۔ اور نظر کشفی سے اگر دیکھا جائے تو اس میں کوئی تردد ہی نہیں رہتا۔

آپ کے خرق عادات و کرامات

میاں دتا گوندل ساکن بیربل شریف نے بیان کیا کہ میرے کتوے یہ چند کتے آنے جانے والوں پر بھونکتے تھے اور دور تک پیچھے پڑ کر تنگ کرتے تھے۔ ایک دن بوقت صبح صادق حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا گذر ہوا ایک کتا بھونکتا ہوا حضور کے مقابل ہو کر دوڑا۔ جب قریب گیا۔ تو آپ نے اس کی طرف تیز نظر سے دیکھا۔ فوراً چپ ہو کر واپس چلا آیا اور بیٹھ گیا۔ پھر کبھی وہ کتا عمر بھر کسی پر نہ بھونکا ہمیشہ چپ چاپ رہتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گیا۔

کرامت

ایک دفعہ آپ باصرار مخلصین سہک آحمدیہ تشریف لے گئے اور چند ایام وہاں اقامت فرمائی مسجد کے قریب جہاں آپ کا قیام تھا۔ بت کدہ میں ایک مشرک، بوقت سحر جو آپ کی عبادت خاص اور شغل مع اللہ کا وقت تھا۔ ناقوس بجانا شروع کر دیتا تھا۔ جس سے اس کی غرض ایذا رسانی کی تھی۔ آپ کو اس کے اس فعل سے نہایت تکلیف ہوتی تھی ایک

دن بوقت صبح صادق آپ باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ بت کدہ کے دروازے سے گذرتے ہوئے۔ ایک مخلص کو جو ساتھ تھا فرمایا کہ وہ کون شخص ہے جو ناقوس بجا کر اہل حق کو ایذا پہنچاتا ہے۔ خادم نے اشارہ کیا کہ حضرت وہ بت کدہ میں بیٹھا ہے آپ نے اس کی طرف تیز نظروں سے دیکھا۔ اور فرمایا کہ انشاء اللہ پھر ناقوس نہ بجائے گا۔ خدا کی قدرت سے وہ اسی دن بیمار ہو گیا اور دوسری رات کو ناقوس بجانے سے پہلے مر گیا۔

کرامت مالکان اراضی بیربل شریف سے ایک شخص کو اس کے ایک غیر مشروع کام پہ اصرار کرنے سے حضرت قبلہ نے بطور ہدایت روکنا چاہا۔ اس نے بے ادبی سے کہا۔ کہ شہر کے مالک ہم ہیں آپ کی طبیعت مبارک اس کا یہ لفظ سن کر جلالیت میں آگئی اور فرمایا کہ شہر کا مالک خدا ہے اور پھر ہم ہیں تم بے دینوں کی کیا ہستی ہے اگر ہم چاہیں تو تجھے شہر میں پاؤں بھی نہ رکھنے دیں۔ یہ بات سن کر وہ مرعوب ہوا اور چلا گیا۔ رات کو شہر میں ایک نقب لگ گئی۔ اسی پر شبہ کیا گیا۔ اور حکام کی طرف سے ماخوذ ہو کر سات سال قید کی سزا سے سزایاب ہوا وہ قید گزار کر گھر آیا تو پھر کسی اور الزام سے پانچ سال قید ہوا۔ غرض کہ پندرہ سال قید میں رہا۔ اب اس نے ایک اور شہر میں سکونت اختیار کر لی اور کہتا ہے کہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر ہم چاہیں تو تجھے شہر میں پاؤں نہ رکھنے دیں۔ یہ انہیں کی بددعا کا نتیجہ ہے اگر وہاں جاؤں تو پھر عمر بھر قید ہو جاؤں گا۔

وفات آخر عمر میں آپ کو فالج ہو گیا۔ اور آپ سال بھر تک اس مرض

مبتلا رہے۔ وصال سے ایک دن پہلے آپ مرض اسہال میں مبتلا ہو گئے اور بتاریخ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ بوقت شب قمر ایسا منخسف ہوا کہ تمام سیاہ ہو گیا۔ اور بروز چہارشنبہ قبل از غروب آفتاب اس شمس شریعت و طریقت وحقیقت کی روح مبارک کا نور اس جہان سے مخفی ہو کر واصل بارگاہ قدس ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خواجہ عبدالخالق جہان خیلان والے رحمۃ اللہ علیہ

انتساب واکتساب آپ ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے تین سال کی عمر میں آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ شمس العرفان خواجہ قادربخش قدس سرہ نے شہادت پائی اور اس طرح آپ اس قدر چھوٹی سی عمر میں یتیم ہو گئے۔ فاتحہ چہلم کے موقعہ پر حضرت حاجی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سر مبارک پر دستار خلافت باندھ کر آپ کو سجادہ نشین مقرر کر دیا حضرت شمس العرفان کے دیگر خلفاء میں سے حضرت امام بخش راہونی حضرت بلاقی شاہ حضرت عالم شاہ حضرت بیگے شاہ اور حضرت نور احمد کی بھی دستار بندی کی اور فرمایا کہ پانچوں وزیر اور حضرت عبدالخالق بادشاہ ہیں۔

جب آپ چلنے کے قابل ہو گئے تو درویش آپ کو تحصیل علم کے لئے سائیں نیک محمد کی خدمت میں جہان فیلاں لے جایا کرتے تھے۔ اور واپسی میں لے آتے تھے۔ کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہا بعد ازاں مولوی پیر محمد کی

خدمت میں پہنچا دیا۔ مولوی صاحب نے آپ کے ساتھ بڑی شفقت فرمائی مگر اپنی والدہ صاحبہ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اپنے پیر بھائی محمد بخش سب انسپکٹر کے سپرد کر دیا۔ اور آپ ان کی زیر نگرانی بنگلہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے اس کے بعد حضرت قطب زماں سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی آپ کو انبالہ لے گئے۔ اور وہاں دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ علم حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے سہارن پور میں مولانا احمد علی صاحب محدث کی خدمت میں تشریف لے گئے مولینا احمد حسن صاحب کانپوری اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی آپ کے ہم سبق تھے اس کے بعد آپ نے دہلی میں مولوی کریم صاحب اور مولوی سعید احمد صاحب سے درس نظامی کی تکمیل کی۔

علم باطن کی تحصیل کے لئے آپ بہت سے بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آخر کار حضرت شیخ احمد صاحب بخاری قادری سے خاندان قادریہ میں بیعت کی حضرت شیخ نے آپ کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ (حضرت شیخ کا مزار مبارک رسولپور ضلع بارہ بنکی میں ہے) اس کے بعد آپ نے خاندان نقشبندیہ میں حضرت حاجی حافظ محمود صاحب جالندھری سے بیعت کی اور خلافت و اجازت ارشاد سے سرفراز ہو کر اپنے وطن میں مقیم ہو گئے اور طریقہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت میں مصروف رہے۔

آپ چونکہ خود یتیم رہ چکے تھے۔ اور یتیموں کی حالت زار سے خوب واقف تھے۔ اس لئے آپ نے ۱۳۲۴ھ میں کوٹ عبدالخالق میں ایک یتیم خانہ کی بنیاد رکھی اور یتامی اور مساکین کی تعلیم کے لئے جون ۱۹۰۵ء میں مدرسہ

تعلیم القرآن جاری کیا۔ اور حافظ محمد یعقوب صاحب کو مدرس مقرر کیا۔ ۱۹۰۷ء میں اس مدرسہ کو پرائمری کے درجہ تک قائم کر کے اس میں دینیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ مدرسہ کا انتظام اور حساب کتاب کے لئے ایک انجمن کی بنیاد رکھی جس کی سب کمیٹی، منتظمہ کمیٹی اور جنرل کمیٹی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اور اس انجمن کا نام "انجمن خالقیہ" رکھا گیا۔ انجمن کو باقاعدہ رجسٹر کرایا گیا۔ یہ ابتدائی مدرسہ پرائمری سے مڈل اور مڈل سے انٹرنس تک ترقی کر گیا اور آخر کار پنجاب یونیورسٹی سے اس کا الحاق ہو گیا۔ اس سکول میں اول سے آخر تک رائج الوقت نصاب کے علاوہ دینیات کی تعلیم لازمی قرار دی گئی

وفات آخر عمر میں آپ بواسیر وغیرہ مختلف امراض میں مبتلا ہو گئے۔ بتاریخ ۱۷ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ رجون ۱۹۳۱ء بروز جمعہ آپ نے شہر انبالہ میں ایک مکان کی چھت پر وضو کیا فجر کی سنتیں پڑھیں فرضوں کی جماعت ہونے لگی مولوی رحیم الدین صاحب میرٹھی پیش امام تھے حضرت صاحب خلیفہ عبد الرزاق صاحب سید دین علی شاہ صاحب اور مولوی سراج الدین صاحب بنگالی مقتدی تھے۔ جب دوسری رکعت کے آخری سجدہ میں گئے تو چھت یکایک گر پڑی اور آپ شہید ہو گئے باقی زخمی ہو گئے۔ ادائے نماز جنازہ کے بعد تابوت میں رکھ کر لاری میں کوٹ عبد الخالق لایا گیا۔ اور بتاریخ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ بروز یکشنبہ دوبارہ نماز جنازہ کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو کوٹ عبد الخالق متصل ہوشیار پور (مشرقی پنجاب) میں دفن کیا گیا۔

نوٹ! آپ کا قائم کردہ سکول اور یتیم خانہ ہجرت کے بعد سرگودھا میں از سرِ نو قائم کئے گئے۔ جواب عروج پر ہیں۔

حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم نقشبندی راولپنڈی والے رحمۃ اللہ علیہ

انتساب و اکتساب

آپ بمقام راولپنڈی بروز سہ شنبہ ماہ رجب المرجب ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے جد اعلیٰ میں حضرت غلام مصطفیٰ خاں صاحب ایک مشہور بزرگ تھے جن کا سلسلہ نسب شاہ بابر سے ملتا ہے۔ تین ماہ کی عمر میں والدہ ماجدہ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اور دو سال کی عمر سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد بھی اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے اور آپ یتیم و لیسیر ہو گئے اس کے بعد آپ کے چچا میاں پیر بخش صاحب نے آپ کی کفالت اور تربیت کی اور جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو آپ نے اپنے محلہ کی مسجد میں حافظ قاضی محمد زماں خان صاحب سے قرآن شریف پڑھا۔ اور انہیں سے مشکوٰۃ شریف، احیاء العلوم، مثنوی شریف اور دوسری کتب فقہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ سولہ سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ اور ڈھائی سال کی قلیل مدت میں کلام مجید حفظ کر لیا۔ اور فن قرأت بھی سیکھا اور بڑے دل کش انداز اور لب و لہجہ میں کلام پاک پڑھا کرتے تھے۔ آپ اس قدر خوش الحانی سے کلام مجید پڑھتے تھے کہ مسلمان تو کجا جب رمضان المبارک میں آپ

تراویح میں کلام پاک سنایا کرتے تھے۔ تو ہندو اور سکھ مسجد کے قریب گلی میں جمع ہو کر آپ کی قرأت اور خوش الحانی سنا کرتے تھے۔

پچیس سال کی عمر میں آپ کے دل میں ذکر الٰہی کا شوق پیدا ہوا۔ اور آپ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے خواجہ جگان حضرت باواجی صاحب فقیر محمد صاحب کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حضرت قبلہ باواجی صاحب نے بکمال مہربانی و شفقت آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس وقت آپ پر بڑی رقت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضرت باواجی صاحب سے آپ کو بے انتہا محبت تھی۔ آپ نے بھی بڑی توجہ اور کوشش کے ساتھ آپ کی روحانی تعلیم فرمائی اور قلیل مدت میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

آپ گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یاد الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اور اولیاء کرام اور بزرگان دین کے مزارات پر انوار پر حاضر ہو کر مراقبہ فرمایا کرتے تھے اور اسی معمول کو حصول سعادت و ترقی درجات اور بلندی کمالات و حالات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ جب کبھی لاہور تشریف لاتے تھے تو حضرت داتا گنج بخش جناب علی ہجویری ؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر فیوضات عالیہ اور کمالات ظاہری و باطنی سے فائز المرام ہوا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ عجب دریائے گوہر بار ہے کہ ظاہری اور باطنی فیوض و برکات کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہے۔

فقیہہ اعظم سیالکوٹ مولانا مولوی محمد شریف صاحب ؒ کوٹلوی بیان کرتے

ہیں کہ ایک بار حضرت خواجہ عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور اپنے شوق اور معمول کے مطابق ایک روز نماز عصر کے بعد مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے جب آپ حضرت شاہ مونگا ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر پہنچے۔ تو آپ نے السلام علیکم کہا اس وقت مولانا مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کوٹلوی اور چند دیگر احباب آپ کے ہمراہ تھے۔ ان سب نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب آپ نے مزار شریف کے قریب پہنچ کر السلام علیکم کیا تو معاً قبر میں جنبش پیدا ہوئی آپ نے اپنے دونوں ہاتھ قبر پر رکھ دیئے۔ اور دیر تک قبر پر ہاتھ رکھے ہوئے جھکے ہوئے بیٹھے رہے۔ سب کو اس واقعہ سے بڑی حیرانی تھی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو احباب نے دریافت کیا کہ مزار اقدس پر حاضری کے وقت ہم نے قبر کو ہلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کی حقیقت پر روشنی ڈالیئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب وہاں حاضر ہو کر سلام پیش کیا تو صاحب مزار نے از راہ ادب لیٹے رہنا پسند نہ فرمایا اور تعظیم کے خیال سے کھڑا ہونا چاہا۔ تو میں نے قبر پر فوراً ہاتھ رکھ دیئے۔ اور ان کو اسی طرح لیٹے رہنے دیا۔ بعد ازاں دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ نیز آپ نے فرمایا کہ اللہ کے دوست مرا نہیں کرتے۔

آپ بڑے صاحب کشف بزرگ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرح صدر کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ایک مرتبہ آپ سمبڑیال ضلع سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ نماز عصر کے بعد ایک دوست بازار سے دودھ اور جلیبیاں

تحفتہً لائے اور آپ کی اور سب حاضرین کی خدمت میں پیش کیں آپ نے پیالہ ہاتھ میں لیا اور کھانے ہی والے تھے ۔ کہ پیالہ رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ جلیبیاں کسی مشرک اور نجس شخص کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں ۔ اس دوست نے ہرچند کہا کہ نہیں مسلمان کے یہاں سے لایا ہوں مگر آپ کا اصرار تھا کہ یہ مشرک کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں اور مشرک نجس ہوتا ہے اس کا پکایا ہوا کھانا درست نہیں ہے اگرچہ لانے والے نے ہرچند یقین دلایا کہ میں مسلمان دکاندار سے لایا ہوں لیکن آپ یہی فرماتے رہے کہ جلیبی سے نجاست کی بو آرہی ہے ۔ اتنے میں صاحب خانہ باہر آئے اور انھوں نے پورا ماجرا سننے کے بعد کہا کہ حضرت صاحب سچ فرما رہے ہیں سمبڑیال میں کوئی مسلمان حلوائی نہیں ہے جو جلیبی بناتا ہو ۔ اس کے بعد وہ شخص اپنے فعل پر نادم ہوا اور اس نے معافی مانگی ۔

فرمودات وارشادات

فرمایا درویش کے لئے دولت مندوں، عورتوں غیر متشرع فقیروں اور اہل سنت والجماعت علماء وفقراء کے خلاف اور بدعتی گروہوں کی مجلس اور صحبت زہر قاتل ہے ۔ مرید کو فروعی مسائل میں بھی اپنے پیشوا کی تقلید کرنی چاہیے اسی میں اس کے لئے دارین کی سعادت اور نجات ہے

فرمایا جس شخص کی صحبت میں بیٹھنے سے دنیاوی اور نفسانی خواہشات اور دنیا کی محبت غالب آئے اس سے قطعاً احتراز کرنا چاہیے اس سے بچو یہ زہر قاتل ہے ورنہ روحانی طور پر ہلاک ہو جاؤ گے ۔ اور جس کی مجلس میں

خدا یاد آئے، دنیا کی محبت سے دل سرد ہو، آخرت کا شوق بڑھے۔ اس کی مجلس کو لازم پکڑو۔ وہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے اس سے دونوں جہان کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت حاجی سید پیر جماعت علی شاہ صاحب لاثانی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی حالات و انتساب

پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی ۱۸۶۰ء میں علی پور سیداں میں پیدا ہوئے اس قصبہ کو شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں آپ کے خاندان کے ایک قدیم بزرگ حضرت پیر محمد سعید نے آباد کیا۔ اور اس کا نام اپنے نام پر سعید آباد رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ قصبہ غیر آباد ہو گیا۔ پھر آپ کی پانچویں پشت میں سید علی اکبر شاہ نے اس جگہ رہائش اختیار کی اور اس کا نام علی پور رکھا اور یہی نام مستقل طور پر مشہور ہو گیا۔ بعد میں خاندان سادات کی نسبت سے اس کو "علی پور سیداں" کہا جانے لگا۔

آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سید علی شاہ تھا ان کا سلسلہ نسب اکیس واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے۔

آپ بچپن ہی سے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ لغویات اور فضول کھیلوں سے آپ کو شروع ہی سے نفرت تھی۔ اپنے ہمعصر بچوں کے

ساتھ جیسا کہ عام لڑکوں کی عادت ہوتی ہے۔ کبھی گالی گلوچ کی نوبت نہیں آئی
اپنے دوستوں میں عزیز تھے۔ والدین کو کبھی رنجیدہ نہیں کیا۔ اپنی طاقت کے
مطابق کھیت میں ہل چلانے والوں کی بھی مدد کرتے تھے۔ آپ محنت سے
نہیں گھبراتے تھے گاؤں میں رہنے کے باوجود آپ اچھے سے اچھے شہری
تعلیم یافتہ لڑکوں سے زیادہ شائستہ اور صفائی پسند تھے۔

آٹھ سال کی عمر میں آپ نے اسی گاؤں میں مولوی عبدالرشید صاحب
کی شاگردی اختیار کی اور ان سے کلام اللہ شریف، حدیث شریف، فقہ اور
تصوف کے علوم حاصل کئے۔

آپ کو شروع ہی سے اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے کا شوق تھا کئی
کئی روز گھر سے غائب رہتے اور تلاش کرنے پر کسی اہل اللہ درویش یا
کسی خانقاہ میں ملتے۔ کوئی اندرونی جذبہ تھا جو آپ کو بے قرار کرتا۔ آپ خود
فرماتے ہیں کہ میں بعض بزرگوں سے ملنے کے لیے یک وقت چالیس میل پیدل
چل کر گیا ہوں۔

اپنی بیعت کا دلچسپ واقعہ خود ہی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ کہ
میں جب بہت سے اہل اللہ کی صحبت بابرکت سے فیض حاصل کر چکا تو
مجھ کو داخل طریقہ ہونے کا شوق دامنگیر ہوا۔ کئی بار چورہ شریف میں خواجہ
خواجگان حضرت فقیر محمد صاحب عرف باواجی کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور ان کی محبت سے دل میں عشق الٰہی کی آگ بھڑکی ذوق و شوق میں
اضافہ ہوا اور یہ فیصلہ کیا کہ حضرت باواجی کے دست حق پرست پر بیعت

چنانچہ ایک بار مجھ کو معلوم ہوا کہ حضرت باواجی صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں اسی روز لاہور گیا۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت باواجی صاحب موضع پٹیالہ دوست محمد کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ میں وہاں گیا آپ وہاں سے بھی تشریف لے جا چکے تھے معلوم ہوا کہ آپ موضع دھونکل متصل وزیر آباد تشریف فرما ہیں۔ لہذا میں اسی وقت وہاں پہنچا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے ہیں۔ میرے دل میں جوش عشق تھا لہذا میں وہاں سے سیالکوٹ آیا آپ کی زیارت سے دیدہ و دل روشن کئے اور اطمینان نصیب ہوا۔ خود حضرت باواجی صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس عظیم ہستی کی آمد کا انتظار تھا۔ حضرت باوا جی صاحب پیر ہونے کے باوجود آپ کا نام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ شاہ صاحب کہا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کو ظاہری و باطنی علوم و محاسن سے مالامال کر دیا اور خلعت خلافت سے نوازا۔

نوجوانی کے عالم میں ہی آپ کا عقد مبارک علی پور سیداں سے دو میل دور چک قریشیاں کے ایک معزز خاندان میں ہو گیا۔ مائی صاحبہ آپ کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئیں تو آپ نے آلو مہار شریف کے حضرت پیر جلیل شاہ کے حلقہ ارادت کی ایک عمر رسیدہ خاتون سے عقد کر لیا۔ تاکہ گھر کا نظام برقرار رہ سکے۔ آپ کی دونوں رفیقان حیات نہایت پارسا عبادت گزار اور سخی الطبع تھیں انہوں نے گھریلو معاملات کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔

۱۹۰۰ء میں آپ حج کے لیے تشریف لے گئے روایت ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ سے بارہ میل دور ہی اونٹ کی سواری چھوڑ کر پیدل سفر اختیار کر لیا سفر حج کے بعد آپ کی طبیعت میں سوز و گداز کی کیفیت زیادہ ہو گئی۔ بات چیت کم کر دی اور اکثر و بیشتر مراقبے اور عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور دربار نبوی سے اس قدر عقیدت اور پیار تھا کہ حج والے کپڑے اب تک بطور تبرک کے علیحدہ احتیاط سے رکھے ہوئے ہیں۔

آپ کو لاثانی کا خطاب ملنے کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ قصبہ علی پور سیداں میں دو عظیم ہستیوں کے مزارات ہیں دونوں ہم نام اور ہم عصر تھے حضرت باواجی صاحب نے تخصیص کے لئے آپ کے نام کے ساتھ ثانی کا لقب مرحمت فرمایا کچھ عرصہ کے بعد آپ کے کمالات و محاسن دیکھ کر پیر صاحب نے ثانی کے بجائے لاثانی نام رکھ دیا یہی نام مستقل طور پر مشہور ہو گیا۔

معمولات و وظائف آپ کے روزمرہ کے معمولات نہایت سادہ مگر شعائر اسلامی کے عین مطابق تھے اور قرآن مجید کے ارشادات اور سنت نبوی کے نہایت پابند تھے فجر کی سنتوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰه ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھتے تھے۔ اور نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک مراقبہ کرتے اور پھر تلاوت قرآن مجید فرماتے اور درود مغاث شریف پڑھتے تھے۔ دوپہر کے وقت قیلولہ کرتے تھے نماز ظہر کے بعد پانچ ہزار مرتبہ درود خضری پڑھتے تھے عصر کی نماز کے بعد ختم شریف مجددیہ اول و آخر سو مرتبہ درود شریف۔ سات مرتبہ الحمد شریف اور پانچ سو مرتبہ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

پڑھتے تھے اور ختم خواجہ محمد معصوم کا پڑھتے تھے اوّل و آخر درود شریف ایک سو مرتبہ
اور سات مرتبہ الحمد شریف بعد ازاں پانچ سو مرتبہ آیت کریمہ پڑھتے تھے۔ آپ کا معمول تھا
کہ عصر کے بعد بالکل خاموش ہو جاتے تھے۔ اگر کسی عزیز کو گفتگو کرتے دیکھ لیتے تھے تو نماز
مغرب کے بعد اسے سخت تنبیہ کرتے تھے۔ عصر کے بعد آپ کی خاموشی پر جلال اور ہیبت
ناک ہوتی تھی کسی کی مجال نہ تھی کہ آپ کو مخاطب کر سکے۔ آپ ہر نماز باجماعت ادا فرماتے
تھے۔ نماز مغرب کے بعد بھی کچھ عرصہ خاموش رہتے وہ خاموشی بھی پر رعب ہوتی تھی۔

نماز مغرب کے ادا کرنے کے بعد کھانا تناول فرماتے سب عزیزوں کے لئے ایک سا ہی
کھانا پکتا تھا۔ امیر و غریب کی کوئی تخصیص نہیں ہوتی تھی سب ایک ہی صف میں بٹھائے جاتے تھے

بنازم بہ بزم محبت کہ آنجا
گدائے بہ شاہے مقابل نشیند

عشاء کی نماز کے بعد کچھ دیر تشریف فرما ہو کر عزیزوں کو توجہ دیتے ختم
خواجگان روزانہ پابندی سے کرتے تھے۔ کبھی نماز ظہر کے بعد اور کبھی بعد از نماز عصر پڑھا
جاتا تھا۔ بمعہ حلقہ یاراں پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ درد ستون
کا لشکر ہے اور کوئی ایسی دعا نہیں جو اس کے پڑھنے سے قبول نہ ہو۔ اگر کوئی
مہم یا سنگین واقعہ پیش آجاتا تو اس کے لئے سات روز ختم خواجگان بمعہ حلقہ
یاراں پڑھ کر دعا مانگتے۔ اللہ کریم وہ مشکل حل فرما دیتے۔ تنگی رزق والوں کے
لئے فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا ختم شریف پڑھا کریں اوّل آخر
۱۰۰ مرتبہ درود شریف اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا
محمد سید المرزوقین بعدہٗ ایک ہزار مرتبہ یا رزاق مگر ہر سو مرتبہ کے بعد اللھم ارزقنی
رزقًا واسعًا یا رازق المرزوقین۔

ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور قرضہ بہت ہو گیا ہے۔ فرمایا اوّل و آخر سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر پانچ سو مرتبہ یَا عَزِیْزُ مِنْ کُلِّ عَزِیْزٍ پڑھا کرو۔ اور اس کا ثواب حضرت خواجہ جگان باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ پرفتوح کو پہنچائیں۔

آپ کی کرامات اور خوارق عادات

آپ کی ذات مبارک اس سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے کہ آپ کے اوصاف کشف و کرامات بیان کئے جائیں۔ اہل اللہ جب اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں تو ان کا وجود مبارک خلق خدا کے لئے سراپا رحمت بن جاتا ہے۔ ولایت کی اصل غرض و غایت عشق الٰہی اور اتباع شریعت ہے آپ خود فرمایا کرتے تھے۔ کہ ولی کو اپنی کرامات پوشیدہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ یہاں پہ آپ کی کرامات کے چند واقعات بطور تبرک بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت پیر محمد شریف صاحب مدراسی بیان کرتے ہیں۔ کہ اللہ بخش ولد دیرو کمہار موضع لنگھاڑو و بڈھیوالا ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ باوجود کئی ایک علاج کروانے کے بعد صحت نہیں ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک روز بالکل مردہ صورت ہو گیا۔ اور اہل خانہ اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حسن اتفاق سے حضرت لاثانی صاحب بھی اس دن اس گاؤں میں تشریف فرما تھے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے دعا کی درخواست کی آپ مریض کے گھر تشریف لے گئے۔ اور اپنی چادر مبارک اتار کر اس پر ڈال دی اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ نزع دم مریض

اٹھ کر بیٹھ گیا اور چند روز کے بعد بالکل صحت یاب ہو گیا۔

لال دین نامی جذام (کوڑھ) کا ایک مریض تقریباً ہر شفا خانہ سے مایوس العلاج ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ اندر تشریف فرما تھے اور کھانا تناول فرما رہے تھے لہذا خدام نے اس کو باہر بیٹھنے کو کہا مگر وہ باصرار دروازے کے پاس آکھڑا ہوا حضور نے جب اس کو دیکھا تو اندر بلا لیا۔ اور اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔ اور اس کی صحت کے لئے دعا فرمائی۔ اسی روز وہ جذام کا مریض صحت یاب ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ بالکل تندرست ہو گیا۔

چوہدری خان محمد ساکن قطرودال بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں چک ۶۲ میں گیا اور وہاں رات رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب رات کو سو گیا تو حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں آکر فرمایا اُٹھ کھڑا ہو۔ میں حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کیا حضور اس دربار کو چھوڑ کر کہاں جاؤں۔ آپ نے میرے اوپر سے لحاف اتار کر پھینک دیا جس سے میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری گھوڑی کو ایک چور کھول رہا ہے۔ جب میں اچانک اٹھ کھڑا ہوا تو مجھے دیکھ کر بھاگ گیا اور میں خدا کا شکر بجا لایا۔

مرزا عظیم بیگ تھانیدار ایک دفعہ حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے راستہ میں دل میں خیال آیا کہ حضور آج مرغ کا گوشت کھلائیں تو کیا اچھا ہو جب وہ دربار شریف پہنچے تو آپ ان سے مل کر گاؤں تشریف

لے گئے اور کچھ دیر بعد واپس آکر ٹھاہ نہ صاحب سے فرمایا کہ مرغ تو دل نہیں سکا یہ انڈے حاضر ہیں ۔

آپ کے فرمودات وملفوظات

(۱) مراقبہ کے متعلق فرمایا کہ بندے پر لازم ہے کہ تمام دن وہ اہل و عیال کے لئے رزق حلال تلاش کرے اور رات میں ایک ایسی گھڑی وقف کر دے جس میں ذکر و فکر میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ دل سے خداوند کریم سے کہہ دے کہ یا اللہ اب میں تیرا تو میرا اب میں نہ کسی کا اور نہ میرا کوئی ۔

(۲) فرمایا جب آدمی مراقبے میں جائے ۔ تو مراقبے میں اتنا مشغول ہو کہ پاس اگر گھی کا بھرا ہوا برتن بھی گر کر بہہ جائے تو اسے خبر نہ ہونی چاہیئے

(۳) فرمایا ہاتھوں سے کام کرو ۔ پاؤں سے چلو پھرو اور آنکھوں سے دیکھو مگر دل کو ذکر اللہ میں مشغول رکھو ۔

(۴) فرمایا مراقبے میں ذکر میں اس قدر مشغول ہو جاؤ کہ تمہارے رگ رگ و ریشہ میں ذکر سرایت کر جائے ۔ بندے کو ذکر میں اس قدر مشغول رہنا چاہیئے کہ رفتہ رفتہ زبان اور دل کا تعلق ہی اٹھ جائے ۔ اور روحانی کیفیت حاصل ہو جائے ۔ جب یہ مقام حاصل ہوتا ہے تو بندہ ایک خاص خط سے محظوظ ہو جاتا ہے ۔

(۵) فرمایا ذکر نفی و اثبات کثرت سے کیا کرو اور اس سلطان الاذکار سے اپنے دل کو روشن کرو ۔ حقیقتاً ذکر نفی و اثبات نعمت عظمیٰ ہے

اس ذکر سے انسان کا دل منور اور مطمئن ہو جاتا ہے۔

(۶) فرمایا جو آدمی ذکر سے غافل ہو جائے۔ اس کا دل مردہ اور پتھر سے بھی سخت ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اسے چھوڑ دیتے ہیں اور وہ مغضوب الٰہی ہو کر عوام کالانعام کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

(۷) کاروبار دنیا کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیئے مگر وہ دنیا جو ذکر الٰہی اور فرائض شرعی کی انجام دہی سے غافل رہ کر پیدا کی جائے نہایت مذموم ہے۔

(۸) اسم ذات کے ذکر سے جذب پیدا ہوتا ہے اور نفی اثبات سے سلوک تمام ہو جاتا ہے۔

(۹) تہجد کی نماز ضرور ادا کرتے رہا کرو۔ جو آدمی تہجد میں تساہل کرے۔ وہ سست گدھا ہے۔ جو صرف پیٹ بھرنا جانتا ہے۔ فرمایا ایک دن تہجد قضا ہو جائے تو دوسرے دن صرف نفل زیادہ پڑھ لیا کرو۔ جو شخص تہجد چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کا نام درویشوں کے دفتر سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

(۱۰) وہ شخص بدقسمت ہے جو رات کے پہلے حصہ میں جاگا اور آخری شب جب کہ مغفرت کے دروازے کھلتے ہیں تو سو گیا۔

(۱۱) جو بندہ زیادہ سو کر وقت ضائع کرتا ہے وہ آخر خالی ہاتھ اٹھتا ہے۔

(۱۲) درود شریف مومنین کے لئے نعمت عظمیٰ ہے اور تمام اوراد و وظائف سے افضل و اعلیٰ ہے۔

(۱۳) درود ہزارہ تہجد کے بعد کم از کم ایک سو گیارہ بار پڑھ لیا کرو۔

(۱۴) دل کو پاک صاف رکھو اور خواہشات دنیا کو جہاں تک ہو سکے کم کرو چونکہ جہاں دنیا اپنے پورے طمطراق کے ساتھ آتی ہے۔ دین وہاں سے اٹھ جاتا ہے

(۱۵) اتباع شریعت اور محبت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت قدم رہنا چاہیے

(۱۶) آپ کے پاس ایک آدمی تسبیح پہنے ہوئے آیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا پڑھتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ روزانہ آٹھ ہزار بار درود شریف پڑھتا ہوں۔ بہت خوش ہوئے اور پھر فرمایا کہ تمہارے منہ سے حقہ کی بدبو آتی ہے فرمایا درود خوان حقہ نوش کی مثال ایسی ہے کہ خوش بودار چاولوں کا تھال بھر کر اوپر راکھ ڈال دی جائے۔ آپ کا معمول تھا کہ حقہ نوش کو ختم خواجگان میں شریک نہ کرتے۔ اور نہ ہی ان کو ختم خواجگان کا تبرک دیتے۔

نوٹ! تفسیر عزیزی میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے حقہ نوشی سے منع فرمایا ہے۔ اور دلیل یہ دی کہ حضور بحکم الٰہی شاہد ہیں لہٰذا حقہ پینا بے ادبی ہے۔

(۱۷) زمانے سے جود وسخا کی عادت بہت کم ہوتی جا رہی ہے اور جو کوئی سخاوت یا صدقات کرتا بھی ہے تو دوسروں پر احسان جتا کر اجر سے محروم ہو جاتا ہے

(۱۹) فرمایا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہو گا۔ ایک وہ جو دیکر پھر احسان رکھے دوسرا آزار بند کا لٹکانے والا۔ تیسرا جھوٹی قسم کھانے والا اور قسم کھا کر فروخت کرنے والا۔

صوفی وہ ہے جس کا دل ما سوا سے مستغنی ہو کر اللہ کی جستجو میں رہے اگر اسے منعمِ حقیقی سے کچھ ملے تو لے ورنہ بے طلب ہو کر بارگاہ الٰہی میں آداب بجالا اور راضی بہ رضا رہے۔

(۲۰) اخلاص عمل سے بڑھ کر فقیر کے لئے کوئی چیز بہتر نہیں ہے۔ فقیر کو طمع اور حرص برباد کر دیتی ہے۔ فرمایا مجھ کو حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ شاہ صاحب آؤ آپ کو فقیری کے حرف بتائیں۔ لا طامِعَ۔ لا حَامِعَ۔ لَا مَانِعَ۔ یعنی طمع مت کرو، جمع مت کرو، منع مت کرو۔

(۲۱) درویش کے لئے گفتگو میں الجھنا معیوب ہے

(۲۲) جو شخص فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک خاموش رہے۔ اور عصر کی نماز کے بعد شام تک، تو وہ شخص چار غلام آزاد کرنے کا ثواب پاتا ہے عصر کے بعد درویش کے لئے خاموشی کا روزہ ہوتا ہے۔ فرمایا تین وقتوں کی حفاظت کرو تو پھر تمہارا ضامن ہو جاؤں گا۔ صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک عصر کی نماز کے بعد مغرب تک اور عشا کی نماز کے بعد سونے تک۔

(۲۳) جب تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔ تو اسے لازم ہے کہ استغفار پڑھے۔ اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے۔

(۲۴) اپنے حسب نسب پر فخر نہ کرو۔ علم و ادب سیکھنے کی کوشش کرو کہ فضیلت علم سے ہے۔ کیونکہ اکثر گدی نشینوں کی اولاد حسب کے فخر پہ نازاں ہو کر فیض باطنی سے محروم رہ جاتی ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

(۲۵) آج کل کے فرقوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ اور اہل اللہ کی صحبت میں رہنا عقیدے اور ایمان کو درست کرتا ہے۔

(۲۶) تین چیزوں کی حد نہیں۔ اول درجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی، دوم سیر سلوک کی، سوم ادب کی

(۲۷) اعتقاد کی بنیاد محکم رکھو۔ یقین محبت اور خلوص سے ایمان کو تروتازگی دو۔ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو فتاویٰ عزیزی کی متابعت کرو

(۲۸) احکام خداوندی بجا لانے میں کوتاہی نہ کرو آج تو اس نے ڈھیل دے رکھی ہے۔ مگر اس کی گرفت بھی سخت ہے۔

(۲۹) کتب تصوف کا مطالعہ کرتے رہا کرو ان سے کچھ مل ہی جاتا ہے۔

(۳۰) ایک دفعہ آپ کی خدمت میں قطب نثار ڈپٹی حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا حضور کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا سحری کے وقت جاگنا افضل ہے۔ ڈپٹی صاحب نے کہا کہ تمام دن کی مصروفیت کی وجہ سے سحری کا اٹھنا گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور غفلت ہو جاتی ہے۔ فرمایا سحری کے وقت اٹھ کر ضرور اللہ اللہ کر لیا کرو اگرچہ بکری کے دودھ دوہنے جتنی فرصت ملے تاکہ ذاکرین میں نام لکھا جائے۔

(۳۱) تین باتیں یاد رکھنا۔ کسی سے مباحثہ نہ کرنا۔ کسی فقیہ کی بدنامی نہ کرنا، کسی سے برا سلوک نہ کرنا

(۳۲) فقیر کے پاس خالی ہاتھ جانا محرومی کی دلیل ہے۔
(۳۳) مہمان خواہ ایک ہی روٹی کھلئے اس کے آگے بہت سی روٹیاں رکھنی چاہیں کیوں کہ جتنی زیادہ رکھو گے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔
(۳۴) حسب ونسب پر فخر مت کرو نیک اعمال کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دختر نیک اختر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ بیٹی نسب پر فخر نہ کرنا۔
(۳۵) اگر مرد مومن اور فقیر سے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو خاموش و با ادب رہا کرو۔

(۳۶) مال اور مرتبہ دو بڑے بت ہیں۔
(۳۷) فرشتہ انسان پر تین وقت ہنستا ہے۔ ۱۔ جب کوئی زمیندار کسی دوسرے زمیندار کی زمین میں ہل چلا کر اپنی زمین کو وسعت دیتا ہے۔ ۲۔ جب زانی زنا کر کے غسل کرتا ہے۔ ۳۔ جب کوئی عشاء کے بعد باتیں کرتا ہے۔
(۳۸) تہجد کی مداومت کرو۔
(۳۹) اکل حلال تلاش کرو۔ حلال رزق سے حلال خون پیدا ہوتا ہے
(۴۰) کُلّ قلب بغیر ذکر اللہ میتۃٌ جو دم غافل سو کافر۔ لِکُلِّ شَیْءٍ مِصْقَلَۃٌ وَمِصْقَلَۃُ الْقَلْبِ ذِکْرُ اللہِ۔
(۴۱) ولی اللہ کی مثال بارانی زمین کی سی ہے ایک ساعت بھی فضل رحمانی سے محروم رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی بارانی زمین بھی ہر وقت بارش کی محتاج

ہے اگر دو چار روز بارش نہ ہو تو زمین سوکھ جاتی ہے۔

(۴۲) جب دنیا اور وما فیہا فانی ہیں تو ان سے دوستی کا کیا فائدہ دوست اس کو بناؤ جو کبھی فانی نہ ہو۔ وہ صرف اللہ پاک کی ذات ہے اور بس۔

(۴۳) اللہ پاک نے قسم کھائی ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ کے وصال کے دن ختم دیوے خواہ ایک ہی مسکین کو کھانا کھلا دے اس کا مال کم نہ ہوگا۔

(۴۴) میرے نزدیک جناب سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا درجہ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بھی زیادہ ہے۔

(۴۵) مسلمان کا ایمان پہلے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پہ ہے پھر اللہ جل شانہ پر۔

(۴۶) ولی اللہ جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے تلوار میان میں۔ جب دنیا سے سفر کر جاتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ننگی تلوار جس نے مدد چاہی اس کا مقصد پورا ہو گیا۔

(۴۷) بندہ جس وقت وضو کرتا ہے فرشتے پردہ کر لیتے ہیں اور جب وضو میں گفتگو کرے تو پردہ اٹھا لیتے ہیں۔

(۴۸) دعا دو زانو ہو کر الحاح و زاری سے مانگا کرو۔

(۴۹) ہر وقت باوضو رہنا باعث برکت ہے۔

(۵۰) جو کم کھائے، کم سوئے، کم بولے اس کا نفس مر جاتا ہے۔

وفات حضرت پیر لاثانی رحمۃ اللہ علیہ عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ تاہم ان کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

۱۹۳۹ء کے آغاز میں طبیعت ناساز رہنے لگی لیکن وہ صاحب فرائش نہیں ہوئے۔ وصال سے تین روز قبل طبیعت کافی خراب ہو گئی اور آپ بستر پر لیٹے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ بروز اتوار مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۳۹ء بمطابق ۱۶ر شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ آپ دن چڑھے کھیتوں کی طرف تشریف لے گئے۔ واپسی میں ایک مکان میں داخل ہوئے اور ذکر میں مصروف ہو گئے اس دن آپ نے سارا دن کچھ نہ کھایا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں تیمم کر کے ادا کیں۔ مغرب کے وقت ہم بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اور آخر کار نو بجے شب اس عالم میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے کہ ان کی زبان پر آہستہ آہستہ کلمہ کا ورد جاری تھا۔ دوسرے روز ان کی نمازِ جنازہ تین بار ادا کی گئی۔ پہلی نماز جنازہ آپ کے خلیفہ مرادہ کے حضرت چراغ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ حضرت محمد حسین صاحب پسروری نے اور تیسری نمازِ جنازہ ان کے ہم عصر، ہم نام اور پیر بھائی حضرت قبلہ حافظ پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث نے پڑھائی اس کے بعد آپ کو منزل ہستی کی آخری آرام گاہ لحد مبارک میں اتار دیا گیا۔

علی پور شریف کی مبارک سرزمین میں آپ کا روزہ اطہر مہبط انوار و اسرار ہے۔ اور فیضان الٰہی کا سرچشمہ ہے ایسے ہی اولیاء اللہ کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں کہ:-

"مظہر عون الٰہی ہیں"

حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری

دنیائے اسلام کی مایۂ ناز شخصیت اور روحانی پیشوا پیر جماعت علی شاہ ۱۸۳۳ء میں پنجاب کے مردم خیز خطۂ سیالکوٹ علی پور سیداں میں پیدا ہوئے اور آپ نے ایک سو اٹھارہ سال کی عمر پاکر وفات پائی۔ آپ کے آباؤ اجداد اکبر بادشاہ کے زمانے میں شیراز سے برصغیر تشریف لائے۔ اور علی پور سیداں کو آباد کیا۔ آپ کے جد امجد سید نوروز اپنے زمانے کے خدا رسیدہ بزرگ تھے

حضرت پیر صاحب نے بچپن ہی میں قرآن مجید یاد کرلیا۔ درس نظامی اور اسلامی فنون کی کتابیں مولانا عبدالرشید، حافظ عبدالوہاب مفتی عبداللہ ٹونکی، اور مولانا غلام قادر بھیروی سے پڑھیں۔ کانپور، بدایوں، گنج مراد آباد اور بریلی کی درسگاہوں میں مدتوں علم حدیث حاصل کرتے رہے۔ ترکی حکومت کے زمانے میں بھی مکہ معظمہ کے محدثین سے آپ نے سند حدیث حاصل کی۔ آپ کے والد مرحوم نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا۔ اس کے بعد آپ بابا فقیر محمد چوراہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ آپ کو دستارِ خلافت باندھی گئی۔ اور مرشد کامل کے حکم سے آپ طریقت کی تعلیم میں آخری وقت تک مشغول رہے۔

آپ ہر سال رمضان المبارک میں پہلے والد مرحوم کی تراویح میں قرآن سناتے۔ پھر دوسرے شہروں میں تراویح میں قرآن شریف ختم کرتے۔ اکثر

مقامات پر شبینہ سناتے سناتے دہلی تک پہنچ جاتے اور مسجد فتح پوری میں شبینہ سناتے ۔ آپ نے بے شمار مرتبہ دو رکعتوں میں سارا قرآن مجید ختم کیا آپ نے اپنی پوری زندگی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی ۔ اور فرمایا کرتے تھے جب تک میں اسلام کی خدمت نہ کر لوں اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا ۔ تبلیغ و خدمت کی غرض سے پاک و ہند کے دور دراز شہروں اور قصبوں میں تشریف لے جاتے ۔ وہاں مسلمانوں کو دینی مسائل بتاتے اور ایمان کی تلقین فرماتے ۔ جب تک جہاں قیام فرماتے ہر روز رات کو وعظ فرماتے ۔ آپ کے مواعظ حسنہ کی یہ خصوصیت تھی کہ نہایت صاف اور آسان زبان میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے بڑے دینی اور علمی مسائل بیان کرتے تھے ۔ اور یہی آپ کی سب سے بڑی کرامت تھی ۔ خدمتِ اسلام کی خاطر اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان بچانے کی غرض سے آپ بہت کم اپنے وطن علی پور میں قیام کرتے آپ نے اسی سال سے زیادہ مدت میں ہر سال لاکھ دو لاکھ بے نمازیوں کو اپنے روحانی تصرف اور توجہ سے پختہ نمازی بنا دیا اور بے شمار بے دینوں کو راہ مستقیم دکھائی ۔ اور احکام شریعت کا پابند بنایا ۔ پہلا حج آپ نے ۱۸۹۳ء میں کیا ۔ ہر سال بلا ناغہ ایک کثیر جماعت لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہوتے ۔ اور اس مقدس شہر کے شرفا، علما، فضلا، صالحین، مساکین، کے علاوہ وہاں کے چرند پرند شجر و حجر، گل و خار، خاک و غبار تک کی بہت تعظیم کرتے اس دربار اقدس کے بزرگوں، درویشوں اور جاروب کشوں کی کئی، روز تک دعوت کرتے ۔ آپ کی مجلس میں اکثر و بیشتر نعت خوانی ہوتی

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ابوالاثر حفیظ جالندھری جو آپ کے مخلصین میں سے ہیں یہ شعر سنایا ؎

کہاں ملتے نصیب اللہ اکبر حجر اسود کے

یہاں کے پتھروں نے پاؤں چومے ہیں محمد کے

جس وقت حضرت نے یہ شعر سنا اپنی گرم واسکٹ معہ نقدی اتار کر نذر کر دی۔ علامہ اقبال مرحوم بھی آپ کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ انجمن حمایت الاسلام لاہور کے جلسہ کی صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال مرحوم آئے اور آپ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور کہا کہ بزرگوں کے قدموں میں بیٹھنا سعادت ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ کا یہ شعر یاد ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یہ شعر پڑھ کر آپ نے کہا لوگ نگاہ مرد مومن اور تقدیر کے قائل ہو گئے ہیں اس پر علامہ اقبال مرحوم نے کہا۔ میری نجات کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ کو میرا یہ شعر یاد ہے۔ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ کی علامہ اقبال مرحوم کے دل میں جو قدر و منزلت تھی۔ انہوں نے اس کا اظہار ضرب کلیم میں فقر و بزرگ کے عنوان سے ایک قطعہ میں کیا ہے ؎

اس کی نفرت بھی عمیق اس کی محبت بھی عمیق

قہر بھی ہے اس کا اللہ کے بندوں پہ شفیق

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمع محفل کی طرح سب سے جدا سب کا رفیق
مثل خورشیدِ سحر فکر کی تابانی میں !!
بات میں سادہ و آزاد معانی میں دقیق
اس کا اندازِ نظر اپنے زمانے سے جدا
اس کے احوال سے محروم نہیں پیرانِ طریق

حضرت پیر صاحب بھی علامہ اقبال پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔ وصال سے پہلے اقبال کا یہ شعر آپ کی زبان پر رہتا تھا ؎

تیری بندہ پروری سے میرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلا ہے دوستوں کا نہ شکایت زمانہ

آپ کی ملی و قومی خدمات

آپ نے پاک و ہند میں بے شمار مساجد تعمیر کرائیں اور دینی مدارس قائم کئے آپ علماء و مشائخ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور دینی درس گاہوں کی اعانت اپنا فرض منصبی خیال کرتے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں سلطان عبد الحمید کی تجویز پر حجاز ریلوے فنڈ میں آپ نے چھ لاکھ روپیہ اپنے متوسلین سے جمع کرائے سلطان روم نے چھ طلائی تمغے اور اسنادِ اعزاز اپنے دستخطوں سے آپ کو بھیجے۔ ۱۹۱۱ء میں علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی بنانے کی غرض سے نواب وقار الملک نے انہیں یقین دلایا کہ انگریزی کے ساتھ ساتھ دینیات کی تعلیم لازمی ہو گی۔ اور یونیورسٹی کی مساجد میں پنج وقتہ نمازوں کی حاضری تمام طلباء پر لازمی ہو گی۔ آپ نے

کئی لاکھ روپیہ اپنے حلقۂ ارادت میں جمع کروایا۔ اور ہمیشہ اعانت کرتے رہے
۱۹۲۲ء میں جنگ عظیم کے اختتام پر آریہ سماجی لیڈر پنڈت شردھانند نے شدھی
تحریک شروع کی۔ آپ نے شدھی تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ علماء اور مبلغ حضرات
کو مختلف مقامات پر روانہ کیا۔ اور ان کے دوروں کے اخراجات برداشت کئے
۱۹۲۰ء میں تحریک ہجرت اور ترک موالات کی آپ نے مخالفت کی اور اعلان
کیا کہ ہندو مرے تو جلا کر خاک کر دیا جاتا ہے اور وہ ہوا میں اڑ جاتی ہے۔ اگر
مسلمان مرے تو ۲ گز زمین تاقیامت اس کی جاگیر ہوتی ہے۔ مسلمانو! ہجرت نہ
کرو۔ آپ کا وطن آپ کا جدی ورثہ ہے۔ اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔ مگر دو
لاکھ کے قریب مسلمان افغانستان اور عرب ممالک میں پہنچے۔ ایک ماہ کے اندر ہی
افغان حکومت انگریز کے دباؤ سے گھبرا گئی اور پریشان حال مسلمانوں کو واپس پلٹا
دینے پر مجبور ہو گیا۔ اور بے یار و مددگار تباہ حال لوگ واپس آ گئے۔ ۱۹۳۰ء
میں شاردا ایکٹ کی آپ نے خلاف ورزی کی۔ اپنی کم عمر لڑکیوں اور لڑکوں
کا نکاح فرمایا۔ اس طرح ہندو قانون کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ
کو راولپنڈی کے جلسہ عام میں امیر ملت کا خطاب دیا گیا۔ مسجد شہید گنج کے
معرکہ میں آپ نے حصہ لیا۔ لاہور میں شاہی مسجد سے لے کر دہلی دروازہ تک
دو میل لمبا جلوس ننگی تلواریں لئے آپ نے نکالا۔ اس کے پرامن جلوس کے
مطالبہ نے سکھوں کے حوصلے پست کر دیئے اور قیام پاکستان تک وہ جگہ بغیر
تعمیر کے پڑی رہی۔

۱۹۳۸ء میں چوہدری غلام عباس جو کہ آپ کے مرید صادق تھے سرینگر

میں قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کو لے کر آپ کے پاس آئے ۔ اس وقت انہوں نے دو جھنڈے قائداعظم کو دیئے ۔ ان میں ایک جھنڈا سبز تھا ۔ اور فرمایا سبز جھنڈا مسلم لیگ کا ہے ۔ اور دعا کرتے ہوئے پیش گوئی فرمائی ۔ کہ پاکستان بن کر رہے گا ۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس جو تاریخی کانفرنس تھی میں آپ نے شرکت کی اور اس کانفرنس میں علماء اہل سنت اور مشائخ کرام نے تحریک پاکستان کو کامیاب بنانے کا اعلان کیا ۔ اسی سال انتخاب کے زمانہ میں اپنے خلفاء ، بیٹوں ، پوتوں کو لے کر برصغیر کے گوشے گوشے میں پہنچے ۔ اور مسلم لیگ کی حمایت کی ۔ آپ وعظ فرماتے ۔ مسلمانوں یہاں دو جھنڈے ہیں ایک کفر کا ایک اسلام کا ۔ بتاؤ کس جھنڈے کے نیچے جانا چاہتے ہو ۔ لوگ کہتے کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے ۔ چنانچہ بلاشبہ لاکھوں مسلمانوں نے محض حضرت پیر صاحب کی حسب ہدایت پاکستان کے حق میں ووٹ دیا ۔ اس لحاظ سے آپ پاکستان کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں

یہاں حضرت پیر صاحب قبلہ کی دینی ، ملی اور سیاسی کارناموں پر مختصر طور پر روشنی ڈال دی گئی ہے ۔ مگر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے ۔ کہ آپ سے عجیب و غریب کرامات کا بھی ظہور و صدور ہوتا رہا خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے سلسلے میں آپ نے جو پیشین گوئی کی تھی ۔ وہ حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی پیر صاحب کی اس پیشین گوئی کو آج تک مرزائیوں نے زیر بحث نہیں آنے دیا ۔ گویا پیر صاحب کی یہ پیشین گوئی حق و باطل کی فارق اعظم ہے ۔

اس واقعہ کی تفصیل " الکاویہ علی الغاویہ " جلد دوئم مصنفہ مولانا محمد عالم

آسی امرتسری میں دیکھی جائے۔

پاکستان بننے کے چار سال بعد ۱۹۵۱ء میں ۲۶ ذی قعد کو ایک سو اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے علی پور سیداں میں وصال فرمایا۔ آپ کی علمی، قومی، ملی خدمات ہماری تاریخ کا روشن باب ہیں۔ کاش کوئی مرد باہمت ان چیزوں کو یک جا کر دیتا۔

آپ کی تاریخ وفات آپ کے ایک مرید مولانا حامد حسن صاحب نادری مصنف "تاریخ داستان اردو" نے نکالی ہے:۔

اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ

۱۳۷۰ھ

پیر کامل حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نوراللہ مرقدہٗ

اعلیٰ حضرت قدوۃ الواصلین، شمس العارفین، عارف اکمل، عالم باعمل، مجسمہ ہدایت، مجدد طریقت، چشمہ ولایت، قطب العالم، غوث ربانی، جنید زمانی، شیر یزدانی، محی الملت والدین، مولانا مولوی قبلہ وکعبہ میاں شیر محمد صاحب نقشبندی، مجددی، شرق پوری۔ اعلیٰ اللہ مقامہٗ ان بزرگان عظام میں سے تھے جو عشق الٰہی میں غرق اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مست رہتے ہیں دنیا اور اس کی چیزوں سے نہ انہیں کوئی واسطہ اور لگاؤ ہوتا ہے اور نہ کوئی تعلق اور رابطہ۔ وہ ہر وقت ایک استغراق کی حالت میں رہتے ہیں اور دنیا ومافیہا سے بے خبر۔ وہ نفوس مقدسہ ان اجسام طاہرہ میں سے ہوتے

ہیں کہ جب تک دنیا میں رہتے ہیں۔ دنیا کے لئے ایک چشمہ فیض بنے رہتے ہیں۔ جب اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کرتے ہیں تو اپنا کوئی مثیل اور ثانی چھوڑ کر نہیں جاتے۔ اور جیسے پاک وہ دنیا میں آتے تھے۔ ایسے ہی پاک وہ دنیا سے جاتے ہیں۔ طہارت اور پاکیزگی ان کی طبیعت ثانیہ ہوتی ہے اور زہد و اتقاء کا نور ان کی پیشانی سے جھلکتا رہتا ہے۔ ان کا روشن اور تابناک چہرہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا نمونہ پیش کرتا ہے۔ اور ان کا وجود مقدس خدا نما ہوتا ہے۔ وہ زمین پر آیت اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور در حقیقت خلیفۃ اللہ علی الارض ہوتے ہیں۔ جہاں ان کا مسکن ہوتا ہے جس جگہ کو وہ اپنا مستقر بناتے ہیں۔ وہاں آسمان سے نور برستا ہے۔ اور ہر اس شخص کو فیضیاب کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے جلووں کو جذب کرنے کی قوت خدائے قدیر و علیم نے ودیعت فرمائی ہے۔ دنیا ان کے درجے کو نہیں پہچانتی۔ لیکن خدا کے نزدیک وہ بڑا اثر رکھتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں گم گشتگان راہ ہدایت کے لئے ایک روشنی کا مینار ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے ہوتے ہیں اور خدا ان کا ہوتا ہے۔ اور خدائے برتر کا فضل ہمیشہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ بلاشبہ زمین پر خدا کا سایہ ہوتے ہیں۔

شرقپور[1] کے اس ولی کامل کی ولادت باسعادت ۱۲۸۲ھ ہجری المقدس

---

[1] لاہور سے ۲۰ میل ضلع شیخوپورہ میں ارائیوں کا ایک قصبہ ہے مگر اس کی موجودہ شہرت حضرت میاں شیر محمد صاحب کی وجہ سے ہے۔

مطابق ۱۸۶۵ء عیسوی میں ہوئی، والد کا نام عزیز الدین تھا اور ذات کے ارائیں تھے۔ اور زراعت آپ کے خاندان کا پیشہ تھا۔ عام طور پر مشہور ہے اور دیکھنے والے معتبر اور مستند راوی بیان کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ حضرت کے کتم عدم سے عالم شہود میں آنے کے بعد ہی سے آپ کے جسم اطہر اور چہرہ نورانی سے ولی کامل ہونے کے آثار روز روشن کی طرح ظاہر تھے۔ اور ہر شخص جو حضرت کو دیکھتا تھا بے اختیار پکار اٹھتا تھا کہ یہ بچہ تو مادر زاد ولی ہے۔ آپ کی سوانح عمری میں جو خزینہ معرفت کے نام سے حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف فرمائی ہے۔ ان حضرات کبار کے اسمائے گرامی بھی تحریر کئے ہیں۔ جنھوں نے شہادت دی کہ اعلیٰ حضرت مادرزاد ولی تھے۔ منجملہ ان کے حضرت میاں امام الدین مونگا رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مخدوم جناب حکیم امام الدین صاحب کے نام سرفہرست ہیں۔ جب ایسے ایسے نامور بزرگ اس امر کی شہادت دیں تو پھر اس کے ماننے اور قبول کرنے میں کسی مومن اور مسلم کو کیا تامل اور تردد ہو سکتا ہے۔ اور کون اس حقیقت سے انکار کی جرات کر سکتا ہے۔

بیرونی شہادت کے علاوہ اندرونی گواہی بھی اس بات کی ملتی ہے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیدائشی ولی تھے چنانچہ آپ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آپ کا بچپن عام بچوں کی طرح نہیں تھا۔ نہ آپ بچوں میں مل کر بیٹھتے تھے۔ اور نہ ان کے ساتھ مل کر کبھی کھیلتے تھے اور نہ بچوں سے کوئی رابطہ رکھتے تھے سب سے علیحدہ رہتے تھے۔ اور علیحدگی کو پسند

فرماتے تھے۔ تنہائی آپ کا نہایت محبوب مشغلہ تھا اور اس پر آپ ساری عمر کاربند رہے۔

بچپن میں آپ کے چہرۂ انور کی ضیا اور آپ کی مبارک پیشانی کا نور پکار پکار کر کہہ رہا تھا ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
مے تافت ستارہ بلندی

قدرت نے نہایت فیاضی کے ساتھ آپ کو علمی اور عملی لیاقتیں عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ جب آپ کی عمر پڑھنے کے قابل ہوئی اور آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا۔ تو بہت ہی تھوڑے عرصہ میں آپ نے نہ صرف قرآن کریم ختم کر لیا بلکہ لکھنے پڑھنے میں بہت کافی استعداد بہم پہنچا لی۔ اور بہت چھوٹی سی عمر میں بڑی بڑی کتابیں پڑھنے لگے۔

انسانی طبیعتیں بالعموم دو طرح کی ہوتی ہیں یعنی بعض بزرگ سلوک کی طرف مائل ہوتے ہیں اور بعض جذب کی طرف۔

وہ اولیائے کامل جو سلوک کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کو ابتدائے عمر ہی سے علوم ظاہری و کتابی سے لگاؤ اور تعلق ہوتا ہے۔ اور وہ بہت چھوٹی سی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر اصلاح خلق اور تجدید دین میں اور احیائے علوم اسلامیہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اخلاق کی اصلاح اور دین محمدی کی اشاعت ان کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ اور وہ اس مقدس شغل میں ایسے منہمک رہتے ہیں کہ ان کو کسی اور طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی اور وہ

اسی فریضہ تبلیغ کو دلی ذوق وشوق سے ادا کرتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوجاتے ہیں۔

اس کے بالمقابل نفوس مقدسہ کا وہ گروہ ہے جو جذب کامل اور استغراق کی طرف مائل ہوتا ہے۔ یہ بزرگ ظاہری علوم وفنون کی طرف چنداں متوجہ نہیں ہوتے۔ اور نہ تحصیل علم کی خاطر صعوبتیں اور دقتیں اٹھاتے ہیں۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب اعلی اللہ مقامہٗ اس دوسرے مقدس گروہ کے پیش امام تھے۔ اس لئے انہوں نے تحصیل علم میں بہت زیادہ کوشش نہیں کی۔ اور صرف معمولی لکھنے پڑھنے کی لیاقت کو کافی سمجھا۔ مگر لاریب یہ معمولی لیاقت بھی حضرت اقدس میں اس شان اور اس درجہ کی تھی۔ کہ بڑے بڑے علامہ بڑے بڑے ڈاکٹر، فلاسفر اور بڑے فاضل ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ آپ کا ادب واحترام کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو حضرت شیر ربانی کے سامنے طفل مکتب سمجھتے تھے۔ اور آپ کے حضور میں نہایت مودب ہوکر بیٹھتے تھے۔ اور آپ کے ملفوظات اور ارشادات سے نہایت عقیدت کے ساتھ فیض یاب ہوتے تھے۔ اور اپنے آپ کو حضور کے مقابلہ میں نہایت کمتر اور فروتر سمجھتے تھے۔

حضرت کے جدامجد عالی جناب فضیلت مآب مولانا مولوی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کو بچپن میں قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ تو آپ پڑھتے ہوئے اتار دیتے کہ قرآن کریم کے سارے اوراق بھیگ کر بالکل خراب اور ناقابل استعمال ہوجاتے۔ مگر جب حضرت جدامجد اس کے

متعلق دریافت کرتے تو آپ خاموش ہو جاتے اور بہزار پوچھنے پر بھی کوئی جواب نہ دیتے۔

بچپن ہی سے قدرت نے آپ کو حیا و شرم کا حصہ اس قدر وافر عطا فرمایا تھا کہ جب آپ گھر سے نکلتے اور محلہ میں سے گزرتے جہاں اپنے اپنے گھروں کے آگے چبوتروں پر عورتیں بیٹھی رہا کرتی تھیں تو آپ وفور شرم سے ایک باریک اوڑھنی سے اپنا سر اور چہرہ چھپا لیتے تھے۔ تاکہ آپ کسی عورت کو نہ دیکھیں۔ عفت اور طہارت کی یہ بہترین مثال ہے جو پیش کی جا سکتی ہے۔ آپ کی اس عادت کو دیکھ کر محلہ کی عورتیں کہا کرتی تھیں۔ کہ میاں عزیزالدین کے ہاں یہ ایسی لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ جو عورتوں سے بھی شرماتی ہے۔ اور چہرہ پر نقاب لے کر چلتی ہے۔

ویسے تو آپ لوگوں سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ اور ایک استغراق کا عالم آپ پر طاری رہتا تھا۔ مگر ایک شوق آپ کو بچپن میں خاص طور سے تھا۔ اور وہ گھوڑے کی سواری کا شوق تھا۔ اس سلسلہ میں یہ کرامت آپ کی سینکڑوں گاؤں والوں نے دیکھی ہے کہ جس گھوڑی پر آپ بیٹھ جاتے خواہ وہ کتنی ہی سرکش ہوتی مگر آپ کے سوار ہوتے ہی نہایت درجہ مطیع و فرمانبردار بن جاتی اس عجیب کرامت کو دیکھ کر شرق پور کے لوگ کہا کرتے تھے کہ شیر محمد تو گھوڑوں کے حق میں ملک الموت ہے۔

آپ کی زندگی کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ شرق پور میں کہیں سے ایک بارات آئی اور وہ سارے لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔

جب وہاں پہنچ کر انھوں نے سنا کہ یہاں ایک ایسا لڑکا رہتا ہے کہ چاہے کتنی ہی سرکش اور منہ زور گھوڑی ہو وہ اسے آن واحد میں رام کر لیتا ہے اور مجال نہیں کہ کوئی گھوڑی یا گھوڑا اس کے حکم سے انحراف کر سکے۔

اب یہ قصہ ہوا کہ اتفاق سے برات والوں کے ساتھ ایک ایسی گھوڑی بھی آئی جو نہایت منہ زور اور بدلگام تھی۔ اور نہایت طاقتور اور مشاق آدمی کے سوا کسی کے قابو میں نہ آتی تھی۔

برات والوں نے گاؤں والوں کی اس بات کا امتحان کرنا چاہا اور کہا کہ ہمارے ساتھ ایک گھوڑی ہے۔ جو اپنے زور اور طاقت کے سامنے کسی آدمی کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتی اور نہ کسی اجنبی آدمی کی مجال ہے کہ اس پر سوار ہو سکے۔ ہم تو جب جانیں کہ آپ کا یہ لڑکا اس گھوڑی کو مطیع کر کے دکھائے۔ اور اس پر سوار ہو کر اپنی کرامت کا اظہار کرے۔

چنانچہ وہ گھوڑی لائی گئی۔ ساری بارات والے اور سارے گاؤں والے اس کا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ حضرتؒ کو نہ کچھ خوف تھا نہ ہراس جب گھوڑی سامنے آئی تو آپ ایک دفعہ ہی جست کر کے اس پر سوار ہو گئے۔ اور سب لوگوں نے نہایت حیرت کے ساتھ دیکھا کہ وہ نہایت درجہ سرکش گھوڑی اب حضرت کی بالکل مطیع اور فرمان بردار تھی جدھر آپ اسے چلاتے بلا عذر چلتی۔ اور قطعاً حیل و حجت نہ کرتی اور ایسی ہو گئی جیسے برسوں سے آپ کی سواری میں رہی ہے۔ آپ کے بچپن کی یہ عجیب کرامت اب تک شرق پور کے لوگوں کی زبان پر چلی آتی ہے اور آپ

کی سوانح عمری "خزینہ معرفت" میں نہایت تفصیل کیساتھ لکھی ہوئی ہے۔
ایک مرتبہ ایک اور کرامت آپ کی عجیب ظہور میں آئی۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ جوان ہو گئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک روز آپ قصور تشریف لے گئے۔ پتہ لگا کہ ایک صاحب جلال الدین نامی حال میں حج کر کے آئے ہیں۔ اور جو کیفیات مدینہ منورہ میں زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ان پر وارد ہوئیں، ان کا نہایت والہانہ طور پر تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ صاحب موضع جوڑا میں سکونت رکھتے تھے۔ جو قصور کے قریب ایک گاؤں ہے۔ اس محویت اور جذب کی حالت کو دیکھنے کے لئے جو حاجی جلال الدین صاحب پر وارد ہوتی تھی۔ آپ بڑے اشتیاق سے ان سے ملنے کے لئے موضع جوڑا تشریف لے گئے۔ اور ان سے مدینہ منورہ کے حالات سنے تو ان پر بھی وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور دیر تک محویت کے عالم میں رہے۔ حاجی صاحب نے آپ کی بڑی خاطر مدارت کی۔ اپنی بھینس کا ایک وقت کا دودھ تو سارا آپ کے ساتھیوں کو پلا دیا۔ اور دوسرے وقت کی دودھ کی دہی جما دی۔ تاکہ صبح کو ناشتہ کے وقت حضرت اور آپ کے ساتھیوں کے لئے لسی تیار کی جا سکے۔ مگر یہ دیکھ کر حاجی صاحب کی اہلیہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک وقت کے دودھ میں سے اتنا ہی مکھن نکلا جتنا دونوں وقتوں کے دودھ میں سے ہمیشہ نکلا کرتا تھا۔ حاجی صاحب کی بیوی نے یہ ذکر اپنے شوہر سے کیا۔ انہوں نے ترازو لے کر تولا تو بیوی کی بات سچ نکلی جس پر حاجی صاحب نہایت حیران ہوئے اور گاؤں میں جس

سنے بھی سنا بڑی حیرت کا اظہار کیا۔ ظاہر ہے کہ اس عجیب واقعہ کو حضرت میاں صاحب کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

خزینہ معرفت کا مصنف بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو ایک نوعمر لڑکے سے محبت ہو گئی جس کا نام غلام محمد کمار بہ تھا۔ تو آپ کو اس کے عشق میں اس درجہ محویت ہوئی کہ آپ ہر وقت اسے یاد کرتے رہتے۔ اور جب کبھی اسے نہ پاتے تو نہایت مضطرب اور بے چین ہو جاتے۔ اسے ڈھونڈنے نکل جاتے اور تلاش کر کے لاتے۔ اور جب کبھی وہ چلا جاتا تو اکثر فرماتے کہ "ادھر عشق ستا رہا ہے۔ ادھر غلام محمد یاد آ رہا ہے" بہت مدت تک حضرت میاں صاحب اس نوجوان کے عشق میں مبتلا رہے اور آہ و فغاں کرتے رہے مگر پھر ایک دن ایسا آیا کہ آپ کو اس کا خیال جاتا رہا۔ اور حالت پہلے جیسی ہو گئی۔ اور اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رہا۔

آپ کے مزاج میں خاکساری فروتنی اور انکساری بے حد تھی بہت ہی معمولی سے معمولی کام کرنے سے بھی عار نہ تھا۔ نہ کوئی شرم محسوس کرتے تھے۔ نہ اپنے وقار اور عزت کا خیال کرتے تھے۔ اور نہ آپ کو اس بات کا خیال آتا تھا کہ مریدین اور معتقدین دیکھ رہے ہیں وہ کیا خیال کریں گے۔ اس سلسلہ میں آپ کی سوانح عمری میں یہ عجیب واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لائے۔ وہاں آپ کا کوئی واقف رہتا تھا۔ اس سے ملنے جب اس کے مکان پر گئے۔ تو وہ اتفاقاً موجود نہیں تھا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ مکان کا صحن بہت گندہ ہے جگہ جگہ کوڑا کرکٹ پڑا ہوا ہے۔ آپ

کو یہ بات ناگوار گذری اور آپ نے جھاڑو دے کر صحن کو پاک کر دینا چاہا مگر وہاں کوئی جھاڑو موجود نہیں تھی۔ آپ نے بلا تامل اپنے پاؤں میں سے ایک جوتا اتار لیا۔ اور اسی سے جھاڑو کا کام لیا۔ اور پانچ منٹ میں سارا صحن صاف کر دیا۔ ظاہر ہے جوتے سے صحن کیا صاف ہوتا جگہ جگہ کوڑا باقی رہ گیا۔ اس پر آپ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ہنستے ہوئے فرمایا۔ کہ خیر کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے" اتنا ہی سہی"

آپ بہت بے تکلفی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتے تھے۔ آپ مریدوں کے ساتھ اکثر مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور محفل میں اکثر خوش طبعی کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ بعض لوگوں کو اکثر محفل کا یہ رنگ دیکھ کر خیال ہوتا تھا۔ کہ یہ بزرگ اور یہ پیر اور ایسا مذاق؟ مگر آپ کو کبھی اس کی پروا نہ ہوتی تھی۔ اور بلا کسی خیال کے محفل میں بڑے بے تکلفی کے ساتھ مزاحیہ گفتگو کرتے رہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید سے کسی نے پوچھا کہ اس مذاق کا آپ کے دل پر کیا اثر ہو رہا ہے؟ اس نے جواب دیا" دل فیض اور برکت سے معمور ہو رہا ہے۔"

ایک عجیب و غریب واقعہ آپ کی سوانح عمری میں یہ لکھا ہے کہ آپ ایک مرتبہ لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں سے کسی کام سے شاہ عالمی بازار میں بھی گئے جو لاہور کا بہت ہی گنجان علاقہ تھا اور جہاں ہندوؤں نے بڑے بڑے عالی شان مکان نہایت پختہ اور مضبوط بنا رکھے تھے۔ ان بکثرت مکانوں کی وجہ سے گلیاں بہت چھوٹی چھوٹی اور بازار بے حد تنگ تھا اتنا تنگ کہ

اگر ادھر سے ایک تانگہ جاتا ہو اور ادھر سے ایک تانگہ آتا ہو تو دونوں کو پاس سے گزرنے میں سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اور مکانات تین، چار منزلہ بلکہ اس سے بھی زیادہ تھے جب آپ اس بازار میں تشریف لے گئے تو سر بفلک مکانوں اور عالیشان عمارتوں کو دیکھ کر بڑے زور سے فرمایا کہ یہ مکانات کب فنا ہوں گے۔ یہ عمارتیں کب تباہ ہوں گی؛ شکر ہے کہ آپ کے الفاظ کسی ہندو دوکاندار نے نہیں سنے۔ ورنہ بہت ممکن تھا کہ جھگڑا کھڑا ہو جاتا۔ اور چونکہ علاقہ تمام تر ہندو ساہوکاروں اور سرمایہ داروں کا تھا۔ لہٰذا آپ کو شاید نقصان بھی پہنچ جاتا۔ مگر خیریت گزری کہ کسی نے آپ کے ان الفاظ پر توجہ نہیں دی اور آپ وہاں سے بخیریت نکل آئے۔ مگر دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آپ کی یہ پیش گوئی کس طرح ۱۹۴۷ء میں لفظ بہ لفظ پوری ہوتی اور سارا علاقہ بالکل کھنڈر بن گیا۔ عالی شان عمارتیں زمین بوس ہوگئیں۔ بازار مسمار ہو گئے۔ اور ہر طرف ملبہ کے ڈھیر نظر آتے لگے۔ آج کا انسان شاہ عالمی بازار کو دیکھ کر تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کہ یہاں کبھی اس قدر بربادی اور تباہی پھیلی ہوگی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آج سے ۲۳ برس پہلے کی بربادی اور تباہی کے آثار بکثرت ہر اس شخص کو آج بھی نظر آتے ہیں جو شاہ عالمی بازار سے گزرتا ہے
فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

ایک مرتبہ آپ پانی پت گئے تو حضرت غوث علی شاہ صاحب کے خلیفہ مولوی گل حسن سے بھی ملے۔ انہوں نے مسئلہ وحدت الوجود کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ "تم بھی خدا ہو ہم بھی خدا ہیں" یہ فقرہ سن کر آپ سخت بیزار

ہوئے اور وہاں سے اٹھکر چلے آئے۔

ایک مرتبہ آپ شہر قصور کے بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک جگہ چند لڑکوں کو کھیلتے دیکھا تو فرمایا۔" ان لڑکوں میں بڑی اچھی اچھی استعداد کے لڑکے بھی ہیں۔ ایسے کہ اگر ذرا بھی کوشش کی جائے تو وہ اعلیٰ درجہ کے حافظ اور قاری بن سکتے ہیں۔ بڑے فاضل اور عالم بن سکتے ہیں۔ بڑے ولی کامل اور غوث اعظم بن سکتے ہیں۔ لیکن صحیح تربیت کے نہ ہونے سے ان کی صلاحیتیں بروئے کار نہیں آسکتیں۔ اور پھول بن کھلے مرجھا جاتے ہیں۔

دیکھئے یہ کتنا حکیمانہ اور پر از صداقت کلمہ ہے جو حضرت کی زبان فیض ترجمان سے نکلا ہے واقعی ساری خرابی عدم تربیت اور فقدان تعلیم سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ درست ہو تو قوم کے یہ نونہال عرش کے تارے توڑ کر لا سکتے ہیں اور محیر العقول کام کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ قوم کے اندر اس بات کا احساس بالکل نہیں کہ وہ نئی نسل کی صحیح تربیت کرے اگر ذرا سا بھی احساس ہو تو اس سے نہایت عمدہ نتائج نکل سکتے ہیں۔ اور قوم ہر لحاظ سے بام عروج پر پہنچ سکتی ہے۔

آپ اگر ذرا تاریخ اشاعت اسلام کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ قرون اولیٰ کے زمانہ میں مسلمان جہاں بھی کفر کے علاقہ میں گئے۔ وہاں انہوں نے ضرور ہر علاقہ میں جہاں سے وہ گزرے مسجدیں ضرور بنائیں تاکہ وہ لوگوں کے لئے مینارہ ہدایت کا کام دیں۔ سارا دکن کا علاقہ، سارا وسطی ہند بنگال کا تمام علاقہ اور شمالی ہند بالخصوص سندھ اور پنجاب میں مسلمانوں

کے صلحاء اور علماء اور صوفیاء نے دو چار نہیں سینکڑوں مسجدیں مختلف مقامات پر تعمیر کیں۔ جن میں سے بعض آج بھی موجود ہیں۔ سلف صالحین کے تتبع میں حضرت صاحب نے بھی اپنے حلقہ میں کئی مسجدیں بنوائیں اور یہ تبلیغی فریضہ بڑی خیر و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ ان میں سے بعض مسجدوں کی کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(۱) محلہ نبی پورہ ملحق شرق پور میں سڑک کے کنارے آپ نے آنے جانے والے لوگوں اور مسافروں کے لئے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ جس کے ساتھ ایک حجرہ اور ایک کنواں بھی تھا۔ اس مسجد کی تعمیر کے وقت ایک لطیفہ یہ ہوا کہ جب مسجد کی بنیادیں کھودی جا رہی تھیں تو وہاں ایک کیکر کا درخت بھی تھا۔ جس کو زمین صاف کرنے کے لئے گرایا گیا۔ درخت کے گرنے سے جو گڑھا پیدا ہوا تو آپ اس میں اتر گئے۔ اور مٹی کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا "اس مٹی سے بھی انگریزیت کی بو آتی ہے"۔ اس درجہ آپ کو انگریز سے نفرت تھی

(۲) دوسری مسجد آپ نے قبرستان ڈہران والہ میں تعمیر کرائی۔ یہ قبرستان شرق پور کے جنوب مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہاں بھی آپ نے ایک کنواں، ایک غسل خانہ۔ اور ایک حجرہ امام مسجد کے لئے بنوایا۔ اور ایک درویش کو مسجد کی رکھوالی اور انتظام کے لئے مقرر کیا۔ جس نے بہت عمدگی کے ساتھ مسجد کی اور نمازیوں کی خدمت کی۔ اس مسجد کے قریب حضرت صاحب کا مزار ہے۔

(۳) تیسری مسجد آپ نے موضع ڈھول پورہ میں بنوائی جو شرق پور کے دائیں طرف ہے۔ یہ مسجد مختصر ہے لیکن کنواں موجود ہے۔

(۴) چوتھی مسجد آپ نے موضع کوٹلہ شریف میں بنوائی۔ یہ اچھی بڑی فراخ

مسجد ہے اور اس میں مع صحن کے تین کمرے ہیں۔ جب یہ مسجد بنی تھی تو لوگ کہا کرتے تھے کہ ناحق حضرت صاحب نے یہ مسجد بنائی۔ یہاں تو نماز پڑھنے کوئی نہیں آتا۔ سب لوگ کوٹلہ کی دوسری مسجدوں میں جاتے ہیں۔ اچھا خیر جب مسجد بن ہی گئی تو یہ اس کام آجائے گی کہ ہم گائے بھینسوں کے لئے اس میں چارہ بھر دیا کریں گے۔ لیکن حضرت صاحب کا یہ عجیب روحانی تصرف ہے کہ اب کوٹلہ کی تمام مسجدیں ویران ہو گئیں اور یہ مسجد نہایت آباد اور پر رونق ہے سچ فرمایا حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :-

الاعمال بالنیات

(۵) پانچویں مسجد آپ نے اپنے کنویں پر بنوائی تاکہ آپ کے مزارع وغیرہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور شہر آنے میں ان کا وقت خرچ نہ ہو۔

(۶) چھٹی مسجد آپ نے شرق پور کے وسط میں بنوائی یہ مسجد پہلے بھی موجود تھی لیکن آپ کے وجود کے باعث جب اس میں لوگوں کی گنجائش نہ رہی تو آپ نے وسیع پیمانے پر اس کی توسیع کی۔ اور اسے بہت فراخ، عمدہ اور مضبوط بنوایا۔ اس مسجد کی توسیع پر آپ نے ۲۵ ہزار روپے خرچ کئے۔

بعض قلمی دینی کتب کی بھی آپ نے اشاعت کی اور اس طرح خلقت کو فیض پہنچایا۔

مثلاً (۱) سراۃ المحققین فارسی اس کا آپ نے اردو ترجمہ کرا کر شائع کیا۔

(۲) منہاج السلوک فارسی اس کا ترجمہ مولوی غلام قادر نے کیا۔

(۳) حکایات الصالحین یہ ۸۸۲ صفحات کی ضخیم کتاب ہے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے اپنے کسی بزرگ کا ختم کرایا اور آپ سے بھی تشریف لانے کے لئے عرض کیا تو آپ نے فرمایا "اس ختم سے کیا فائدہ؟" اس بزرگ کی روح تو تم سے سخت ناراض ہے۔ اس لئے یہ ختم تمہارے منہ پہ مارا جائے گا اگر اپنے بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانا اور خدا کو خوش کرنا چاہتے ہو تو خود غرضیاں چھوڑ دو۔ مقدمہ بازیاں چھوڑ دو۔ جھوٹ دغابازی۔ بے ایمانی۔ حرام کاری چھوڑ دو نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ آپس میں صلح صفائی اور رحم دلی سے رہو۔ دوسروں کا مال کھانے اور چوریاں کرنے سے پرہیز کرو۔ اور درحقیقت نیک پاک باز۔ صالح اور شریف انسان بن جاؤ۔ خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ نماز روزہ اور زکوٰۃ کی پابندی کرو۔ گالی گلوچ سے پرہیز کرو۔ مار دھاڑ اور جھگڑا فساد نہ کرو۔ یہ باتیں ختم سے ہزار درجہ بہتر افضل اور عمدہ ہیں۔ جاؤ اگر تم میں عقل سمجھ اور خدا ترسی ہے تو میری باتوں پر عمل کرو ورنہ خود بھی تباہ ہوگے اور اپنی اولاد کو بھی برباد کروگے۔

اس موقعہ پر آپ نے اس شخص سے یہ بھی فرمایا کہ اپنے جھگڑے اور مقدمے خود اپنے گھر میں فیصلہ کرنے کی بجائے جو شخص انگریز کی عدالت میں جاتا ہے اس میں ایمان کا ذرا سا بھی حصہ نہیں ہے۔

اکثر لوگ اپنے نجی جھگڑے، ذاتی معاملات، زمینوں اور جائدادوں کے مقدمات آپ کے پاس لاتے تو آپ نہایت انصاف کے ساتھ نہایت خوبی کے ساتھ اور نہایت ہمدردی کے ساتھ آپس میں ان کی صلح صفائی کرا دیتے۔ ایسے خوش اسلوبی کے ساتھ آپ دونوں فریقین کو سمجھاتے تھے کہ آپ کے فرمانے پر ہر شخص بخوشی اپنا حق چھوڑنے اور اپنے بھائی سے صلح کرنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔

خاک ساری اور کسر نفسی آپ کی جبلت اور فطرت تھی۔ آپ ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ کہ کوئی آپ کی جوتی اٹھا کر آپ کے آگے رکھے یا آپ کی جوتی اگر الٹی ہو گئی ہے تو اسے سیدھا کرے۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو آپ فوراً وہ جوتی اٹھا کر اسے دے دیتے تھے۔ اور فرماتے لے جاؤ اب یہ تیرے کام کی نہیں رہی ہیں نہ بزرگ ہوں نہ ولی ہوں۔ نہ غوث ہوں نہ قطب ہوں۔ پھر تم لوگ میری ایسی تعظیم کیوں کرتے ہو۔

آپ چارپائی پر بیٹھے ہوتے اور کوئی عقیدت مند آکر نیچے بیٹھ جاتا تو آپ اسے نہایت اصرار سے اپنے پاس پلنگ پر بٹھاتے۔ اگر وہ ادب کے لحاظ سے پھر بھی نہ بیٹھتا تو آپ فوراً چارپائی سے اتر کر اس کے پاس زمین پر بیٹھ جاتے۔ پھر اسے مجبوراً پلنگ پر بیٹھنا پڑتا۔

ایک عجیب عادت آپ کی تھی اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھتے تو پوچھتے کہ اس پر کیا پڑھتے ہو۔ وہ کہتا اللہ کا نام لیتا ہوں اس پر آپ فرماتے۔ اللہ کا نام لوگوں کو دکھانے کے لئے لیتے ہو۔ اللہ کا نام لینا ہے تو گھر کا دروازہ بند کرکے اور کونے میں مصلیٰ بچھا لیا کرو۔ اس دکھاوے سے تو بجائے ثواب کے الٹا عذاب ہوتا ہے۔

سود خور لوگوں سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو مسلمان ایک مرتبہ سود لیتا ہے۔ وہ ستر مرتبہ اپنی ماں کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ آپ اس شدت کے ساتھ سود کی برائی کیا کرتے تھے کہ اکثر لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اس امر کے لئے بیعت کی کہ ہماری توبہ اب ہم ساری

عمر کبھی ایک پیسہ سود کا نہیں لیں گے۔ اور جو لے چکے ہیں وہ چھوڑ دیں گے
ایک مرتبہ نکاح کا ایک جھوٹا دعویٰ عدالت میں دائر ہوا۔ اور مدعی نے
لکھوایا کہ میرا نکاح تو حضرت صاحب نے پڑھایا تھا۔ آپ بلوائے گئے۔
تو جوتیوں سمیت کمرہ عدالت چلے گئے۔ دربان نے کہا جوتی اتار جائیں۔ آپ
نے فرمایا کیوں یہ کوئی مسجد ہے؟ تحصیلدار نے دیکھا تو اشارہ سے منع کیا۔ کہ
ان کو جوتیوں سمیت آنے دو۔ ازاں بعد عدالت نے کہا حضرت صاحب آپ
عدالت میں گواہی دینے کے لئے آئے ہیں۔ اس بات کا اقرار کیجئے کہ جو کچھ کہوں
گا سچ سچ کہوں گا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا تحصیلدار صاحب آپ کی عدالت
میں کہیں سچ کا پتہ بھی ہے؟ تحصیلدار شرمندہ ہوا اور کہنے لگا خیر چھوڑیئے۔ اور
بتلائے آپ ان دونوں فریق کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ میں اسے جانتا
ہوں نہ اسے۔ اور نہ میں نے نکاح پڑھایا ہے تحصیلدار ہنس دیا اور اس نے
بڑی عزت سے آپ کو رخصت کیا اور مقدمہ خارج کر دیا۔

آدمیوں کے علاوہ جانوروں سے بھی آپ کو اس قدر شدت کی محبت
تھی کہ جب آپ کسی گدھے، خچر، بیل کو بوجھ اٹھانے کی وجہ سے تکلیف میں دیکھتے
تو بے چین ہو جاتے اور چاہتے کہ اس کا یہ بوجھ میں اٹھا لوں چنانچہ ایک مرتبہ
آپ نے ایک گدھے کو دیکھا جو بہت زیادہ بوجھ اٹھائے ہوئے جا رہا تھا۔
اور وہ بوجھ اس سے اٹھتا نہیں تھا آپ نے بکمال محبت اس گدھے کے پیر
دابنے شروع کر دیئے۔ کبھی اس کی گردن کو پیار کرتے کبھی اس کے جسم
پر بڑی محبت سے ہاتھ پھیرتے۔ اور دیر تک اسی طرح کرتے رہے۔

آپ بہت خاموش طبع بزرگ تھے۔ خود بھی اکثر مجلس میں بالکل خاموش بیٹھے رہتے اور دوسروں کو بھی خاموش بیٹھے رہنے کی تلقین کرتے آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہت ضروری اور کام کی اور مفید بات کرنی ہو تو بے شک کرو مگر فضول، لایعنی اور بیکار باتیں خدا کو ناپسند ہیں۔ اور مومن کی شان اللہ پاک نے یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ وَهُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ یعنی وہ لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں

سخاوت اور خیرات، دریا دلی اور بخشش آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی پیسہ آپ کے پاس بہت آتا تھا لیکن ہوا کی طرح خرچ ہو جایا کرتا تھا۔ آپ ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کریم صبح کو مجھے اپنے فضل سے ایک لاکھ روپیہ عطا فرمائے اور شام تک ایک پھوٹی کوڑی میرے پاس رہ جائے تو جو چور کا حال سو میرا حال۔

اس کے برخلاف خدا پر آپ کو توکل اس قدر تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہماری مسجد اور بغیچے مہمانوں سے بھر جائے۔ اور ہمارے پاس ایک پیسہ بھی ان کو کھلانے کے لئے نہ ہو تو ہمیں اس بات کی فکر نہ ہو گی کہ اب پیسے کہاں سے آئیں گے۔ اور کہاں سے ان آنے والوں کے کھانے پینے کا انتظام ہو گا۔ سب کچھ ہی اللہ پاک محض اپنے فضل سے کر دے گا۔ اور لوگ دیکھتے رہ جائیں گے

آپ کی کسر نفسی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا حضرت صاحب! آپ کا فلاں مرید آپ کو السلام علیکم کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے اپنی ریش مبارک پکڑی اور فرمایا "تو پیر بننے کے قابل ہے تو تو جلانے کے قابل ہے۔ اور نہایت نازیبا اور سخت کلمات اپنے متعلق استعمال فرمائے جو تحریر میں لانا مناسب نہیں۔

جس شخص کے متعلق آپ کو شبہ ہوتا کہ اس کی آمدنی کے ذرائع جائز نہیں ہیں
یا سرکاری ملازم ہے رشوت لیتا ہے تو آپ اس کی نذر کبھی قبول نہ فرماتے۔ اور
اسے ایمان دار اور نیک بننے کی تلقین فرماتے۔ اسی طرح اگر کوئی افسر ظالم ہوتا اور
آپ کے پاس آتا تو آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے نہ اس کا ہدیہ قبول فرماتے۔
لوگوں کی ہمدردی اور غم خواری خواہ ہندو ہوں یا مسلمان آپ کی گھٹی میں پڑی
ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ آپ قصور تشریف لے گئے اور وہاں اپنے معتقدین کے
ساتھ بازار میں جا رہے تھے۔ کہ آپ نے دیکھا کہ بازار کے سرے پر بھنگن غلاظت
سے بھرا ٹوکرا بھرا ہوا کھڑی ہے ٹوکرا بھاری تھا جو اس سے اٹھ نہیں سکتا تھا
وہ اس انتظار میں تھی کہ کوئی بھنگی یا بھنگن ادھر سے گذرے تو اس سے اپنا ٹوکرا
اٹھوائے اپنا ایک چھوٹا سا موٹا سا کالا اکلوتا بچہ بھی وہ اپنی گود میں لئے ہوئے تھی
اور اس کے کپڑے بھی سخت بدبو دار، میلے اور متعفن تھے۔ آپ جب اس کے
پاس سے گزرے۔ تو آپ نے بلا تامل وہ ٹوکرا اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا
آپ کے ساتھ اس وقت جو معززین تھے انہوں نے اس عجیب واقعہ کو دیکھا
تو سب کے سب نہایت درجہ حیران رہ گئے

ایک مرتبہ آپ حجرہ شریف تشریف لے گئے۔ اور وہاں کے سجادہ نشین
صاحب سے ملے جن کی حالت یہ تھی کہ داڑھی منڈی ہوئی تھی اور نماز کے
اوقات لہو و لعب میں بسر ہوتے تھے۔ شکار کے لئے کتے رکھے ہوئے تھے
اور دین و مذہب اور ایمان و اسلام سے انھیں دور کا بھی واسطہ نہ تھا بالکل
شتر بے مہار کی طرح آزاد اور خود سر تھے۔ آپ کو دیکھ کر سخت رنج ہوا۔ اور آپ

دیر تک ان کو احکام شریعت کی پابندی کی تلقین ایسے موثر پیرایہ میں کی کہ اس وقت تو انہوں نے اپنی بداعمالی سے توبہ کر لی بعد میں نہ معلوم ان کا کیا حال ہوا۔

ایک مرتبہ عجیب واقعہ ہوا ریلوے کا ایک بہت بڑا افسر آپ کی ملاقات کے لئے بڑی عقیدت سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ لیکن وضع کافرانہ اور روش مغربی۔ نہ داڑھی نہ مونچھ سب صفا۔ ہیٹ اوڑھے ہوئے اور سگار منہ میں آپ نے اسے دیکھا تو آپ کو اس سے سخت نفرت ہوئی مگر بڑے ہی تحمل کے ساتھ آپ نے پوچھا کہ تجھے تنخواہ کیا ملتی ہے اس نے عرض کیا حضور ایک ہزار روپیہ اور باقی خدا کا فضل بھی خاصا ہو جاتا ہے۔ یہی کوئی دو ڈھائی ہزار پڑ جاتے ہیں بہت عیش و آرام سے زندگی بسر ہوتی ہے۔

اس وقت اور بھی بہت سے لوگ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر آپ اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے۔ اور اس زور سے تھپڑ اس کے چہرے پر مارا کہ اس کا قیمتی ہیٹ دور جا گرا۔ اور وہ خود بھی تھپڑ کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اور فرمایا کمبخت بچہ شیطان فرزند ہامان جا دور ہو۔ یہ ڈھائی ہزار روپیہ کیا قبر میں تجھے عذاب سے بچا لیں گے کیا پل صراط پر یہ رقم تیرے کام آئے گی کیا تو رضوان کو یہ رقم بطور رشوت دے کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔ کیا تو مالک کو یہ ڈھائی ہزار روپیہ دے کر دوزخ سے خلاصی حاصل کرے گا۔ تو ہی اکیلا نہیں تیری طرح دوسرے اعلیٰ افسر بھی تمام کے تمام انگلستان سے آئے ہیں باپ کے فرزندوں سے بھی بدتر ہو جاؤ دفع ہو جاؤ اور کبھی میرے پاس نہ آؤ جب مرو گے تو جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں تم کو جگہ ملے گی۔ انشاء اللہ۔

جو انگریزی دان ایم۔ اے، بی۔ اے، پی ایچ ڈی۔ آپ کے پاس آتے کوٹ پتلون پہنے۔ ہیٹ اوڑھے اور داڑھی منڈ وائے ہوتے تو آپ ان کو دیکھ کر سخت کبیدہ خاطر ہوتے۔ اکثر کو سمجھاتے اکثر کو ڈراتے۔ اکثر کو نفرت سے نکلوا دیتے اور فرمایا کرتے کہ ان لوگوں کا کلمہ ہے لا الہ الا اللہ انگریز رسول اللہ

اکثر پیروں اور گدی نشینوں کے متعلق دیکھنے میں آیا کہ الا ماشاء اللہ وہ قید شریعت سے آزاد ہوتے ہیں اور احکام شریعت کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے اور ساتھ ہی اپنے آپ کو نَحْنُ اَبْنَا اللّٰهِ وَاَحِبَّاءُ ہٗ سمجھتے ہیں۔ اور غضب یہ ہے کہ ان کے خوش عقیدہ مرید ان کی تمام خلاف شریعت باتوں کو عین شریعت سمجھتے ہیں اور ان کو زمین پر خدا کا اوتار مانتے ہیں۔ اور ایک دو نہیں کتنے ہی علما، صوفیا اس حال میں مست ہیں۔ اور ساتھ ہی مغرور اور متکبر اتنے کہ فرعون و ہامان اور نمرود و شداد سے بڑھ کر مگر ان سب کے برخلاف حضرت میاں شیر محمد صاحب اتباع شریعت اور پیروی حکم خدا اور رسول میں نہایت کامل بزرگ تھے۔ اس قدر کامل کہ تمام اندرونی و بیرونی ظاہری و باطنی امور میں۔ ہر قسم کے حالات میں اور ہر موقع پر خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی اور خوشنودی کے طالب رہتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ الٰہی عبادات بھی حضرت صاحب پورے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ اور دینی معاملات میں بھی اعلیٰ درجہ کے محتاط اور متدین تھے۔ آپ کا توحیدی جذبہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ جب آپ کے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ تو آپ نے اسے گود میں لے کر فرمایا بچے اگر تجھے بڑے ہو کر نیک، پارسا، صالح، عابد، زاہد، اور خلق خدا کا ہمدرد قانع، متواضع، ملنسار، مہمان نواز

اور احکام شریعت کا پورا پورا پابند ہونا ہے تب تو ٹھیک ؟ ورنہ تیرا مر جانا تیرے زندہ رہنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ چنانچہ وہ بچہ فوت ہو گیا۔

آپ کا اٹھنا بیٹھنا۔ آپ کا سونا جاگنا۔ آپ کا رہنا سہنا۔ آپ کا کھانا پینا۔ آپ کا اوڑھنا بچھونا۔ آپ کا پڑھنا پڑھانا۔ آپ کا دیکھنا بھالنا۔ آپ کا بولنا چالنا غرض آپ کے تمام امور اور آپ کے تمام احوال اور آپ کی چال ڈھال اور آپ کی حرکت و سکون سب میں شریعت اسلام کی پیروی اور احکام شریعت کی پابندی نہایت نمایاں طور پر نظر آتی تھی۔ اور آپ اس امر کا خاص خیال اور لحاظ رکھتے تھے۔ کہ کوئی بات بھی شریعت کے خلاف آپ سے سرزد نہ ہو۔ نہ صرف پورے طور پر خود پابند شریعت تھے بلکہ اپنے پاس بیٹھنے والے ہر شخص سے بھی اس بات کی توقع کرتے تھے۔ کہ شریعت پر عامل ہو

جب کوئی بیمار آپ کے پاس آتا اور کہتا کہ حضور دعا کریں کہ میں اچھا ہو جاؤں تو آپ فرماتے دوا بھی کرو صرف دعا سے کس طرح اچھے ہو جاؤ گے۔ جب تک عورت کے پاس نہ جاؤ گے صرف دعا سے کس طرح بچہ پیدا ہو جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ پانی دم کر کے بھی لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ اور اس سے اکثر بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔

آپ کی عادت تھی کہ گرمی کے موسم میں دو کڑے دونوں ہاتھوں میں پہنا کرتے تھے۔ راستے میں جاتے ہوئے اور کوئی سوالی نظر آ جاتا تو ایک کڑا اتار کر دے دیتے آگے چلنے اور کوئی سوالی دکھائی دیتا۔ تو دوسرا کڑا اسے اتار کر دے دیتے۔

آپ کی یہ بھی عادت تھی کہ راستہ چلتے ہوئے لوگوں کو فوراً السلام علیکم کہتے اس بات کے ہرگز متوقع نہ رہتے کہ لوگ پہلے مجھے آداب بجا لائیں جیسا کہ اکثر پیروں کا شیوہ

ہے کہ وہ اپنے آپ کو اتنا کھینچتے ہیں جس کی انتہا نہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگ جھک جھک کر ہمیں سلام کریں اور ہمارے ہاتھ چومیں۔

راستہ چلتے ہوئے اگر آپ کو کسی ایسے شخص سے ملتے جو فاسق و فاجر ہوتا۔ تو آپ اسے دیکھ کر منہ پھیر لیتے اور اس سے بات نہ کرتے اگر راستہ میں کوئی ہندو یا سکھ مل جاتا اور آپ کے ہاتھ کو پکڑ کر تعظیماً بوسہ دیتا تو آپ خاموش رہتے لیکن اگر کوئی مسلمان ایسا کرتا تو سخت ناراض ہوتے اور اسے سمجھاتے کہ ایسا نہ کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی تکلیف دینے والی چیز راستہ میں پڑی ہو تو اسے دور کر دینا چاہیئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حکم پر آپ کا نہایت سختی سے عمل تھا جب کبھی آپ راستہ میں کوئی اینٹ، روڑا، پتھر۔ یا نقلینے کا ٹکڑا یا کیلے، تربوز، آم، خربوزہ کا چھلکا پڑا دیکھتے تو فوراً آگے بڑھتے اور راستے سے علیحدہ کر دیتے تاکہ بچوں، بڑوں اور عورتوں کے پاؤں نہ پھسلیں یا وہ ٹھوکر نہ کھائیں یَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے حکم الٰہی پر آپ کا پورا پورا عمل تھا جب کبھی بازار میں چلتے تو نظر اپنے پاؤں پر رہتی۔ اِدھر اُدھر دیکھنے اور تاکنے جھانکنے کی عادت ان میں بالکل نہ تھی۔ اور ایسی عادت کو بڑی نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ہر قصبہ میں اور شہروں میں غریب لوگ خوانچہ لگائے چھوٹی موٹی چیزیں لئے سڑک پر یا گلی یا بازار کے کنارے پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ جب آپ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرتے تو بلا ضرورت بھی ان سے چیزیں خرید لیتے اور اگر اس کے ٹوکرے میں کوئی پھل وغیرہ ہوتا تو چھانٹ چھانٹ کر گندے، سڑے اور خراب پھل خرید کر پورے پیسے اس کے حوالے کرتے لوگ پوچھتے حضرت یہ کیا تو آپ فرماتے دراصل یہ لوگ سوالی ہوتے

ہیں۔ اس لئے ان کی مدد کرنا معاشرے کا فرض ہے۔ غیرت کے مارے سوال نہیں کر سکتے اس لئے چھوٹی موٹی چیزیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ کوئی خدا کا بندہ رحم کر کے ان سے چیزیں خرید لے اور ان کی ضرورت پوری ہو جائے۔

لباس ہمیشہ موٹا جھوٹا مگر صاف پہنتے۔ باریک اور قیمتی کپڑے کو ناپسند کرتے دیسی جوتی زرد رنگ کی پہنا کرتے تھے کالی جوتی سے آپ کو سخت نفرت تھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ دوزخ کی نشانی ہے جن کے پاؤں میں بوٹ دیکھتے ان سے سخت ناراض ہوتے۔ ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب سیاہ جوتا پہنے ہوئے آپ کے پاس آئے آپ نے وہ جوتا اترواکر پھنکوا دیا۔ اور لال رنگ کا جوتا بازار سے انہیں اپنے پاس سے منگوا کر دے دیا۔

آپ کی ایک عادت عجیب یہ تھی کہ رات کو عشاء کے بعد آپ بہت سی روٹیوں کے ٹکڑے ایک چنگیری میں رکھ لیتے اور گھر سے باہر نکل جاتے جہاں بہت سے کتے آپ کے منتظر ہوتے۔ آپ وہ ٹکڑے ان کتوں کو ڈالتے اور آگے بڑھتے رہتے یہاں تک کہ سارے ٹکڑے ختم ہو جاتے ایک رات ایک کتے نے جھپٹ کر آپ کے ہاتھ کو کاٹ لیا اس روز سے آپ نے یہ طریقہ چھوڑ دیا۔

عقائد میں آپ نہایت پابند سنت اور حنفی المذہب تھے۔ عقائد آپ کے وہی تھے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ کیونکہ آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تھا آپ کے عقائد حقہ کی ترجمانی اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ آپ حضرت غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کی مصنفہ اسلام کی کتابیں پڑھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

عقائد کے بعد ہم جب حضرت صاحب کے معمولات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں

ان میں عام صوفیاء اور پیروں کی طرح تکلف، بناوٹ اور ریا کا کوئی شائبہ نظر نہیں آتا۔
اور ایک نہایت مومن اور صالح زندگی آپ کے وجود میں ہمیں دکھائی دیتی ہے۔ اور ہمارے
ناچیز خیال میں یہی شئے آپ کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اسے کون نہیں جانتا اور کون اس
حقیقت سے ناآشنا ہے کہ ہمارے عام گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں کی زندگیاں اور
ان کے معمولات نہایت درجہ مکروہ اور گھناؤنے ہوتے ہیں۔ اور ہمارے علمائے
کرام کا نامہ اعمال الا ماشاء اللہ اتنا سیاہ ہوتا ہے کہ ان میں کہیں بھی سفیدی نظر نہیں
آتی۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "آخری زمانہ کے علماء زمین پر بد
بدتر چیز سے بدتر ہوں گے۔ فتنے انہی سے شروع ہوں گے اور انہی پر ختم ہوں گے
حضور رسول کریم صلّی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ عظیم الشان پیش گوئی اپنی تمام صداقتوں کے
ساتھ آج سو فی صدی پوری ہو رہی ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی مرد مومن ان گدی نشینوں
کے مسلک اور ان علماء سو کے طریق سے ہٹ کر راہ سنت اور طریق مصطفوی پر گامزن
ہو تو ہم اسے ولی کامل، قطب زماں اور غوث زماں نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ ہمارے پیارے
آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری امت کے فساد کے وقت جو شخص میری
راہ پر چلا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ بلا شائبہ شک حضرت میاں شیر محمد صاحب
آں حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس ثواب کے مستحق ہیں۔

اس کے بالمقابل ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مسجد میں عصر کی نماز ہو رہی
تھی۔ اور حضرات علمائے کرام کا نہایت عظیم الشان جلوس مسجد کے سامنے سے انتہائی
طور پر شور مچاتا ہوا نعرے لگاتا ہوا، جھنڈے لہراتا ہوا اپنی پوری شان اور آن بان کے

ساتھ گزرتا رہا۔ اور جلوس میں شامل کسی فرد کو اور حضرات علمائے کرام کے مقدس گروہ میں سے کسی بزرگ کو توفیق نہ ہوئی کہ چند منٹ کے لئے اجلاس کو روک کر فریضہ حق ادا کرے۔

اس کے ساتھ ہی ہم نے تاریخوں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ جب حضرت محی الملت والدین اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ہندو راجہ پر حملہ کیا تو عین اس وقت جب کہ بڑے زور شور سے جنگ ہو رہی تھی نماز ظہر کا وقت آگیا یک دم بادشاہ کے حکم سے لڑائی روک دی گئی۔ شہنشاہ قلب لشکر سے فوج کے آگے آیا اور بطور پیش امام اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھ لی ساری فوج پیچھے تھی۔ جس وقت فوج مسجد میں گئی تو راجہ کے وزیر نے راجہ سے کہا کہ حضور اس وقت یہ بہترین موقعہ ہے فوراً حملہ کر دیں مسلمانوں کا ایک آدمی بھی بادشاہ سمیت بچ کر نہیں جا سکتا۔ راجہ نے حقارت کے ساتھ جواب دیا چپ رہ اور مجھے ایسا خطرناک مشورہ نہ دے۔ مجھے یہ سامنے آدمی نہیں دیو نظر آرہے ہیں۔ میں ان خون خوار عفریتوں پر حملہ کر کے اپنے آپ کو ہلاک کرنا نہیں چاہتا اور پھر فوراً ہی اس نے صلح کا جھنڈا بلند کر کے اطاعت اختیار کر لی۔

میں سلسلہ بیان میں کہیں چلا گیا۔ کہہ یہ رہا تھا کہ حضرت میاں صاحب کے معمولات میں قطعاً تصنع اور بناوٹ نہیں تھی اور وہ سارے کے سارے پروقار اور قرآن وسنت کے مطابق اور موافق تھے۔ اور کوئی بھی حرکت وسکون آپ کی خدا اور رسول کے خلاف نہیں تھی۔ لباس وپوشش اور نشست وبرخاست میں آپ نے ابتداء سے جو سادہ مگر صاف ستھرا طریق اختیار کیا وہ آخر وقت تک قائم رہا۔

سر پہ پگڑی و ٹوپی۔ بدن میں معمولی کپڑے کا کرتہ، پاؤں میں معمولی سا جوتا حضرت صاحب کے معمولات میں سے تھے۔ اور اس طرز سے آپ نے اپنی ساری زندگی

گزاردی۔ دوزانوں بیٹھتے اور لوگوں سے بہت ہی سادگی کے ساتھ گفتگو کرتے جس میں موجودہ دور کے پیروں جیسا رعب وتکبر بالکل نہ ہوتا۔ ہمیشہ مسجد میں دایاں پاؤں داخل کرتے اور بایاں پاؤں باہر نکالتے کیونکہ یہی فرمان نبوی ہے۔

اپنے آپ باقاعدہ، مہذب، شائستہ اور پابند شریعت رہنے کے علاوہ آپ یہ بھی چاہتے کہ آپ کے پاس آنے والے اور آپ سے ملنے والے اسوۂ رسول کی پیروی کریں۔ سادگی اور صفائی سے رہیں۔ بے ہودہ عادات اور رذیل خصائل سے بچیں اور حقیقی طور پر مردمومن کی زندگی گذاریں۔ اگر کسی کو آپ طریق گمراہی پر گامزن پاتے تو یا تو اسے اپنے پاس سے اٹھا دیتے یا ایسی سختی سے پیش آتے کہ پھر اسے ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اور جب آپ کے سامنے جاتا تو بہت سنبھل کر جاتا۔

صبح سے رات تک حضرت میاں صاحب کے معمولات واعمال واشغال کی ہلکی سی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عشاء کی نماز حضرت صاحب اکثر وبیشتر تاخیر سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو مہمان آپ کے پاس آتے۔ ان کے رات کے کھانے کے اہتمام میں اکثر دیر ہو جایا کرتی تھی۔ رات کے بارہ ایک بجے اگر کوئی مہمان آجاتا تو آپ فوراً اس کے لئے کھانا لاتے اور بڑی عزت کے ساتھ اسے کھلاتے اور مہمان کی عزت کرنے میں فخر محسوس کرتے۔

بالعموم رات کے بارہ بجے تک آپ باہر احباب اور معتقدین میں مصروف گفتگو رہتے اور مختلف دینی اور معاشرتی موضوعات پر آپ کے ارشادات گرامی سے سامعین محظوظ اور مسرور ہوتے رہتے پھر اندرون خانہ تشریف لے جاتے اور آرام

فرماتے۔

وتر کی رکعتیں تو آپ عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھ لیتے۔ مگر تہجد کی نماز ہمیشہ گھر میں ادا فرماتے اور دیر تک پڑھتے رہتے۔

صبح اول وقت بیدار ہوتے اور باہر تشریف لاتے اور نماز فجر میں شرکت فرماتے جو بالعموم آپ کے چچا حمید الدین صاحب پڑھایا کرتے تھے۔

نماز فجر کے بعد درود شریف کا ورد حاضرین کے ساتھ فرماتے اور اسے اتنا طول دیتے کہ نماز اشراق کا وقت ہو جاتا۔

نماز اشراق کی ادائیگی کے بعد آپ بچوں کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ اس کام سے گیارہ بجے فارغ ہوتے۔ پھر نہایت انہماک کے ساتھ مہمانوں کے کھانے کا انتظام کرتے۔ جو ہمیشہ خاصی تعداد میں ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کی زیارت اور ملاقات کے شوق میں دور و نزدیک سے روزانہ آیا کرتے تھے۔ کھانے سے پہلے آپ تمام مہمانوں کے ہاتھ خود اپنے دست مبارک سے دھلواتے۔ پھر خود کھانا لا کر ان کے آگے رکھتے اور ہر ایک کی رکابی میں سالن اپنے ہاتھ سے ڈالتے۔ اور پھر خود سب مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا نوش فرماتے۔ اگر روٹیوں میں سے کوئی روٹی سوکھی یا سخت ہوتی تو اسے اپنے آگے رکھ لیتے۔ اور خود کھاتے۔ آپ کی عادت تھی کہ ہر لقمہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر منہ میں ڈالتے۔ لقمے بہت چھوٹے چھوٹے بناتے اور بہت آہستہ آہستہ کھاتے یہ آہستہ اس لئے ہی تھا تاکہ سارے مہمان آسانی اور سہولت کے ساتھ اتنے عرصہ میں کھا کر فارغ ہو جائیں اور مہمان محسوس کریں کہ حضرت صاحب کھانا چھوڑ کر نہیں بیٹھ گئے بلکہ ہمارے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ اسی طرح آپ

کھانے سے اس وقت ہاتھ اٹھاتے ۔جب دیکھتے کہ سارے مہمانوں نے کھانا کھالیا ہے ۔اور کوئی باقی نہیں رہا۔کھانے کے بعد آپ سب حاضرین کے ساتھ مل کر دعا فرمایا کرتے ۔

زاں بعد وہیں فرش پر لیٹ جاتے اور کچھ دیر آرام فرماتے ۔یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت آجاتا۔ظہر کی نماز آپ ہمیشہ اول وقت پڑھا کرتے تھے ۔اور نماز کے بعد ملاقات کے لئے نئے آنے والوں سے بڑی محبت کے ساتھ باتیں کرتے رہتے ۔

عصر کے چار فرضوں سے پہلے آپ چار سنتیں ضرور پڑھا کرتے تھے اور نماز سے فراغت کے بعد پھر دعوت وارشاد میں مصروف ہو جاتے ۔

جب مغرب کا وقت آتا تو آپ وضو فرماتے اور وضو کرنے کے وقت پانی وغیرہ کی مدد کسی سے نہ لیتے ۔ وضو میں بولنے اور باتیں کرتے رہنے کو آپ سخت ناپسند فرماتے وضو کے وقت ریش مبارک کو کنگھی سے درست بھی فرماتے ۔اور دانتوں میں مسواک بھی فرماتے ۔مگر زاں بعد مسواک خود ہی رکھتے ۔کسی اور کو نہ دیتے ۔وضو میں پانی بہت ہی کم خرچ کرتے ۔آپ دن میں دو بار وضو کیا کرتے تھے ۔ایک نماز فجر سے قبل اور دوسری مرتبہ نماز مغرب سے پہلے اور پھر فوراً نماز مغرب کے لئے کھڑے ہو جاتے ۔نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے چھ رکعت نفل ادا فرماتے اور پھر اوراد وظائف اور تسبیح وتحمید میں مصروف ہو جاتے ۔یہاں تک کہ عشاء کا وقت آجاتا۔اور آپ مہمانوں کے کھانے کے انتظام میں مصروف ہو جاتے ۔جس سے رات کے بارہ ایک بجے فراغت ہوتی ۔پھر آرام فرماتے ۔ ہر روز آپ کا یہی مشغلہ اور یہی معمول تھا ۔اور اسی طرح آخر عمر تک کرتے رہے ۔

اہل اللہ اور صاحب باطن حضرات کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے الہام بھی ہوتا ہے اور کشفی حالت بھی ان پر وارد ہوتی ہے۔ حضرت میاں صاحبؒ کشف اور الہام دونوں خصوصیات کے حامل تھے۔ ہم مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند مثالیں ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:۔

(۱) دیہات سے دو نوجوان شرقپور شریف جانے کے لئے لاہور آئے۔ اور ہیرا منڈی میں بازاری عورتوں کو دیکھتے پھرے پھر شرقپور پہنچے اور حضرت صاحب کی ملاقات کے لئے دو زانوں ہو کر اور گردنیں جھکا کر مودب بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب تشریف لائے۔ تو ان دونوں نوجوانوں کے پاس پہنچ کر ان کی نیچی گردنوں کو اونچا کیا۔ اور ان کی آنکھوں کی پلکیں پلٹ کر فرمایا کہ لاہور میں کیا کیا دیکھ آئے ہو۔

اس صاف کشف حقیقت پر مارے شرمندگی کے دونوں کا برا حال ہوا انھیں قطعاً اس بات کا وہم بھی نہ تھا۔ کہ جو کرتوت ہم لاہور میں کر آئے ہیں حضرت صاحب اپنی روحانی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

(۲) ایک روز حضرت صاحب رات کے بارہ بجے کے بعد اتفاقاً کسی ضرورت سے بازار میں گئے۔ ایک سکھ تھانیدار جو گشت پر تھا۔ اس نے آپ کو آواز دی "یہ کون جا رہا ہے" آپ نے جواب نہ دیا۔ اس نے ساتھ کے سپاہی سے کہا "اسے پکڑ لاؤ" وہ پکڑ کر لے آیا اور کہا انھیں کیوں پکڑ لیا یہ تو ہمارے میاں صاحب ہیں۔ تھانیدار نے کہا یہی میاں اور سائیں چوروں اور ڈاکوؤں کے سرپرست ہوتے ہیں۔ مگر خیر اس نے آپ کو چھوڑ دیا اور آپ گھر چلے آئے۔ مگر اس کے دوسرے ہی

دن چوروں اور ڈاکوؤں نے رات کے وقت تھانیدار کے مکان کا صفایا کر دیا۔ اور جو کچھ جمع پونجی تھی سب لے گئے۔

حضرت میاں صاحب کی کرامت دیکھنے کے بعد تھانیدار ان کا بہت معتقد ہو گیا۔

(۳) ایک آدمی کے ہاتھ کی انگلی پر چوٹ لگ گئی۔ چھ سات ماہ تک علاج کرایا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ اور انگلی سوکھ کر ٹیڑھی ہو گئی۔ وہ آدمی شرقپور میں حضرت صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر انگلی سیدھی کر دی اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔

(۴) آپ کے کھیت سے بیس من غلہ آیا۔ وہ آپ نے گھر میں ڈلوا دیا۔ اور اس سے مہمانوں کے لئے روزانہ بہت معقول تعداد میں غلہ خرچ ہوتا رہا لیکن جب آپ کی والدہ غلہ کی مقدار کو دیکھتیں تو ہمیشہ جوں کا توں پاتیں اور اس میں کمی کے آثار نظر نہ آتے۔

(۵) ایک مرتبہ آپ نے بیس آدمیوں کے لئے کھانا تیار کرایا کھانا آپ تیار کر کے کھانے دے رہے تھے۔ کہ فوراً بیس مہمان اور آ گئے۔ آپ نے آدمی سے کہا جلدی کرو۔ مہمان اور بہت سے مہمان آ گئے ہیں۔ گھر میں جتنی روٹیاں ہوں سب لے آؤ۔ اس نے کہا حضرت گھر میں تو ایک روٹی بھی باقی نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا تو جو ہے دے دو اور اسی کھانے میں آپ نے چالیس آدمیوں کا پیٹ بھر دیا۔ بلکہ بہت سا کھانا باقی بھی بچ گیا۔

حضرت میاں صاحب بڑے صاحب تصرف درویش تھے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعات سے کیا جا سکتا ہے۔

(۱) فیروز الدین نامی ایک شخص کو کیمیا کا بڑا خبط تھا۔ بہت سا روپیہ اور بہت کافی وقت اس شوق کی نظر کر چکا تھا مگر ہمیشہ ایک آنچ کی کسر رہ جاتی تھی۔ اس کا ذکر ایک مرید نے حضرت صاحب سے کیا۔ اور آپ کی توجہ باطنی سے اس کا یہ سالہا سال کا خبط فوراً جاتا رہا اور پھر اس نے کبھی کیمیا کا نام بھی نہیں لیا۔

(۲) علامۃ الدہر مولانا مولوی اصغر علی روحی جو لاہور میں پروفیسر تھے۔ ان کا ایک شاگرد انگریزی میں ایم۔ اے اور عربی میں فاضل تھا۔ شامت اعمال سے دہریہ ہو گیا۔ مولوی صاحب نے ہر چند سمجھایا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ آخر تنگ آکر انھوں نے اسے اپنے ساتھ لے کر شرق پور کا قصد کیا۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں ساری رام کہانی افسوس کے ساتھ بیان کی۔ حضرت نے اس پر اپنا روحانی تصرف کیا وہ فوراً ٹھیک ہو گیا۔ اور اس نے دہریت کے خیال یک قلم چھوڑ دیئے۔ داڑھی رکھ لی۔ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے لگا۔

(۳) ایک عجیب غریب واقعہ حضرت صاحب کے تصرف کا یہ ہے کہ مردان علی نامی ایک شخص دہریہ ہو گیا تھا۔ اسے نہ خدا سے واسطہ تھا نہ رسول سے نہ نماز پڑھتا نہ روزے رکھتا بلکہ نماز روزے کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ کسی نے اس کی اصلاح کے لیئے اس کو مشورہ دیا کہ تم شرق پور جاؤ۔ کسی نے اس سے کہا کہ تم قادیاں جاؤ۔ وہ قادیاں جانے لگا تھا کہ لوگوں نے اسے روک کر شرق پور بھیج دیا۔ یہاں حاضر ہو کر اس نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میری بیعت لے لیجئے حضرت میاں صاحب نے انکار کیا۔ جس پر اس نے بڑی دلیری سے کہا اگر آپ میری بیعت قبول نہیں فرماتے۔ تو ابھی میں قادیاں چلا جاتا ہوں۔ یہ سنتے ہی حضرت میاں صاحب نے چپکے سے کچھ ایسا تصرف فرمایا۔ کہ وہ فوراً بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب

اسے ہوش آیا تو اس کے دہریانہ خیالات اور آزاد خیالی دور ہو چکی تھی۔

آپ تقریباً دو ماہ بیمار رہے۔ ہر قسم کے علاج کئے گئے۔ آپ کے مریدین اور معتقدین آپ کو علاج کے لئے کشمیر لے گئے اور لاہور بھی مگر مرض سے افاقہ نہ ہوا اور کسی علاج سے بھی تندرستی اور صحت واپس نہ آسکی۔ ماہر طبیبوں اور ڈاکٹروں نے اپنا سارا زور اور قابلیت حضرت صاحب کو بچانے میں صرف کر دی۔ مگر موت ایک نہ ایک دن سب کو آنی ہے۔ اور یہ تلخ پیالہ ہر کسی کو پینا ہے خواہ ولی ہو یا غوث، قطب ہو یا ابدال نبی ہو یا رسول کوئی بھی موت کے ہاتھ سے نہیں بچا اور نہ بچے گا۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

آخر ۶۵ برس کی عمر میں ہزارہا مخلوق خدا کو فیض پہنچا کر ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ مطابق ۳۰ اگست ۱۹۳۸ء بروز دوشنبہ رات کے ساڑھے دس بجے آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

دوسرے روز منگل کے دن ساڑھے چھ بجے شام آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ اطلاع ملنے پر دور و نزدیک سے سات ہزار کے قریب بے قرار دل شرقپور شریف پہنچ گئے جنہوں نے اشکبار آنکھوں سے اپنے محبوب بزرگ کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہا۔ نماز جنازہ حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم سجادہ نشین مکان شریف نے پڑھائی۔

لاہور کے نامور طبیب السنہ شرقیہ اور مغربیہ کے فاضل پروفیسر حکیم نیر واسطی صاحب آپ کے مخلص مریدین میں سے ہیں اور اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی ہیں۔ میاں صاحب کے جنازہ کو دیکھ کر ارتجالاً جو اشعار آپ دار حکیم صاحب موصوف نے تصنیف فرمائے

ان سے بہتر اشعار آپ کے مرثیہ میں کسی اور شاعر نے نہیں کہے ہوں گے اشعار یہ تھے ؎

شان و شوکت سے یہ کس دولہا کی آتی ہے برات
تھر تھراتے ہیں فرشتے، کانپتی ہے کائنات
ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے
آج اٹھی ہے یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے
کس جنید وقت کی میت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کی عظمت و عفت کو شرماتی ہے یہ
لوگ کہتے ہیں نہ ہو انشیر محمدؐ کا وصال!
اٹھ گئے گویا ابوذرؓ ہو گئے رخصت بلالؓ
اب یہ شکلیں پھر نہ دکھلائے گی دنیا دیکھ لو
مصطفیٰ کے عاشقوں کی شکل زیبا دیکھ لو!
ملت مرحوم کے ماتم میں اب روئے گا کون
دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئے گا کون
اے زمین شرقپور شیر الٰہی کی کچھار
دفن ہونا ہے تری مٹی میں شیر کردگار!
ہے دعا نیرؔ کی برسے تجھ پہ بدلی نور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نور افشاں تجلی طور کی!

حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت خواجہ امیدالدین قدس سرہٗ العزیز (کوٹلہ پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ) سے بیعت تھے۔ اور انہوں نے اپنی زندگی میں میاں صاحب کو اپنا خلیفہ مجاز نامزد فرمایا تھا۔ حضرت خواجہ امیدالدینؒ کا وصال ۹ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۳ء کو ہوا۔

حضرت شیر محمد صاحبؒ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین آپ کے برادر حقیقی ولی برحق حضرت ثانی لاثانی زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین میاں غلام اللہ صاحب ہوئے جن کی وفات ۷ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ مطابق یکم نومبر ۱۹۵۷ء کو ہوئی ان کے بعد ان کے بڑے صاحب زادے الحاج حضرت صاحبزادہ میاں غلام احمد صاحب مدظلہ درگاہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ اور چھوٹے صاحب زادے حضرت الحاج میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ العالی ہیں یہ ہر دو بھائی نہایت نیک نفس اور متبع شریعت ہیں اور دین کے کاموں میں نہایت ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ تبلیغ و اشاعت دین و سلسلہ نقشبندیہ میں دونوں بھائیوں کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ ملک میں اس وقت دہریت کا جو فتنہ سر اٹھا رہا ہے اس کی سرکوبی کے سلسلے میں شرقپوری صاحب زادگان کی خدمات تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔

مخزنِ کرم حضرت محمد اسماعیل شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ سرکار کرمانوالےؒ موضع کرماں والے ؒ

تحصیل فیروزپور کے رہنے والے تھے۔ والد بزرگ وار کا اسم گرامی سید سید علی شاہ صاحب تھا۔ جو آپ کے بچپنے میں ہی وفات پا گئے تھے۔ آپ کو شروع ہی سے حصول علم کا شوق بہت تھا۔ چنانچہ شوق کی تکمیل کے لئے سہارن پور کے دینی اداروں میں کافی عرصہ مقیم رہے اور علمی دولت سے مالا مال ہوئے۔ جب وطن لوٹ کر آئے تو فیروزپور کے مشہور صوفی بزرگ مولوی شرف الدین صاحب چشتیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

کہتے ہیں کہ اس بیعت سے آپ کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبت اس قدر دل میں گھر کر گئی کہ اکثر آوا کھاراں پر بیٹھے رہتے اور شادی پر بھی عزیز و اقارب کے مجبور کرنے پر بمشکل رضامند ہوئے۔

حضرت ممدوح کے خادم خاص، شیخ ناظر حسین صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ علاقہ زیرہ کے ایک سید صاحب تھے، انہوں نے ایک مرتبہ موگا (ضلع فیروزپور) میں شیخ صاحب کو بتایا کہ ہمارے بزرگ کرموں شریف کی طرف اشارہ کر کے بتایا کرتے تھے۔ کہ ادھر ایک ولی اللہ پیدا ہوں گے۔ یہ ابھی چھوٹے سے تھے کہ موضع کوٹیاں سر زمیں جا کر اللہ اللہ کیا کرتے۔ آخر علم کی ضیاء نے اس پاکیزہ شوق کو اور نکھار دیا۔ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ کے عاشق صادق تھے۔ ایک مرتبہ عرس کے موقعہ پر بیمار ہو گئے۔ چلنے پھرنے کی ہمت نہ رہی۔ تو عین عرس کے موقع پر ایک اونٹنی سوار آئے اور انہیں ہمراہ لے گئے۔

ایک مرتبہ آپ حضرت بو علی قلندرؒ کے آستانہ عالیہ پر بھی حاضر ہوئے، وہاں ریلوے سٹیشن پر ہی ایک مست آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ جب واپس لوٹے تو خرچ ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس مست نے چلتے وقت خرچ کے لئے سونے کا ایک ٹکڑا آپ کو دیا۔ حضرت عاشقِ الٰہی بو علی قلندرؒ کے آستانہ عالیہ پر اکثر مستوں کا پہرہ رہتا ہے۔ پانچ سات ہر وقت چوکھٹ پر پڑے رہتے ہیں

جب آپ آشنا نے پر گئے۔ تو انہوں نے از راہ شفقت استقبال کے لئے ایک مست کی ڈیوٹی لگا دی۔ ورنہ یہ لوگ تو عالم جذب میں چپ سادھے در دولت پر پہرہ دیتے رہتے ہیں گویا آپ وہاں گئے نہیں بلکہ بلوائے گئے تھے۔

خلافت مولوی شریف الدینؒ کے انتقال کے بعد آپ کھوئے کھوئے رہتے تھے کہ فاضل کا میں ایک صاحب صوفی جنوں شاہ ایک روز انہیں دیکھ کر بولے "آپ کا حصہ شرق پور شریف میں ہے"۔ اشارہ پاکر حضرت شرق پور پہنچے۔ اور حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ نے فرمایا "آپ کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں"۔ بولے کچھ ہوں تو سہی مگر سمجھ نہیں ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سمجھ بھی دے دے گا۔ اور انہیں خصوصی توجہ سے نوازا کہتے ہیں ان کی موجودگی میں حضرت قبلہ کے پاس ایک شخص چاولوں کا ایک تھال لے کر آیا۔ حضرت نے قبول فرمایا۔ اور آپ کے آگے رکھ کر بولے "شاہ صاحب انہیں پانی سے دھو ڈالئے" جب یہ دھو چکے تو فرمایا "میں نے آپ کی تمام گزشتہ کدورتیں دھو دی ہیں۔ یہ چاول کھا لیجئے اور آگے کھلاتے رہیے" گویا انہیں پہلی ملاقات ہی پر خلافت سے نواز دیا تھا۔

شروع میں جو ضرورت مند ان کے پاس آتا تو یہ انہیں تعویذ دھاگہ بھی دیا کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلہ نے فرمایا "شاہ صاحب رزق کیا تعویذ اور دھاگے میں ہے"۔ انہوں نے تعویذ دھاگہ چھوڑ کر طب شروع کر دی۔ کیونکہ طب میں بھی انہیں شغف حاصل تھا۔ جب حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے فرمایا "شاہ صاحب رزق کیا طب میں ہے"۔ انہوں نے یہ کام بھی چھوڑ دیا۔ اور ہمہ تن اللہ اللہ میں لگ گئے۔ دراصل حضرت قبلہ کا یہی مقصود تھا۔ یہ حضرت قبلہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ چپ چاپ حضرت قبلہ کے

روبرو دوزانو بیٹھے رہتے۔ برسوں کے عقدے چند لمحوں میں حل ہو جاتے فرماتے" جب میں ان کے روبرو ہوتا تھا۔ تو حاضرین میں سے ہر ایک کے حالات منکشف ہو جاتے تھے۔ فرماتے ہیں "ایک دفعہ میں نے انہیں خط میں زبدۃ العارفین اور قدوۃ السالکین کے رواجی القاب لکھ دیئے تھے۔ حضرت قبلہ بہت خفا ہوئے۔ کیونکہ وہ شہرت کو ناپسند فرماتے تھے۔ دراصل شہرت کی ضرورت بھی انہیں نہیں تھی۔ خدا نے انہیں رسول کریمؐ کے طفیل وہ بلند مقام عطا کیا تھا کہ شہرت کو خود ان کی ضرورت تھی۔ فرماتے" جس طرح حضرت قبلہ ہدایت فرماتے میں اس پر عمل کرتا تھا" ان سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جب حاضر خدمت ہوتے تو روپیہ پیسہ جو پاس ہوتا سب پوٹلی میں باندھ لیتے اور حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ عموماً فیروز پور سے رائے ونڈ تک ریل گاڑی میں سفر کرتے اور رائے ونڈ سے پیدل شرق پور پہنچ جاتے۔

فرماتے ہیں" ایک مرتبہ میری طبیعت میں بہت گھبراہٹ تھی۔ چپکے سے گاڑی میں بیٹھا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ معلوم ہوا آج حضرت کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئی ہیں۔ انہیں دیکھ کر فرمایا" ہاں اگر اتنا بھی نہ معلوم ہو سکے تو اللہ اللہ سے فائدہ!

قصور اور فیروز پور کے اکثر لوگ جو حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوتے انہیں فرماتے میرے پاس کیوں آتے ہو۔ کرموں والے سید محمد اسمٰعیل صاحب کے پاس چلے جایا کرو۔

ایک مرتبہ فرمایا" حضرت قبلہ حقہ پینے والوں کو میرے پاس بھیج دیا کرتے تھے: فرماتے کہ انہیں حقہ چھڑانے کی اچھی ترکیب آتی ہے۔ یہ کہتے ہیں اصل چابی تو انہی کے پاس تھی۔ میرے پاس تو لوگوں کو یونہی بھیج دیتے تھے۔

فرماتے ہیں" حضرت قبلہ مجھے مکان شریف اور سرہند شریف بھی لے گئے تھے

فرمایا کہ سرہند شریف میں فیضان اس طرح بہتا ہے جیسے دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔

نقل مکانی تقسیم ملک کے بعد ممدوح کچھ عرصہ پاکپتن میں مقیم رہے۔ پھر اوکاڑہ کے پاس پکے چک میں اقامت پذیر ہوئے۔ ان کے قیام سے یہ چک کرماں والے کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اسی نام سے یہاں ریلوے اسٹیشن بھی قائم ہو گیا۔ اور ڈاک خانہ بھی ہے یہاں بھی آپ کے پاس سبھی طرح کے لوگ آتے رہے۔ اور باطنی فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ شریعت کے بے حد پابند تھے۔ زبان پر اکثر یہ الفاظ ہوتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شان ہے۔ گویا حضور پرنور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت اور جاہ وجلال کو یہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ آپ کے عاشق صادق اور پوری پوری اتباع کرنے والے تھے۔

تبلیغ دین ان کی صحبت پاک اور مجلس میں یہ خاص بات تھی۔ کہ وہاں دین حقہ اور شرع مطہرہ کے بجز کوئی بات چیت نہیں ہوتی تھی۔ سائل بیعت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوتا، زیارت کے لئے آتے یا کسی جسمانی عارضہ کے لئے چل کر آتے۔ ان سب سے ممدوح دین ہی کی باتیں کیا کرتے تھے۔ بیماروں کو اکثر شہد، گلقند، مکھن یا کھوئے کا استعمال بتاتے۔ وہ بھی ہر نماز کے بعد۔ اکثر بیماروں کو صرف نماز کی تاکید فرماتے۔ اور بعض کو، کہ داڑھی رکھ لو، کتا نہ پالو۔ منڈوانی چھوڑ دو۔ اللہ پاک صحت دے دیں گے۔ چنانچہ ان کے ان مجوزہ نسخوں کے استعمال سے عموماً مریض صحت یاب ہو جاتے۔ دراصل ممدوح کی توجہ آنے والے کے روحانی عوارض پر ہوتی۔ جس کے علاج پر موصوف بہت زور دیتے۔ اور جب روحانی تکالیف دور ہو جائیں تو جسمانی بیماریوں کا دفعیہ بھی ہوتا۔ بے روزگاروں اور معاشی دشواریوں میں مبتلا لوگوں

کو بھی نماز اور ذکر و فکر کی طرف ہی راغب کرتے۔ اور ان بیماریوں کے لئے بھی یہی نسخہ کارگر تصور کرتے۔

فرماتے "دل کی بیماریوں (روحانی امراض) میں مبتلا ہو کر انسان کے اندر ایک بغاوت، سرکشی، فرائض سے غفلت اور گناہوں کے لئے رغبت پیدا ہوتی ہے اور وہ ایک ایسی کھائی میں گر پڑتا ہے۔ جو اسے عبودیت سے دور پھینک دیتی ہے۔ ان آفات سے گلو خلاصی پانے کی ایک ہی صورت ہے۔ کہ انسان حق تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو۔ کیونکہ یہ امراض غفلت سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ عبادت سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے اور وہ جوں جوں بڑھتا ہے تاریکیاں چھٹتی جاتی ہیں۔

فرماتے ذکر صرف حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضامندی کے لئے کرنا چاہیئے۔ جسے اللہ تعالیٰ مل جائے۔ اسے دنیا کی سب چیزیں مل جاتی ہیں۔

فرماتے" اللہ تعالیٰ سے اس وقت تک انس پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک ایسے کاموں سے چھٹکارا نہ حاصل کر لیا جائے جو غفلت پر اکساتے ہیں۔ اور ایسی عبادت اور ذکر بھی مفید نہیں ہوتے۔ جب تک کہ آدمی امر و نہی پر کاربند نہ ہو۔ فرمایا اکل حلال کے بغیر عبادت میں حظ نہیں محسوس ہوتا۔ نہ ہی کوئی عبادت کارگر ہوتی ہے۔ بحمد اللہ حضرت ممدوح کی یہ بابرکت صحبتیں مولانا روم کے بقول ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کی مصداق ثابت ہوئیں۔ سبحان اللہ۔

ان بابرکت مجالس کے علاوہ حضرت جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر مجمع کثیر کو

جس میں لاہور اوکاڑہ اور منٹگمری تک کے لوگ آتے تھے۔ دین حقّا کی طرف بلانے اور شریعت مطہرہ پر چلنے کی دعوت عام دیتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

تلقین و ارشاد حضرت میاں صاحب قبلہ کی طرح ممدوح بھی اسم ذات اور درود شریف کی تلاوت پر زور دیتے تھے۔ فرماتے تھے۔ اِن دو وظائف سے بڑا کوئی وظیفہ نہیں۔ اسم ذات کا ذکر اس طرح کرنا چاہیئے کہ ذاکر کے علاوہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو سکے دھیان اللہ کی طرف لگا ہو"۔ یہ ذکر چلتے۔ پھرتے سوتے۔ جاگتے اور کام کاج میں بہ ذقت ہو سکتا ہے"۔ فرمایا "قلب کی تاریکی اور ظلمت کو دور کرنے کے لیے درود شریف سے بہتر کوئی عمل نہیں"۔ آپ درود شریف عموماً تہجد یا عشار کے بعد کم از کم پانچ سو بار پڑھنے کو فرماتے تھے۔ فرمایا یہ ایک ایسا عمل ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن چمک اٹھتا ہے درحقیقت ان دو اذکار سے بڑھ کر کوئی تیسرا عمل نہیں اسم ذات کو سلطان الاذکار کہا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے بندوں کو یہی حکم دیا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

ان اذکار کے علاوہ پانچ وقت کی نماز باجماعت ادائیگی کی تاکید فرماتے۔ نماز تہجد بھی بارہ رکعت ادا کرنے کا حکم دیتے۔

ایک مرتبہ ایک میجر صاحب حاضر خدمت ہو کر بولے "مجھے غصہ زیادہ آتا ہے" فرمایا اگر نفس کے لیے آتا ہے تو برا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے تو اچھا ہے۔ وہ بولے "کوشش کے باوجود انسان بدی سے باز نہیں آتا" فرمایا "اللہ اللہ کرتا ہے اور نیکی کی طرف راغب رہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی ایک روز نیکی کو غالب کر دیں گے"۔ بولے "حضرت توجہ فرمائیں کہ میں نیکی کی طرف راغب ہو جاؤں" فرمایا "نیکوں کی

محبت رکھئے۔ اللہ پاک نیک کر دے گا۔ بولے یہ جو کہتے ہیں کہ ع

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

اس کی اصلیت کیا ہے"! فرمایا" ایک مرتبہ جلال پور کے پیر صاحب حیدر شاہ صاحب کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ کہ کسی نے ان سے یہی سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا تھا کہ گا ہے گا ہے"۔

حضرت کے خادم مولوی عنایت اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ان کی موجودگی میں حضرت سے کسی نے دریافت کیا کہ یہ مسئلہ "ہمہ اوست کیا چیز ہے"۔ فرمایا ہاں۔ بعض لوگ اللہ ہی کو مانتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جو ہیں رسول اللہ ہی ہیں۔ مگر اللہ اللہ ہے اور حضور حضور ہیں۔ دونوں کو ایک ہی سمجھنا ٹھیک نہیں۔

کشف و تصرفات

آپ کے کشف کا یہ عالم تھا کہ جوں ہی کوئی شخص حضرت موصوف کے روبرو مجلس پاک میں آکر بیٹھتا۔ سر سے پاؤں تک اس کا جائزہ فرما لیتے۔ اور حضرت قبلہ کا یہ خداداد جوہر کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں۔ بلکہ مجلس پاک میں محض چند منٹ بیٹھنے سے نیا آدمی بھی یہ چیز آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے سن سکتا تھا۔ مریض یا حاجت مند جن کا ہر وقت تانتا لگا رہتا۔ جب حاضر خدمت ہوتے اور بوجہ موجودگی حاضرین بعض باتیں صیغہ راز میں رکھتے اور سب کے سامنے بیان کرنے سے گھبراتے تو آپ خود بخود ان پر ظاہر کر دیتے۔ بلکہ بعض اوقات تو ان سے یہ باتیں اگلوا لیتے۔

ایک شخص حاضر خدمت ہو کر معروض ہوا کہ اس کا بیل چوری ہو گیا ہے"۔ فرمایا" تم نے بھی چوری کی ہوگی۔ یہ اس کی سزا ہے"۔ وہ بولا" نہیں حضور" فرمایا "یاد کرو" وہ بولا۔ اچھی طرح یاد ہے"۔ ارشاد کیا بچپن میں ایک مرتبہ" وہ کچھ سوچ کر بولا" جی ہاں! میں بھول گیا تھا۔

اسی طرح ایک مریض سے دریافت کیا۔ تم نے کبھی شراب پی ہوگی۔ ایک آدھ

مرتبہ پی" وہ بولا "ہرگز نہیں" حاضرین میں سے ایک سے فرمایا۔ "اس شخص سے معلوم کرو۔ میں صحیح کہتا ہوں"۔ آخر وہ شخص مان گیا کہ ہاں ایک مرتبہ تھوڑی سی پی تھی۔

ایک شخص ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ فرمایا کیسے آئے ہو کہاں سے آئے ہو۔ اس نے اتا پتا بتایا۔ فرمایا کام بھی بتاؤ" بولا "کچھ نہیں"۔ فرمایا" اچھا تو باہر بیٹھ جاؤ یا چلے جاؤ" وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔ ممدوح نے سب کے روبرو ایک صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ عورت کے چکر میں ہے اور میرے پاس تعویذ دھاگے کے لئے آیا ہے۔ اس سے جا کر دریافت کرو" وہ شخص گیا اور تھوڑی دیر کے بعد لوٹ آیا۔ کہ حضرت وہ تو انکاری ہے۔ فرمایا پھر جا کر معلوم کرو"۔ چنانچہ اس نے حضرت کے فرمودہ کی تائید کی۔ فرمایا" اس سے کہہ دو کہ میں اس کام کے لئے نہیں بیٹھا ہوں"۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو ہر روز مجلس پاک میں مشاہدہ میں آتے۔ سبحان اللہ! اللہ پاک فرماتے ہیں کہ مومن کی فراست سے ڈرو۔ وہ میری آنکھ سے دیکھتا ہے۔ حضرت ممدوح کو اللہ تعالیٰ نے بطفیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بہ برکت حضرت میاں صاحب قبلہ نگاہ حق بیں اور حق آگاہ، عطا فرمائی۔ جس سے آپ اکثر تالیف القلوب کا کام بھی لیتے۔

مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع مسجد حضرت بابا صاحب پاک پتن شریف فاضل دیوبند ہیں۔ شروع میں اولیائے کرام کے متعلق ان کے خیالات اچھے نہ تھے۔ ایک دن یوں ہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور مختصر ملاقات کے بعد اجازت لے کر واپس چلے گئے۔ حضرت نے انہیں خط لکھا۔ کہتے ہیں اس خط کا دیکھنا تھا کہ ان کی حالت غیر ہو گئی۔ پھر کیا تھا خط لئے ہوئے ان کی خدمت میں

حاضر ہوئے ۔ ادھر خادمان کو ہدایت تھی کہ ان کے پاس انہیں نہ جانے دیا جائے ۔ چنانچہ یہ تین روز وہاں پڑے رہے ۔ روتے تھے اور آہیں بھرتے تھے ۔ آخر خدمت اقدس میں حاضری کی اجازت ملی ۔ تین روز کی گریہ زاری سے ان کے پہلے تمام خیالات دھل چکے تھے ۔ پہلے کیا تھے ۔ اب کیا ہو گئے ۔ حضرت نے توجہ خصوصی سے نوازا اور آج تک ان کا شمار حضرت کے مقبولوں میں ہوتا ہے ۔

برادرم قربان علی شاہ صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ راستہ میں وہ آیت پاک اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ پر غور کرتے تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو تھے ۔ کہ باری تعالیٰ مجھ پر اس آیت کی وضاحت ہو جائے ۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک شب عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہے ۔ اور اس میں ایک بزرگ آنکھیں بند کئے ہوئے چت لیٹے ہوئے ہیں ۔ یہ پہلے تو سمجھے کہ شاید بے حس و حرکت پڑے ہیں کہ انہوں نے آنکھیں کھول کر ان کی جانب دیکھا اور ان کی آنکھ کھل گئی ۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد جب لوگوں نے انہیں کرموں شریف میں حضرت موصوف کا اتا پتا دیا ۔ تو یہ حاضر خدمت ہوئے ۔ ممدوح حجرہ شریف میں چت لیٹے ہوئے تھے ۔ اور شکل وصورت بھی انہیں بزرگ سے ملتی جلتی تھی ۔ یہ پاس گئے تو گھوم کر ان کی طرف دیکھا بھی بالکل اسی طرح دیکھا بھی بالکل اسی طرح اور فرمایا "کیوں بھئی میں وہی ہوں نا" ۔ یہ جی ہی جی میں خدا کا شکر بجا لائے ۔

اگرچہ حضرت بھی اظہار کرامات و تصرفات سے گریز کرتے ۔ اور انہیں پسند نہیں کرتے تھے ۔ تاہم آپ سے یہ بکثرت ظہور میں آتی تھیں ۔ ذیل میں صرف چند ایک درج کی جاتی ہیں ۔

برادرم قربان علی شاہ خادم خاص بیان کرتے ہیں کہ کہ ایک مرتبہ منچن آباد (بہاولپور) کا ایک آدمی جو آپ کا خادم تھا۔ کہیں قتل کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا۔ اور عدالت نے اسے سزائے موت دے دی۔ جب اس سے پوچھا گیا "بتاؤ تمہاری آخری خواہش کیا ہے"۔ وہ بولا "جی ہاں میں اپنے مرشد جو کرموں والے میں (نزد فیروزپور) رہتے ہیں ملنا چاہتا ہوں" عدالت نے ملزم کو اس کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے گارد کی نگرانی میں حضرت موصوف کی خدمت میں بھیج دیا۔ سپاہی اسے پابجولاں لے کر جب حضرت کے گاؤں میں داخل ہوئے۔ اور دولت کدہ کے قریب رک کر آپ کو اطلاع دی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا "کہ سپاہیوں سے کہہ دو کہ ملزم کی ہتھکڑی اور بیڑیاں اتار دیں یہ جگہ ملزم کو پابجولاں آنے کی نہیں ہے"۔

سپاہیوں نے عذر کیا کہ "اس طرح ملزم بھاگ جائے گا" ارشاد فرمایا "ہم ذمہ دار ہیں" چنانچہ اس کی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں اتار لی گئیں۔ سپاہی اسے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ ملزم بے اختیار حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ اور روتے ہوئے بولا "سرکار میں گنہگار ہوں۔ مجھے ایک ہفتہ بعد بارہ بجے دن کو پھانسی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا "اللہ فضل کر دے گا" اور سپاہیوں سے فرمایا "اسے لے جاؤ"۔ بیڑیاں وغیرہ اسے باہر لے جا کر پہنانا" چنانچہ وہ لوگ واپس چلے آئے۔

تاریخ مقررہ پر ملزم کو تختہ دار پر لا کھڑا کیا گیا۔ بارہ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ مجسٹریٹ اور دوسرا عملہ پانچ منٹ گزرنے کا منتظر تھا۔ کہ ملزم نے کنٹوپ کی تاریکی میں ایک روشنی دیکھی جس میں حضرت کا چہرہ چمک رہا تھا۔ اور گھڑی کی طرف اشارہ فرمایا افسروں نے دیکھا کہ سوئی یکایک بارہ بج کر پانچ منٹ پر پہنچ گئی۔ مجسٹریٹ بولا "ملزم کو

تختے سے اتار دیا جائے۔ وقت گذر چکا ہے" اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ دیوانہ وار حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا اللہ پاک نے تمہیں رہائی دلائی ہے"۔ یہ رہائی کو حضرت ممدوح کی کرامت سے تعبیر کرتا تھا۔ اور حضرت ممدوح اسے اللہ کی عنایت فرماتے تھے۔ اور ایسا کہنے سے منع کرتے تھے۔ مگر وہ دیوانہ وار دربار کی دیواریں چومتا۔ اور یہی کہتا رہا کہ آپ نے مجھے پھانسی سے بچا لیا ہے۔

ایک صاحب اپنا ایک نجی واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ گذشتہ فسادات میں ان کا بھتیجا سکھوں کے پاس موضع ننگل پٹیالہ میں رہ گیا ان کے بھائی نے شاہ صاحب کو لکھا۔ کہ آپ بھتیجے کی واپسی کے لئے دعا فرمادیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ وہ فلاں بنہ پیر حضرت قبلہ پیرو مرشد کو بدیں مضمون ایک تحریر بھیج دیں۔ اللہ نے چاہا تو کام ہو جائے گا چنانچہ ان کے بھائی نے ایک عریضہ حضرت کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب یہ حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے خود ہی دریافت فرمایا۔ کہ تمہارا کوئی بھائی ہے"۔ وہ بولا ایک بڑا بھائی ہے۔ فرمایا اس نے ہمیں لکھا ہے کہ اس کا لڑکا سکھوں کے پاس رہ گیا ہے۔ وہ گھبرائے نہیں۔ انشاء اللہ لڑکا لوٹ کر آئے گا۔ چنانچہ لڑکا واپس آگیا۔ وہ بھی اس طرح کہ شاہ صاحب کے بھائی سو رہے تھے۔ کہ علی الصباح انہوں نے دیکھا کہ مکان کا دروازہ کھلا ہے۔ اور لڑکا اندر داخل ہوا ہے۔ اس کی باہنہ کسی نے تھامی ہوئی ہے۔ مگر وہ شخص دروازے سے باہر ہے اور نظر نہیں پڑتا۔ یہ جھٹ اٹھ بیٹھے اور لڑکے کو گلے سے لگا لیا۔ لڑکے نے بتایا کہ آج ایک بابا، اسے علی الصباح جوہڑ کے کنارے پر ملا تھا۔ ان بابا نے پوچھا کیا ماں باپ کے پاس جاؤ گے۔؟ لڑکے نے جواب دیا" جی ہاں!" بابا صاحب نے لڑکے کی باہنہ پکڑ لی

اور گھر پہنچا دیا۔ جب اس سے بابا کا حلیہ پوچھا گیا تو وہ حضرت ممدوح ہی کا تھا۔ سبحان اللہ!

ایک صاحب نے بتایا۔ (جو اس واقعہ کے لئے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے) کہ ان کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ اور معاش کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اور انھیں اللہ اللہ کا بہت شوق تھا۔ معاش کے لیے وقت کیونکر نکالتے۔ آخر حضرت موصوف نے انہیں فرمایا۔ سورہ یٰسین ہر روز پڑھا کرو اور کم از کم دو میل چلا کرو۔ یعنی تلاوت کرتے جاؤ اور چلتے جاؤ والی بات تھی۔ چنانچہ اس پر انھوں نے عمل شروع کیا۔ تو انہیں ہر روز دو روپے راستے میں پڑے ملنے لگے۔ جو ان کی ضرورت کے لئے کافی تھے۔ ایک روز انہوں نے سوچا کہ شاید کوئی صاحب ان کے آنے سے پہلے وہاں دو روپے رکھ جاتے ہیں۔ پس اگلے دن انہیں ایک روپیہ ایک جگہ سے ملا اور دوسرا کہیں اور سے ملا۔

ان صاحب کا بیان ہے۔ کہ ان کا ایک بے تکلف ہمسایہ تھا۔ اس نے جو ان کی آسودگی دیکھی تو ان کے سر ہو گئے۔ آخر ایک روز مروت میں آکر یہ راز بتا دیا۔ دوسرے روز انہیں کوئی پیسہ نہ ملا دو میل کیا چار میل گھوم آئے۔ کچھ دنوں بعد آپ کے پاس گئے انہیں دیکھ کر بولے "لوگ بڑے ظالم ہیں بھید معلوم کر ہی لیتے ہیں۔ خیر اللہ کوئی اور صورت پیدا کر دے گا۔

آپ کے خادم بابو فضل کریم کے صاحبزادے محمد سعید فیروز پور چھاؤنی میں فوج کے کلرک تھے۔ ان کے ایک نوعمر ساتھی محمد حسین بھی وہیں کام کرتے تھے۔ فوجیوں کو تنخواہ کی تقسیم اور رقم کے اندراج کا کام ان کے سپرد تھا۔ فوجی ملازمت میں عموماً سپاہیوں اور ملازموں کی تنخواہیں گھروں پر ان کے لواحقین کو بھیج دی جاتی ہیں۔ ملازموں کو چونکہ کھانا کپڑا وہیں سے مل جاتا ہے۔ اس لئے ان کو خرچ کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی

یہ صاحب اپنی تنخواہ تو گھر بھجوا لیتے اور خود ایک دوسرے ملازم کے نام سے (جو عراق میں متعین تھا) رقم برآمد کر لیتے۔ یہ سلسلہ کوئی سال بھر چلتا رہا۔ آخر حساب کی پڑتال پر چوری پکڑی گئی۔ یہ صاحب بہت گھبرائے۔ محکمہ نے رقم کے اندراج کی کتاب متعلقہ سپاہی کو دستخطوں کی تصدیق کے لئے بذریعہ ہوائی ڈاک ارسال کر دی۔ بابو سعید اسے لے کر حضرت موصوف کے پاس حاضر ہوئے۔ اور سارا واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا "آئندہ ایسا نہ کرنا" وہ بولے بہت بہتر اب تو توبہ کرتا ہوں" فرمایا "اگر وہ کتاب گم ہو جائے تو کام بن سکتا ہے" یہ دونوں خوش ہو کر بولے "جی حضور" موصوف نے مسکرا کر فرمایا "اچھا تو سمجھ لو وہ گم ہو گئی" ان کا بیان ہے۔ کہ فی الواقعہ وہ رجسٹر کھو گیا۔ حالانکہ ڈاک سے بذریعہ رجسٹرڈ پیکٹ بھیجا تھا۔ اور پھر سرکاری ڈاک اور سرکاری محکمہ ہی بھیجنے والا تھا۔ حضرت موصوف کا فرمان اٹل ہو گیا۔ سبحان اللہ۔

ایک اور خادم بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں جا رہے تھے۔ گاڑی میں بہت بھیڑ تھی۔ یہ جگہ چاہتے تھے۔ آخر ایک شخص کے پاس انہوں نے بیٹھنے کی کوشش کی۔ تو اس نے منہ پر طمانچہ جڑ دیا۔ خادم نے فی الفور حضرت سے رجوع کیا۔ کیونکہ انہی کی خدمت میں حاضری کے لئے وہ جا بھی رہے تھے۔ اگلے سٹیشن پر اس شخص کو اترنا تھا۔ جب گاڑی رکی تو وہ اترا اور پلیٹ فارم پہ گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ جیسے کسی دوسرے شخص کے آنے کا منتظر تھا گاڑی نے حرکت کی وہ پائدان سے ٹکرا کر گرا اور بلبلا اٹھا۔ کیونکہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ اب ان کی سنیئے۔ جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا "ظالم نے تجھے بڑے زور کا طمانچہ مارا تھا کہ مجھے بھی تکلیف ہوئی تھی"۔ کیا وہ جان سے مر

گیا یا زندہ ہے۔ وہ بولے ہے تو زندہ البتہ اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ فرمایا۔ لوگ بڑے ظالم ہیں۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ گذشتہ فسادات میں ان کے اٹھارہ آدمی شہید ہو گئے۔ اور یہ تنہا آدمی تھا جو ظالموں کے ہاتھوں سے بچ نکلا۔ مگر سانحہ کا دل پر گہرا اثر تھا۔ جی چاہتا تھا کہ واپس لوٹ جائیں اور ختم ہو جائیں کہ حضرت لنگا آئے۔ بول اٹھے حضور مارے گئے" موصوف نے نہیں قافلے کے ساتھ جانے کا اشارہ کیا چنانچہ یہ پاکستان چلے آئے۔ گوجرانوالہ میں ٹھہرے دھیان حضرت کی طرف تھا۔ ایک روز خواب میں حضرت تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ میں پاک پتن میں ہوں" یہ اگلے روز گاڑی میں بیٹھ کر خدمت اقدس میں گئے۔ اور حضرت کو دیکھ کر سب دکھ بھول گئے۔

مسجد نور حضرت میاں صاحب کا ارشاد تھا۔ کہ اللہ پاک آپ کے ہاتھوں ایک مسجد آباد کرائیں گے۔ ایک روز مغل پورہ ریلوے سٹیشن کے پاس ایک پرانی مسجد جو افتادِ زمانہ سے زمین میں دب گئی تھی۔ اور لوگ وہاں گدھے باندھا کرتے تھے۔ آپ نے اسے کھدوا کر باہر نکلوایا۔ جگہ کی صفائی کرائی اور ایک درویش مولوی چراغ دین کو وہاں بٹھا دیا۔ یہ جگہ محکمہ ریلوے کی تھی جب انہوں نے وہاں لوگوں کی آمد و رفت دیکھی تو حد بندی کرا دی مولوی صاحب حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا چپ چاپ وہیں بیٹھے رہو۔ چنانچہ اسی رات ریلوے کا جو انگریز افسر تھا۔ اس کے ہاں عجیب واردات ہوئی۔ رات کو وہ لوگ چارپائیوں سے گر گر پڑتے تھے۔ آخر جوں توں رات بسر ہوئی۔ صبح سویرے انگریز افسر بھاگا بھاگا آیا حد بندی ختم کرا دی اب مسجد کے لئے راستہ صاف تھا۔ حضرت کے حکم سے یہاں

دبے ہوئے۔ دو نئیں کنویں بھی صاف کئے گئے۔ فرمایا "یہ مسجد بڑی بابرکت ہے۔ یہاں حضرت خواجہ باقی باللہ۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ ایسے بزرگان دین اور سائیں توکل انبالویؒ اللہ اللہ کرتے رہے۔ ایک کنوئیں کے متعلق فرمایا کہ اس کا پانی ہر مرض کی شفا کا حکم رکھتا ہے۔

اولاد حضرت کو اللہ نے دو فرزند سید محمد علی شاہ صاحب اور سید عثمان علی شاہ صاحب عطا کئے۔ دونوں نیک اور جوان ہیں۔ جن سے آثار بزرگی نمایاں ہیں۔ امید ہے کہ انشا اللہ تعالیٰ آگے چل کر بزرگان عظام میں شامل ہوں گے۔

پیکرِ نور حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب مدظلہ العالی

حضرت سید نور الحسن شاہ کیلیانوالے۔ حضرت قبلہ میاں صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمانے سے پہلے شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ نوجوان تھے اور محرم کے ایام میں شرقپور شریف میں آکر بلند آواز اور سوز سے مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت قبلہؒ کے کان میں آواز پڑی تو احباب سے فرمایا "یہ آواز تو بڑی اچھی ہے۔ کس کی ہے۔" چنانچہ یہ بازار سے گزر رہے تھے۔ کہ احباب نے بتایا "وہ یہ صاحب ہیں" آپ کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھی۔ جب آمنا سامنا ہوا تو ان کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر فرمایا "تمہارا نام کیا ہے"۔ یہ بولے "نور الحسن"۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا "ہم تمہیں نور الحسن بنا دیں"۔ یہ خاموش رہے۔ حضرت کا اشارہ نہ سمجھ سکے۔ اور گھر تشریف

سے گئے۔ مگر حضرت قبلہ نے ہاتھ گویبان میں ڈال دیا تھا۔ انہیں چین کیوں کر آسکتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ کئی سال تک در دولت پر پڑے رہے۔ حضرت قبلہ خدام سے فرماتے "ان سے کہو گھر چلے جائیں"۔ مگر یہ کہتے کہ در محبوب سے جدا ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ عجب عاشقانہ رمز تھی۔

حضرت صاحبزادہ محمد صاحب مدظلہ العالی ممدوح کے انہی ایام کے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت قبلہ کے حکم کے بموجب حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب اور دیگر احباب حضرت شاہ صاحب سے جانے کے لئے اصرار کرتے تھے۔ مگر یہ جانے کا نام نہ لیتے تھے۔ بلکہ الٹا ان لوگوں سے کہتے "میں چلا گیا۔ تو حضرت قبلہؒ آپ لوگوں پر ہی ناراض ہوں گے۔ آپ سب کو کیا معلوم کہ حضرت ممدوح کس زبان سے اور کس دل سے مجھے جانے کو فرما رہے ہیں۔ آپ لوگ میرے معاملہ میں دخل نہ دیں"

یہ بھی ٹھیک ہی کہتے تھے۔ محب کی رمز کچھ محبوب ہی خوب جانتا ہے یہ شرف سعادت کو حضرت قبلہ کے حکم سے مقدم جانتے تھے۔ سوز عشق سے جل کر کباب ہو چکے تھے اور حالت یہ تھی کہ ع

دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست!

بہت کہنے سننے سے برسوں کے بعد گئے بھی تو پھر لوٹ آئے۔ حضرت قبلہ کے دیدار کے بغیر کہیں چین نہ تھا۔ حضرت قبلہ کے خلفاء میں حضرت ممدوح سے زیادہ کوئی دوسرا محب حضرت میاں صاحبؒ کی صحبت میں اتنے دنوں نہیں رہا۔ یہ شرف حضرت موصوف ہی کو حاصل تھا۔ کہ سفر و حضر میں بھی عموماً ممدوح کی رفاقت میں

میں رہتے تھے۔ حضرت قبلہ کے آخری سفر کشمیر میں بھی موصوف ان کی مزاجی میں تھے۔ اگرچہ رحلت سے کچھ عرصہ پہلے انہیں حضرت قبلہ نے وطن بھیج دیا تھا۔ شاید اس لئے کہ یہ عاشق صادق تاب جدائی نہ لا سکتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہی سلطان نظام الدین کی طرح ان کے محب صادق اور عاشق بے دام حضرت امیر خسروؒ ممدوح کی علالت کے دوران دہلی سے باہر تشریف رکھتے تھے۔ اور جب لوٹ کر آئے تو حضرت محبوب الٰہی محب ازل کے پاس پہنچ چکے تھے۔ حضرت امیر خسرو نے دولت کدے میں قدم رکھا ہی تھا کہ جدائی محبوب کی منحوس خبر کان میں پڑی۔ وہیں یہ کہہ کر گر پڑے کہ ؎

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس

چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھی چہو دیس

حضرت میاں صاحب کی رحلت کی خبر جب انہیں ملی تو کہتے ہیں کہ ان کی حالت غیر ہو گئی تھی آفتاب ولایت موت کے بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ چکور کو قرار کیوں کر ہوتا۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں کہ بعد وصال حضرت قبلہؒ ایک روز عالم واقعہ میں تشریف لائے۔ یہ فرط محبت سے بولے "حضور اب کہاں تشریف رکھتے ہیں"؟

حضرت قبلہؒ نے متبسم ہو کر فرمایا "کیلیانوالے میں ہیں"

جہاں محبوب کا تصور ہے وہیں محبوب ہے اسی محبت کے طفیل حضرت قبلہ موصوف پر نہ صرف مہربان تھے۔ بلکہ ازراہ عنایت ایک مرتبہ فرمایا۔ کہ میرے بعد اگر کسی کا مجھے دیکھنے کو جی چاہے تو وہ (حضرت نوالحسن شاہ صاحب کو دیکھ لے۔ گویا حضرت قبلہؒ نے یوں فرما کر یک جان دو قالب کے مقولے پر مہر تصدیق ثبت کر دی تھی۔ چنانچہ حضرت

کے عشاق ممدوح کو دیکھتے اور دیدارِ یار سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ حضرت ممدوح گذشتہ کئی سال بیمار رہے۔

فیضانِ نسبت مولوی حبیب اللہ صاحب خوش نویس جو حضرت ممدوح کی خدمت میں کچھ عرصہ رہ چکے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کو اللہ پاک نے نگاہ وہ اثر عطا فرمائی۔ کہ جس شخص پر پڑتی وہ بے ہوش ہو جاتا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک نوجوان خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دریافت کیا۔ "کہ جذب و سکر" کیا ہوتا ہے۔ حضرت ممدوح نے ایک نظر اسے دیکھا۔ لوگ نماز کے لئے وضو کر رہے تھے۔ اور وہ لوٹی کے آگے گم سم بیٹھا تھا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اسے اٹھایا۔

یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ممدوح جب ولایت کی بیش بہا نعمت سے مالا مال ہو کر وطن لوٹے تو ان کے عزیز و اقارب جو کہ شیعہ تھے۔ حضرت ممدوح کا مذاق اڑانے اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے۔ اور حضرت ممدوح نے انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

آپ کے ایک اور خادم سید طالب حسین ساکن کاشادیاں نزد کیلیانوالہ شریف بیان کرتے ہیں۔ کہ کوئی بیس سال کی بات ہے۔ کہ ایک صاحب محمد رفیق ذیل دار سکنہ باڑیاں والی ضلع گجرات نے کسی خانگی معاملہ میں غصہ میں آکر اپنے حقیقی چچا کو گولی ماردی اور وہ مرگیا۔ انہوں نے اقبال جرم کر لیا۔ اور روپوش ہو گئے۔ پانچ سال بعد حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حالات سے مطلع کیا۔ نیز عرض کیا "کہ سرکار حکم دیں تو عدالت میں پیش ہو جاؤں" حضرت نے فرمایا۔ "ہاں پیش ہو جاؤ۔" چنانچہ یہ عدالت میں پیش ہو گئے۔ مقدمہ چلا اور بری ہو گئے۔ مگر مقتول کے لڑکے

نے اپیل کر دی۔ مقدمہ پھر چلا اور انہیں سزائے موت اور چودہ سال کی قید بھی ہو گئی انہوں نے ہائی کورٹ میں اپیل کر دی۔ سیشن جج بولا "اپیل سے کیا فائدہ ہو گا۔ میرا فیصلہ بدل نہیں سکتا۔"

انہوں نے حضرت ممدوح کی خدمت میں بدیں حالات عریضہ گزارا۔ حضرت ممدوح نے ارشاد فرمایا کہ "میرے اللہ کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔ تم کچھ فکر نہ کرو" چنانچہ ہائی کورٹ میں اپیل کی اللہ پاک نے بطفیل حضرت موصوف انہیں بری کر دیا۔ سیشن جج بولا "اس شخص کو ضرور کسی بزرگ نے دعا دی ہے۔" چچا زاد بھائی پھر بوکھلا گیا۔ چنانچہ ایک روز اس نے انہیں گولی مار دی۔ گولی دل پر لگی۔ بچاؤ کی صورت کم تھی یہ بے ہوش پڑے تھے۔ خون کافی بہہ گیا اور گولی نکالنے کی کوشش میں تھے۔ کہ ناگاہ محمد رفیق صاحب نے دیکھا کہ حضرت ممدوح تشریف لائے ہیں۔ اور ان کے مجروح سینے پر ہاتھ مبارک پھیر رہے ہیں۔ اسی وقت ڈاکٹر گولی نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اور یہ بچ گئے۔ آخر کچھ دن کے بعد دونوں فریقین میں صلح صفائی ہو گئی۔

انہی صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ باڑی گاؤں کے ایک صاحب سید رشید احمد اور ان کے ساتھی مقدمۂ قتل میں ماخوذ ہو گئے۔ اور حضرت موصوف سے رجوع کیا۔ حضرت ممدوح کی دعا سے بری ہو گئے۔

اسی طرح ایک صاحب مرزا جعفر بیگ سابق تھانیدار پولیس ساکن مسلم ٹاؤن لاہور پر ان کی ملازمت کے دوران میں حکومت نے ان کے خلاف ایک دو نہیں اکھٹے پچیس مقدمات چلائے۔ مگر اللہ پاک نے حضرت ممدوح کی دعا کے طفیل انہیں بری کر دیا۔ آج کل یہ صاحب زمینداری کرتے ہیں۔ اور آسودہ حال ہیں۔

حضرت ممدوح حضرت میاں صاحب قبلہ کے نقش قدم پر چلتے رہے طالبان حق کو باری باری بلاتے۔ اور توجہ سے نوازتے۔ کہتے ہیں کہ ممدوح کی طبیعت میں جلال بہت تھا۔ تارکان سنت پر حضرت قبلہ کی طرح سخت ناراض ہوتے۔ اور ان کی خوب خبر لیتے اور ان کی یہ خفگی محض الحب للہ والبغض للہ کے مصداق تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں دو صاحب زادے عطا کئے۔ سید باقر علی شاہ صاحب اور سید جعفر علی صاحب! ماشاء اللہ متشرع اور نیک ہیں۔ خداوند کریم انہیں طویل عمر عطا کریں۔

مظہر انوار حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شہباز توحید سید شاہ حسینؒ مکان شریف والوں کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت قبلہ کو مکان شریف سے از حد محبت تھی اسی وجہ سے حضرت قبلہ صاحبزادہ موصوف سے بھی محبت فرماتے تھے۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری خزینہ معرفت میں موصوف کی نسبت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ یہ (صوفی صاحب) حضرت قبلہ کے پاس تشریف رکھتے تھے۔ کہ صاحب زادہ مظہر قیوم صاحب تشریف لائے۔ اور ان سے فرمایا کہ حضرت قبلہ سے میری سفارش کر دیجئے۔ کہ حضرت قبلہ اس وقت ہمارے خاندان کی نسبت عالیہ کے امین ہیں مبادا حضرت قبلہؒ اس جہان فانی سے چلے گئے۔ تو یہ نسبت کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ حضرت قبلہؒ یہ مجھے القا ر

فرمادیں ۔ چنانچہ صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ انہیں حضرت قبلہ کے ساتھ نبی پور جانے کا اتفاق ہوا ۔ راستے میں انہوں نے حضرت ۔ صاحب زادہ کی درخواست گوش گزار کی ۔

حضرت قبلہ نے سن کر فرمایا" میں نے تو یہ نسبت انہیں القا کر دی ہے ۔ صاحبزادہ صاحب کو پتا نہیں چلتا ہوگا ۔" فرمایا "خواب میں کچھ دیکھتے ہیں یا نہیں ۔ وہ خیال کر کے دیکھیں انہیں پتہ چل جائے گا ۔ کہ ناہر ظاہر ہوتی ہے کہ نہیں ۔" جب یہ لوٹ کر آئے تو صاحب زادہ صاحب سے ملے اور انہیں حضرت قبلہ کے ارشاد سے آگاہ کیا ۔ وہ بولے میں جوش و خروش کو نہیں چاہتا ۔ وہ خالص نسبت چاہتا ہوں جو ہمارے سلسلے میں چلی آتی ہے ۔

اس وقت تو یہ بات یہیں رہ گئی ۔ کچھ عرصہ بعد حضرت قبلہ مکان شریف تشریف لے گئے ۔ صوفی صاحب ساتھ تھے ۔ حضرت صاحبزادہ صاحب وہاں صوفی صاحب سے ملے تو انہوں نے "عطائے نسبت" کے متعلق انہیں پھر آگاہ کیا ۔ اور بولے "آپ کو اگر سوئی بھی درکار ہوگی اور مجاہدہ فرمائیں گے تو آپ پر ظاہر ہو جائے گی آپ کی طبیعت چونکہ ادھر پورے طور پر ملتفت نہیں ہے ۔ اس لئے تاثیر ظاہر نہیں ہوتی ہوگی ۔" حضرت صاحبزادہ صاحب یہ سن کر بولے "آپ درست کہتے ہیں ۔" نیز بتایا کہ کچھ دن ہوئے ہیں حضرت شاہ ابوالخیر صاحب کی خدمت میں دہلی بارہ تیرہ یوم رہا ہوں ۔ وہاں میری طبیعت بہت محظوظ رہی جب وہاں سے واپس آئے تو بھی طبیعت اچھی تھی مگر امرت سر پہنچتے ہی طبیعت میں تبدیلی شروع ہو گئی ۔ مکان شریف پہنچا تو بالکل بدل گئی ۔"

صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جب یہ واقعہ بیان فرما

رہے تھے تو ان کے اکثر مرید بھی وہاں موجود تھے۔ مگر آپ بہت صاف گوئی سے کام لے رہے تھے۔ کہ انہیں تعجب ہوتا تھا۔ آخر وہ ان کے گمان سے آگاہ ہو کر بولے "لوگ بیٹھے ہیں مجھے اس بات کی پرواہ نہیں"۔ سبحان اللہ کیا صاف گو بزرگ تھے

حضرت صاحبزادہ موصوف نے پہلے اپنے والد بزرگوار میر بارک اللہ صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی۔ جب وہ رحلت فرما گئے۔ تو حضرت میاں صاحب قبلہ کی طرف رجوع کیا اور تجدید بیعت کی۔ حضرت قبلہ نے بھی انہیں جس فراخ دلی سے فیوض و انوار سے مالا مال کیا ہے۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک اوپر کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ محمد ابن شرق پوری صاحب کہتے ہیں کہ "اظہار نسبت" میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے کسر نفسی سے کام لیا ہے۔ کیونکہ جس ہستی کا وجود دو بزرگوں سے فیض یافتہ ہو اس کی صورت تو مجمع البحرین کی سی ہونی چاہیے اور بھی سینکڑوں آدمیوں نے صاحبزادہ موصوف سے فیض حاصل کیا۔ حضرت قبلہ کی نماز جنازہ پڑھانے کا شرف بھی موصوفؒ کو حاصل ہوا۔ اور کسے معلوم تھا۔ کہ حضرت قبلہ کی طرح یہ بھی کچھ عرصہ بعد طالبان حق کو داغ مفارقت دے جائیں گے حضرت قبلہ کے نامور خلفاء میں سے شاید آپ پہلے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے بعد رحلت حضرت قبلہ سے ملنے کی "پہل" کی ہے۔

موصوف نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے طبیعت میں بہت سادگی تھی۔ بناوٹ اور تصنع سے گریز کرتے تھے۔ حضرت قبلہ کی بہت سی خوبیوں کے یہ بھی مالک تھے۔

تقسیم ملک سے مکان شریف ایسی متبرک جگہ ہندوستان کے حصہ میں چلی

گئی ہے جس کی وجہ سے حضرت صاحب زادہ صاحب کا خاندان وہاں سے پاکستان چلا آیا ہے۔ اور ان کے صاحب زادے محفوظ احمد صاحب آج کل موضع بھلیٹر میں انزد سانگلہ ہل مقیم ہیں۔

حضرت مولانا الحاج حافظ سید محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت قبلہ مولانا سید محمد ابراہیم شاہ صاحب بخاری سہول شریف نزد ریلوے اسٹیشن کالا خطائی میں مقیم تھے۔ آپ نے قرآن پاک حفظ فرمانے کے بعد ابتدائی تعلیم انجمن نعمانیہ لاہور سے حاصل کی اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے۔ اور مولانا محمد انور شاہ کاشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد وطن (موضع کھوکھر) تشریف لے آئے اور کسی مرد خدا کی تلاش شروع کر دی۔ اگرچہ آپ کے آباؤ اجداد خواجہ عبدالخالق جہانخیلیؒ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ اور پیر جی محمد غوثؒ آپ کے خلیفہ اعظم اور حضرت پیر جی محمد یعقوب شاہ صاحب آپ کے خلیفہ اصغر تھے۔ لیکن آپ کی طبیعت کہیں نہ جمتی تھی کیونکہ ایسا شخص جس نے ایسی قابل قدر ہستیوں سے تعلیم حاصل کی ہو۔ اس کے لئے مرشد بھی کامل ہونا چاہیے چنانچہ آپ کی نظر ایسے مرد خدا کی تلاش میں تھی۔ جو صاحب حال ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب قال بھی ہو۔ اور آپ کی نسبت ایسی عنقا تھی۔ کہ آپ کی سیری کہیں نہیں ہوتی تھی چنانچہ کئی بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد حضرت قبلہ شیخ المشائخ میاں صاحب شرقپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت قبلہ میاں

صاحب نے خصوصی توجہ سے نوازا ۔ اور ایک ہی نگاہ سے ان کے تمام شکوک وشبہات دور کر دیئے ۔ چنانچہ آپ خوش وخرم گھر تشریف لائے اور مابعد اکثر وبیشتر حضرت قبلہ میاں صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے ۔ اور حقائق ومعارف سے مستفید اور متمتع ہوتے رہے ۔ آخر ایک دن آپ نے فرمایا "کہ شاہ صاحب آپ گھر پر ہی لوگوں کو وظیفہ بتلا دیا کریں آپ نے عرض کیا "حضرت بندہ اس قابل نہیں ہے" تو حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ تم بتا دیا کرو ۔ اللہ تعالیٰ فضل وکرم کرے گا ۔ چنانچہ آپ نے ایک رومال عطا فرمایا ۔ جو بڑے احترام کے ساتھ آپ کے پاس محفوظ رہا ۔

چنانچہ اس روز کے بعد موصوف لوگوں کو اپنے ظاہری اور باطنی فیوض وبرکات سے مستفیض اور متمتع فرمانے لگے ۔ نیز ہر سال ماہ پھاگن میں ایک عظیم الشان عرس کراتے جس میں بڑے بڑے علمائے کرام اور نعت خوان شیریں بیان کے علاوہ بڑے بڑے بزرگان دین بھی تشریف لاتے ۔ چنانچہ ایک مرتبہ خوش قسمتی سے حضرت شیخ المشائخ قبلہ ثانی صاحب میاں غلام اللہ سجادہ نشین حضرت قبلہ میاں صاحبؒ بھی تشریف فرما ہوئے اور مخلوق خدا کو فیض روحانی سے مستفید فرمایا ۔

لباس حضرت قبلہ مولانا شاہ صاحب بخاری سادہ مزاج اور اکثر دیسی کھدر زیب تن فرماتے ۔ اور سر پر ٹوپی اور پگڑی پہنتے اور ہر امر میں حضرت قبلہ میاں صاحبؒ کے نقش قدم پر چلتے اور اکثر اوقات اذکار ووظائف میں گزارتے ان کے صاحبزادے میر محمد شاہ صاحب بھی ماشاء اللہ متشرع اور نیک جوان ہیں اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے ۔

فاضل اجل حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرزمین پنجاب میں علم وعرفان کے آفتابوں اور ماہتابوں یعنی حضرت للّٰہیؒ اور حضرت شرقپوریؒ اور خاندان مرتضوی بیربلوی کی آخری یادگار تھے۔ آپ حضرت میاں صاحب شرقپوریؒ کی روشن شمع اور بحر سلوک و تصوف کے شناور اور مسند ارشاد و ہدایت کے مسیحا تھے۔ آپ کے جد امجد حضرت غلام مرتضیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیربل شریف والے بڑے پایہ کے ولی اللہ ہوئے ہیں موصوف کے والد بزرگوار بھی ایک مرد مومن تھے گویا ممدوح کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے۔ آپ نے بچپن ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ شرح ملا جامی بھی پڑھی تھی اس کے بعد لاہور کے مدرسہ نعمانیہ میں پڑھتے رہے بعد ازاں اورنٹیل کالج میں داخل ہوئے۔ اور مولوی فاضل کی سند حاصل کی اور دیگر فضلائے وقت سے فیض یاب ہوئے جن میں حضرت مولانا علامہ محمد عالم آسی امرتسری، جناب علامہ مفتی عبد اللہ ٹونکی سے جلی کے شہرۂ آفاق مفتی کفایت اللہ بہت مشہور ہیں۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سے پہلے باوجودیکہ خاندان ولایت سے تعلق رکھتے تھے مگر بوجہ جدید خیالات اولیائے کرام سے کچھ برگشتہ رہتے تھے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب کی شان میں آپ نے ایک کتاب انقلاب حقیقت تصنیف فرمائی ہے اس میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ بچپن ہی سے تکلیف و مصائب اٹھانے کا خوگر ہوگیا تھا۔ حضرت دادا صاحبؒ کے گزرنے کے بعد چھ مہینہ کے اندر اندر

والدہ صاحبہ نے دامنِ محبت سمیٹ لیا۔ پھر دو سال نہ گزرنے پائے تھے کہ چھوٹے بھائی زبیر صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دو سال اور گزرے تھے کہ برادر اکبر محمد معصوم صاحب جو جید عالم، محدث اور حکیم تھے چل بسے گویا بازوئے ہمت ٹوٹ گیا کچھ عرصہ کے بعد ان کی اہلیہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ ازاں بعد تیسرے سال کے اندر سایہ مہر و محبت حضرت قبلہ والد صاحب بھی رحلت فرما گئے۔ پے در پے صدمات سے طبیعت علیل ہو گئی۔ اور علالت نے جسمانی کمزوری کی شکل اختیار کر لی انہیں دنوں میں حضرت میاں صاحبؒ کا شہرہ کانوں میں پڑا اگر طبیعت نہ مانتی تھی آخر احباب کی ترغیب سے آپ نے ملاقات کا قصد کیا۔ اور در دولت پر حاضر ہوئے گرمی کے ایام کے آخری دن تھے۔ کوئی عصر سے قبل بارگاہ عالیہ میں ان کی طلبی ہوئی چٹائی پر دو زانو بیٹھ گئے۔ حضرت قبلہ نے آنا پتا دریافت فرمایا۔ یہ بولے "بریلی سے آیا ہوں"

فرمایا "حضرت صاحب سے بھی تعلق ہے"۔ انہوں نے کہا "پوتا ہوں" حضرت قبلہ نے ازراہ محبت انہیں بغل میں لے لیا اور فرمایا "پھر تو بابا ہی کے نور ہو" فرمایا "حضرت جد امجد کو دیکھا تھا" بولے "جی ہاں! پندرہ سال کا تھا"۔ فرمایا پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ جو کچھ وہ عمل کرتے تھے وہ کرنا تھا" یہ گردن جھکائے بیٹھے رہے۔" فرمایا ذکر کی تلقین کی تھی"۔ یہ بولے "جی نہیں" حضرت ممدوح نے فرمایا اچھا نیچے ٹھہریئے، پھر ملاقات ہو گی"۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہؒ نیچے تشریف لائے اور موصوف سے ان کی گھریلو باتیں دریافت کرتے رہے۔ اور تیسری ملاقات کے لئے انہیں اوپر بالاخانہ میں طلب فرمایا۔ اور انہیں تلقین و ارشاد سے نوازا

اور سینہ سے لگا کر بغل گیر بھی ہوئے۔ اور یہ تیسرے روز واپس چلے آئے۔ بالکل بدل گئے تھے۔ حضرت صاحب زادہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب گھر آیا تو میری عجیب حالت تھی۔ احباب سے بے تعلقی اور خواہشات پر پژمردگی سی چھا گئی تھی۔ خلوت میں مزہ آنے لگا۔ دنیائے فانی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے تھا۔ سوچتے حضرت قبلہ کس طرح اس سرکش نفس پر چپکے سے بیٹھ گئے۔ حالانکہ یہ تو ایک مکھی سے زیادہ بدکتا تھا۔ اور کسی کو قریب بھی نہ بھٹکنے دیتا تھا۔

اس کے بعد حاضر ہوتے رہے۔ حضرت میاں صاحب مہربان تھے ہی فیوض و برکات لوٹتے اور جھولیاں بھر کر چلے جاتے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلہؒ نے انہیں تلقین وارشاد کی اجازت بھی مرحمت فرما دی۔

جب اور اب اس دوران میں حضرت موصوف ملازمت چھوڑ کر یادِ الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ چنانچہ ملازمت کے ایام کے متعلق ہی لکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی میں نے کبھی پیسا جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ کہ کفایت شعاری کا انجام بخیر ہے تو ایک کی جگہ دس دس خرچ کرنے پڑے۔ اور جب کبھی ملازمت میں ایک سو کے قریب رقم اکٹھی ہوئی تو بیماری آگئی یا کوئی اور مالی نقصان ہو گیا۔ گویا وہ زندگی انہیں کسی طرح راس نہ آئی۔ راس بھی کیوں کر آتی۔ اللہ پاک نے ان سے رشد و ہدایت کا اہم اور بلند کام لینا تھا۔

حضرت قبلہ سے وابستگی کے بعد کیا ہوا۔ موصوف اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وفات شریف کے عرس کے لئے گوشت کی ضرورت تھی۔ دوسرے گاؤں میں آدمی بھیجا گیا۔ اس نے بتایا کہ اگلے روز قصاب مویشی لے کر آجائے گا۔

چنانچہ دوسرے دن وہ آدمی مویشی اور قصابوں کو لے آیا۔ مگر گوشت کا وہاں ایک اور گاہک بھی تھا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ اس سے پہلے اسے پیشگی دے آیا تھا۔ چنانچہ اس کا ایک حمائتی آیا اور جانور رکھول کر اپنی حویلی میں لے گیا یہ منہ تکتے رہ گئے۔ صبر کے سوا کرتے بھی کیا۔ سوچتے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ کہ ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ فلاں جگہ مویشی ذبح کیا گیا ہے۔ آپ گوشت منگالیں۔ چنانچہ انہوں نے ساڑھے تین روپے میں چار من گوشت خریدا۔ جو پہلے سودے سے سستا بھی رہا اور اچھا بھی۔

صوفی محمد اقبال صاحب، جن کو حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی فرماتے ہیں کہ مجھ کو مارچ ۱۹۴۳ء سے ۲۶ اگست ۱۹۶۷ء تک تقریباً ساڑھے چوبیس سال تک حضرتؒ کی خدمت میں حاضری اور سفر و حضر کی معیت اور ہم رکابی نصیب رہی اور ہم نے جو باتیں خاص طور پر حضرتؒ میں محسوس کیں اور جنہوں نے ہمیں زیادہ متاثر کیا۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ حضرت کی زندگی میں ہم نے تصوف کے مقصد اور اس کے مغز کو دیکھا۔ حضرتؒ کی نظر اصل روح اور بنیاد پر مرکوز رہتی تھی حضرت کے ہاں سارا فکر اور سارا اہتمام اس مقصد اور مغز کا ہی تھا۔ رسوم تصوف کے نہ خود قائل تھے۔ نہ دوسروں سے پابندی چاہتے تھے۔ نسبت اور تعلق مع اللہ کے حصول کے لئے بقدر امکان یکسوئی کے ساتھ کثرت ذکر و فکر پر عموماً زور دیتے تھے۔ اور اسی کو گویا اس دروازے کی کنجی سمجھتے تھے اس کے علاوہ زمانہ کے تغیرات، لوگوں کے حالات، اور مختلف طبائع کا لحاظ رکھتے ہوئے بالکل مجتہدانہ رہنمائی فرماتے تھے۔ ایک کے لئے ایک شغل تجویز فرماتے۔ اور دوسرے کے لئے دوسرا شغل۔ بعض کو باوجود درخواست کے اس شغل سے

منع فرما دیتے تھے۔ متوسلین میں سے جو افراد دین کی خدمت میں لگے ہوتے آپ ذکر و فکر کے ساتھ اس خدمت ہی کو ان کا خاص شغل اور وظیفہ قرار دے دیتے۔ اور فرماتے بس اخلاص کے ساتھ اس کو جاری رکھو۔ باطنی اصلاح کے ساتھ ساتھ ظاہری شغل پر بھی زور دیتے۔

میں نے ایک بار اپنے کاروبار سے دل تنگی کا اظہار فرمایا۔ "میں تو آپ کے شغل ہی کو سب کچھ سمجھتا ہوں۔ ظاہری شغل میں لگنا طلب کو بڑھاتا ہے۔ ہاں طلب ہر تو بے شک کاروبار فساد کی جڑ ہے۔"

ایک دفعہ فرمایا "دین کی حقیقت دنیا سے الگ تصور کی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ دین و دنیا کو بہترین بنانے اور اس کے اندر نیک نام بننے کا واحد طریقہ ہے اگر خود غرض ہے تو دنیا ہے۔ اور اگر خود غرضی کو چھوڑ کر فلاح انسانی مطمع نظر ہو جائے تو "دین" ہے۔ بلند ترین اخلاق دین کا نام ہے۔ اور پست اخلاق کا نام دنیا ہے۔ بیکاری "دین" نہیں شغل ہے۔ لیکن حدود مقررہ کے اندر۔ بیوپار ناجائز نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی ترغیب دی گئی۔ لیکن دھوکے سے پاک ہونا چاہیئے۔ یہی دین اکمل ہے۔ تعلیم اور علم حاصل کرنے کا حکم ہے۔ لیکن کیسے؟ جس کے اندر افکار و اخلاق پست نہ ہو جاویں تو علم دنیا ہو کر گر جائے گا اور دین نہیں کہلائے گا"

سبحان اللہ یہی وہ اکسیر ہے۔ جو ہر عمل کو عبادت و قربت اور وصول الی اللہ کا وسیلہ بنا دیتی ہے۔ ظاہر ہے اس زمانہ میں ایسے ہی صاحب اجتہاد مشائخ تصوف کی صحیح نمائندگی اور خدمت کر سکتے ہیں۔

حضرت کی دوسری خصوصیت جس نے مجھ جیسے کم علم اور بہت سے اہل علم احباب

کو متاثر کیا۔ یہ بھی کہ وہ دنیاوی جھمیلوں سے بے تعلق اور ایک خانقاہ نشین درویش ہونے کے باوجود دنیوی معاملات کو بھی آپ بہت بہتر سمجھتے تھے۔ اور اپنے خدام اور محبین کے اس قسم کے معاملات میں ان کی طلب پر ایسا صحیح وصائب مشورہ دیتے تھے۔ کہ ان امور کے کسی اچھے سے اچھے تجربہ کار اور دانش ور سے بھی اس سے زیادہ کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس طرح ملکی معاملات اور سیاسی و قومی تحریکات سے بظاہر بالکل بے تعلق ہونے کے باوجود ان کے بارہ میں ایسی متوازن اور صحیح وصاحب رائے رکھتے تھے کہ جس سے علماء اور وہ عمائد و زعمائے قوم بھی رہنمائی حاصل کریں جن کی عمریں انہی سلسلوں میں گزرتی ہیں۔ اس طرح ایک خصوصیت اور جامعیت اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو عطا فرمائی تھی کہ ایک طرف تو توکل اور تبتل کا وہ اعلیٰ مقام حاصل تھا جس سے ارفع کم از کم اپنی آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ اور قرآنی وعدہ کے مطابق اس کا نتیجہ یہ تھا کہ نعمتوں کی موسلا دھار بارش بھی اس خانقاہ پر دن رات برستی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حکومتِ بالغہ کے مقرر کئے ہوئے سلسلہ اسباب اور انسانی تدبیر و کوشش کے قدرتی نظام کی اہمیت پر بھی زور دیتے تھے۔ اور زندگی کے کاروبار میں ترک تدبیر اور تعطیل اسباب و وسائل کے آپ سخت مخالف تھے۔ اپنے اسی مزاج اور اصولِ طریق کی بنا پر اپنی ذات کے بارے میں ہر کام میں پورے طور پر تدابیر اور وسائل و اسباب سے کام لینے سے احتراز نہ فرماتے۔ بیماری میں بھی پرہیز علاج دوا کا پورا پورا تدارک فرماتے اور دوسروں کو بھی اسی طرز عمل کی ہدایت اور تاکید فرماتے۔ لیکن قلب اس یقین سے معمور اور مطمئن رہتا۔ کہ کارساز اور موثر صرف اللہ تعالیٰ کا حکم اور منشا ہے۔ مگر اشیاء میں خاصیتیں بھی اللہ تبارک تعالیٰ

نے ہی رکھی ہیں۔ اور اسی نے تدبیر و اسباب کے استعمال کا حکم بندوں کو دیا ہے

(۱) اہل تدبیر:۔ وہ جن کا دار و مدار تدبیر پر ہوتا ہے۔

(۲) اہل تقدیر:۔ وہ جو صرف تقدیر پر انحصار کرتے ہیں۔

(۳) اہل تدبیر و اہل تقدیر:۔ وہ جو تدبیر سے بھی کام لیتے ہیں اور تقدیر پر بھی بھروسہ رکھتے ہیں۔

تمام مادی دنیا صرف تدبیر پر چلتی ہے۔ اور اونچے درجے کے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہر حال میں تقدیر پر نظر رکھتے ہیں اور یہ بہت ہی قلیل اور خال خال بزرگ ہوتے ہیں۔ اور اس صفت کا متحمل کوئی ہی اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔

حضرت فرماتے ہیں "ہم تو تقدیر اور تدبیر دونوں کے قائل ہیں اسباب ہی کو سب کچھ سمجھنا جیسا کہ آج ہمارا عام حال ہے مقامِ ایمان کے منافی ہے۔ اور ان اسبابی حیثیت کا انکار بھی بھاری غلطی ہے۔ اعتدال کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے" اللہ کے مقبول و محبوب بندوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کسی پر جلال کے آثار زیادہ ہوتے ہیں کسی پر جمال کے۔ کسی پر احساسِ نعمت اور انبساط کا۔ کسی پر حزن و شکستگی کا۔ کسی پر کسی حال کا غلبہ ہوتا ہے۔ کسی پر کسی کیفیت کا۔ لیکن حضرت پر فنائیت اور انا کی نفی کا غلبہ بہت تھا۔ اور اسی وجہ سے آپ سراپا جمال کا پرتو تھے۔ اور عفو و درگزر اور چشم پوشی آپ کی عادت مبارک تھی۔ بارہا فرماتے بزرگ ایسے ہوتے تھے فلاں بزرگ ایسے تھے حضرت اعلیٰ بریلوی اور حضرت میاں صاحب شرقپوری پیر و مرشد کے کمالات و مدارج کا ذکر نہایت محبت

بھرے الفاظ میں بیان فرمانے کے بعد آخر نان یہاں آکر ٹوٹتی کہ ان بے چاروں (متوسلین) نے ہمارے جیسے دیکھے ہیں ان کو کیا خبر کہ فقیر کیسے کہتے ہیں۔

جب کوئی صاحب علم اور ذی شعور طالب بیعت کے لئے حاضر ہوتا تو ہمیشہ فرماتے "تلاش میں لگے رہو۔ کوئی نہ کوئی اللہ کا بندہ مل ہی جائے گا۔ اور یہ مصرعہ اکثر پڑھتے۔

؏ آب کم جو تشنگی آور بدست

اگر اس کا اصرار بڑھ جاتا تو فرماتے آتے جاتے رہا کرو۔ آنے جانے میں برکت ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے قلب و باطن کو جاہ کے جذبہ سے بالکل ہی پاک کر دیا تھا۔ وہی "جاہ" جس کے متعلق ائمہ معرفت کا ارشاد ہے۔ کہ آخر ما خرج من قلوب الصدیقین حب الجاہ (یعنی طالبین، سالکین ہی نہیں صدیقین کے قلوب سے جو روحانی بیماری سب سے آخر میں نکلتی ہے۔ وہ حب جاہ ہے۔)

جو طالب مولا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ حضرت کی محبت کا بیج پڑ جاتا جو حسب استعداد نشوونما پاتا رہتا۔ بالآخر حلقہ بگوشی کی سعادت سے بہرہ مند ہو کر تسکین پاتا جن طالبین کی بیعت پہلے کسی بزرگ سے ہوتی۔ اصرار کے باوجود اس کی بیعت نہ لیتے فرماتے "مجھے کسی کے مرید اغوا کرنے کی عادت نہیں۔ انہوں نے جو کچھ پڑھنے کو فرمایا تھا۔ وہی پڑھتے رہا کرو۔ کبھی کبھی ملنے کے لئے آجایا کرو۔ دوستوں کے ملنے سے مجھے خوشی ہوتی ہے۔ (یہ تھی اخفا اور "انا" کی نفی)

سب سے بڑی خصوصیت اور جامعیت اللہ تعالیٰ نے حضرت کو یہ عطا فرمائی تھی کہ حضرت کو مسلک اعتدال نصیب فرما دیا تھا۔ آپؒ فرقہ بندی، گروہ بندی

اور تعصب کا توڑ تھے۔ رسم و رسوم طریقت کو جب بے روح و بے معنی پایا۔ تو رسم سے بلند ہو کر صرف حقیقت اور مقصد پر ہمیشہ نظر رہی۔ ظاہری اعمال اور اتباع رسالت پر بھی نظر رہتی اور باطن پر بھی پوری توجہ مرکوز رہتی۔ زیادہ توجہ اس پر تھی کہ عمل کے اندر روح بھی ہے یا نہیں۔ فرمایا جب تک عبادت میں ذوق و شوق کارفرما ہو وہ بے روح عبادت ہے آپ فرماتے کہ فقر و تصوف کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی محبت میں مرنا، جینا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور کسی سے نہ ڈرنا۔ غیر کی تکلیف برداشت کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا۔ لوگوں کی گالیاں سننا اور صرف تحمل سے برداشت ہی نہ کرنا بلکہ حسنِ خلق سے اسے اپنا بنانا۔ دوسروں کا حق دینا بلکہ اپنے حق سے دست بردار ہو جانا۔ خواہشات کو روکنا اور سخاوت سے بڑھ کر مال و جان تک کا ایثار کرنا۔ چور گھر آئے تو اپنا مال اپنے ہاتھوں پیش کرنا اور چور کو قطب بنانا۔ خود بھوک برداشت کرنا اور دوسروں کے پیٹ بھرنا خوشامد اور چاپلوسی سے بچنا۔ دنیا اور دنیاداری سے پرہیز کرنا مال و دولت کو دھوکہ خیال کرنا اور عبادتِ الہیہ کے اندر وقت گزارنا اور فضلِ الٰہی کا ہر وقت امیدوار رہنا۔ مخالف سے درگزر کا شیوہ ہو جانا اور اپنے پرائے کی تمیز دل سے اٹھ جانا۔ غرض اللہ تعالیٰ کا ہو رہنا اور اللہ تعالیٰ کو اپنا کارساز، اپنا مونس، ہمدم، اپنا مہربان اور اپنا رب خیال کرنا۔

اس صورت میں خود غور فرمایئے کہ اس مسلک پر چلنا کوئی آسان کام ہے؟ لڑنے جھگڑنے والوں کی بہتات ہے۔ اپنے حق کی طالب تو دنیا ہے۔ کسی کو دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ بیگانے چھوڑ اب اپنے ماں باپ اور استاد کی برداشت نہیں۔ زندگی کیا ہے؟ سراسر خواہش اور طلب۔ رات دن حرص و لالچ کے شکار

یس گزرتے ہیں۔ علماء وصلحا تک اس ترازو میں تل رہے ہیں اور ان کو عین دین خیال کئے ہوئے ہیں۔ لن ترانی علم اور تصوف کا شیوہ ہو چکا ہے۔ مسابقت الی الخیر کی بجائے مسابقت الی الشر عام ہو رہا ہے۔ یہ کون سی مسلمانی ہے؟

ایک عالم دین ممبر پہ خطبہ دیتا ہے۔ تو صوفی اپنے حجرہ میں سجدہ ریز ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی رہبری اور ہدایت میں مشغول ہے۔ تو یہ اپنے محاسبہ نفس پر متوجہ ہے۔ وہ ظاہر کا رہنما ہے وہ باطن کا رہنما اور پیشوا ہے۔ لیکن کیسے؟ حجرے کے اندر شہنشاہی کرنا اور عالم سے زیادہ باعث رشد وہدایت ہے۔ اقبال علیہ رحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

رقابت علم و عرفاں میں غلط فہمی ہے ممبر کی
کہ یہ منصور کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

صوفیہ کرام کا فرض ہے کہ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ کے ارشادِ خداوندی پر پختہ عقیدہ قائم کریں اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ کے ارشاد عالیہ کے مطابق اپنی زبان کو ناشائستہ الفاظ وحروف سے ناپاک نہ بنائیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کے مطابق ہر مسلمان کلمہ گو کو اپنا ہم خیال کریں ؎

مذہب عشق از ہمہ ملت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

وصال ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو اکیاسی برس کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما کر اپنے ملائے حقیقی سے جا ملے۔ سرزمین پنجاب کے اسلاف طریقت کی آخری نشانی جو بیربل شریف ہی میں پیدا ہوئی اور یہیں ابدی نیند میں محو ہے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک بیربل شریف کو اپنے ذکر و افکار کی جلوہ گاہ بنائے رکھا یہیں ان کا ستارہ چمکا اور یہیں اس آفتاب عالم تاب نے

سفر آخرت اختیار کیا۔ ہے

بعد از وفات تربت ما در زمین مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

حکیم محمد موسیٰ صاحب امرت سری نے آپ کی تاریخ وفات ذیل کی آیت قرآنی سے نکالی جو معانی اور موزونیت کے اعتبار سے لاجواب ہے۔

نَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا
۱۳ ھ ۸ ۷

ابرِ رحمت حضرت میاں رحمت علی علیہ الرحمت

حضرت میاں صاحب رحمت علی گھنگ شریف نزد کاہنہ کاچھا کے رہنے والے تھے۔ کہتے ہیں ابھی چھوٹے سے تھے کہ انہیں حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی محبت دامن گیر ہوئی۔ اللہ پاک اپنے عاشقوں کے خود محافظ ہیں۔ ایک مرتبہ چور ان کے مویشی چرا لے گئے گھنگ کے پاس ایک جنگل تھا۔ وہ لوگ وہاں تک گئے ہوں گے۔ کہ مویشی اٹک گئے۔ آگے چلنے سے جواب دے دیا۔ چور ہر چند تشدد کرتے اور اپنے مخصوص حربے استعمال کرتے رہے۔ مگر یہ قدم اٹھانے کا نام نہ لیتے تھے۔ آخر ان میں سے ایک آدمی کے دل پر بیلوں کی ڈھٹائی کا اثر ہوا۔ سوچنے لگا کہ ہو نہ ہو ان کا مالک ضرور کوئی نیک آدمی ہے۔ چنانچہ وہ ساتھیوں سے بچھڑ کر حضرت میاں رحمت علی کے گھر پہ آیا۔ یہ مویشیوں کے چوری ہو جانے سے پریشان تھے ہی۔ چند آدمی ساتھ لئے اور جنگل میں پہنچ گئے چور ان سب کی آہٹ پا کر مویشیوں کو

چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ مولشیوں کو ہانک کر گھر لے آئے۔

میاں صاحب ابھی نوعمر ہی تھے۔ کہ کسی اللہ کے بندے کی تلاش میں شرقپور شریف پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ کی زمانے میں دھوم تھی۔ حضرت موصوف بیان کرتے ہیں کہ بوجہ نوعمری انہیں حضرت قبلہؒ کی صحبت میں بیٹھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ البتہ حضرت قبلہ نے جو تلقین فرمائی اسے گرہ میں باندھ لیا۔ فرماتے ہیں کہ جب بارش ہوتی تو اس کی رحمت کا بادل روڑی پر بھی برس جاتا ہے فرمایا کہ حضرت قبلہ کا ارشاد ہے کہ جب ابر رحمت سے بوند گرتی ہے۔ تو سیپ کے منہ میں گرتی ہے۔ اگر وہ اسے لے کر نیچے بیٹھ جائے تو اللہ پاک ایک دن اس کا پیٹ موتی جواہرات سے بھر دیتا ہے۔ اور اگر وہ اس بوند کو لے کر سطح پر تیرتا اور گھومتا ہے تو کچھ بھی نہیں ملتا۔ سبحان اللہ! مرشد کے ارشاد پر کما حقہ عمل پیرا ہونے کی کیا ہی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ سیپ کے بمصداق حضرت میاں رحمت علی صاحب تھوڑے ہی دنوں میں نوراً علیٰ نور ہو گئے۔ اور اسی فیضان سروری کی برکات ہیں۔ کہ زمانے میں میاں رحمت علی صاحب کی بزرگی کا ڈنکا بجا۔ ان کا لب و لہجہ اور عادات بالکل حضرت میاں صاحب قبلہؒ کی سی تھیں اور طبیعت میں انتہا کی سادگی تھی۔ تجرد کی زندگی گزاری۔

بوئے گل

حضرت میاں صاحب رحمت علیؒ صاحب کے فیضان کا دور دور شہرہ ہوا۔ ایک مرتبہ ایک سبزی فروش نے محترم ماسٹر محمد احسان صاحب کو بتایا کہ حضرت میاں صاحب عموماً گھنگ شریف

ہی میں نمازِ جمعہ پڑھاتے ہیں۔

ایک مرتبہ اس سبزی فروش نے دوسری جگہ نمازِ جمعہ ادا کی دیکھا کہ حضرت میاں صاحب رحمت علی بھی اس کے برابر نماز ادا کر رہے ہیں۔ بعد نماز جب یہ ان کے گاؤں میں آیا۔ تو لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میاں صاحب نے تو نماز آج یہاں پڑھائی ہے۔ یہ خبر میاں صاحب مذکور کے کان میں بھی پڑ گئی تو اس سے بولے "کہ اگر تم نے مجھے کہیں دیکھا ہے تو اس طرح مشہور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سبحان اللہ! اخفائے راز کی کتنی فکر ہے۔

حضرت میاں صاحب کے خادم بہادر علی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میاں صاحب کے بعض خادم انہیں ایک مریضہ کے علاج کے سلسلے میں لائل پور کے نواحی علاقہ میں لے گئے۔ یہ بھی ہمراہ تھے۔ آدمی بہت متمول تھے۔ ڈاکٹری علاج میں بے شمار روپیہ اٹھ رہا تھا۔ چنانچہ جب یہ وہاں پہنچے تو ڈاکٹر پٹی کر رہا تھا۔ مریضہ سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی۔ جب میاں صاحب نے مریضہ کو دیکھا تو کڑوا تیل طلب کیا۔ اس پر دم کر کے فرمایا کہ خالی یہ زخم پر لگا دیا کرو۔ مریضہ بے حد دبلی پتلی تھی۔ برسوں کی بیمار تھی کہتے ہیں کہ آٹھ ہی روز میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور کچھ دنوں بعد لائل پور سے گھنگ والا میں حاضر ہوئی۔

محمد ابن شرق پوری صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک بار ریل میں سفر کر رہا تھا کہ موضع چھیڈو کے رہنے والے ایک شخص محمد نامی سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں اس نے بتایا کہ وہ بہت نامی گرامی چور تھا۔ حضرت میاں صاحب سے بیعت بھی تھا۔ مگر عمل نہ کرنے کی وجہ سے فیض سے محروم تھا۔ اور چوری کا ارتکاب

کرتا تھا۔ حضرت میاں صاحب سنتے تو فرماتے "چوری نہ کیا کرو" یا اطلاع بھجوا دیتے
کہ اس شخص سے کہو کہ باز آجائے۔ شروع شروع میں ایک مہینے کے بعد یہ پیغام
بھجواتے۔ پھر دو مہینے کے بعد بھیجتے۔ اور پھر تین مہینوں کے بعد یاد فرمانے لگے۔
آخر یہ حاضر ہوا۔ فرمایا "اب تو باز آجاؤ" بہت کچھ کر چکے ہو۔ بہت کچھ دیکھ چکے ہو۔ یہ عمر یہ
موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔" وہ اس قدر مروت اور شفقت سے سمجھانے کے باوجود باز
نہ آیا۔ آخر لائل پور میں ایک مقدمہ میں ماخوذ ہوا۔ ضمانت پر آیا تو حاضرِ خدمت ہوا
اور آئندہ کے لئے نیک چلنی کا وعدہ کیا۔ فرمایا "اچھا اللہ تعالیٰ رہائی کی کوئی صورت
بنا دیں گے" اس کا بیان ہے کہ اللہ نے اس پر بڑا کرم کیا۔ اور وہ سزا سے بچ گیا۔
اس واقعہ کے بعد بظاہر تو وہ چوری سے رک گیا۔ مگر ہیرا پھیری اب بھی جاری تھی۔
ایک مرتبہ اس نے چوری کے مال کی ایک گھوڑی خرید لی۔ جب تلاش کی گئی۔ تو
مال اس کے ہاں سے برآمد ہوا۔ اور اس پر پھر مقدمہ بن گیا۔ یہ واقعہ فرقہ وارانہ فساد
سے کچھ دنوں پہلے کا ہے۔ مقدمہ کی تاریخ نے طول پکڑ لیا۔ یہ میاں صاحب کے
سامنے سچے دل سے گڑگڑاتا اور تائب ہونے کا وعدہ کرتا فرمایا۔ اللہ پاک تمہیں اس
مصیبت سے بھی نجات دیں گے۔ چنانچہ جب یہ پیشی کے لئے حاضر ہوا۔ تو مقدمہ کا
فیصلہ ہونے کے باوجود کسی سپاہی نے یا مجسٹریٹ نے اس سے کچھ نہ کہا۔ آخر یہ خود
گاؤں چلا آیا۔ اس کے بعد اب تک اسے کسی نے اس مقدمہ میں طلب نہیں کیا۔
وہ کہتا ہے کہ اب وہ چوری بالکل نہیں کرتا۔ اس نے داڑھی بھی رکھ لی ہے۔ البتہ
تھانے میں اس کا نام دس نمبر میں اب بھی درج ہے۔ اس نے بتایا کہ ابھی ابھی ایک
تھانیدار لاہور سے تبدیل ہو کر آیا ہے۔ اس نے علاقے کے دیگر دس نمبریوں کے

ساتھ اسے بھی طلب کیا۔ اور اس سے بولا "محمد تم نے یہ داڑھی کیسے رکھی ہے"۔ یہ بولا "میاں صاحب سے بیعت ہوں اور اب میں نے چوری بالکل چھوڑ دی ہے اس کے جواب سے تھانیدار بہت متاثر ہوا۔ اور اس کا خیال ہے کہ جب بھی کوئی بڑا افسر تھانے میں آیا اور دس نمبریوں کی طلبی ہوئی۔ وہ اس کا نام اس بدنام لسٹ سے نکال دے گا۔

آپ ایک عرصہ دراز تک علیل رہ کر میو ہسپتال میں لغرض علاج داخل ہوئے اور ہسپتال ہی میں یکم اپریل ۱۹۷۰ء مطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ کو وصال فرمایا۔ اور نماز جنازہ مورخہ ۲ اپریل بروز جمعرات بوقت دس بجے صبح آپ کی جائے رہائش موضع گھنگ شریف نزد کاہنہ نو (ضلع لاہور) میں ادا کی گئی اور وہیں دفن ہوئے۔ تقریباً ایک لاکھ افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَعَلٰی صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ وَالطَّرِیْقَۃِ اَلْفَ اَلْفَ تَحِیَّۃٍ وَسَلَامٍ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ تَجْرِیْ عَلَی النِّظَامِ۔

احقر و آثم حکیم سید امین الدین احمد عفی عنہ

۲۳۹ شادباغ۔ لاہور